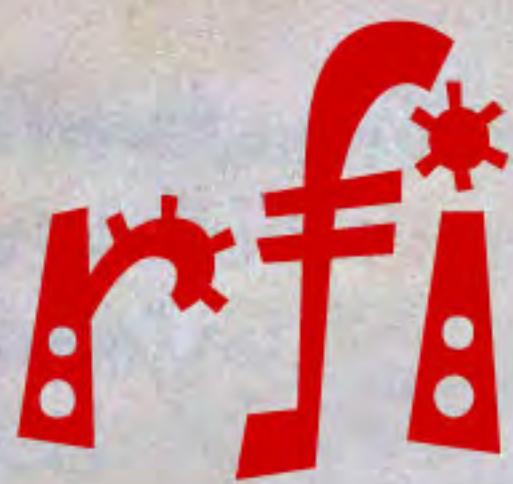


عمران سریز

بانکے مجرم

مکمل ناول

منظہر کلیم، ایم اے



عمران نے کار ہوٹل الاسکا کے کپاڈنڈ کے گیٹ میں موڑی اور پھر اسے پارکنگ کی طرف لے جاتا گیا۔ پارکنگ میں کاروں کا رش اتنا تھا کہ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے یہ پارکنگ کے بجائے کاروں کا بہت بڑا شور و صم ہو۔ عمران کو اپنی کار بھہڑانے کے لیے خاصی جدوجہد کے بعد ایک جگہ نظر آئی اور عمران نے وہاں کار پارک کی اور پھر دروازہ لھول کرنے پر انترا یا۔ اس نے اپنے مخصوص ٹینچی کلب بس پہنچا اور پہنچ کر پہنچا توں کا آثار پوری روائی سے بھہڑا ہوا تھا۔ آج کل عمران فارغ تھا اور آج کل ہی کیا کافی عرصہ سے فارغ تھا۔ یوں لگتا تھا کہ یا تو دنیا بھر کے مجرموں نے جرام کم سے قوبہ کر لی ہے یا بھرا ہوں تے پاکیش کا نئخ نہ کرنے کی فتح اٹھالی ہے۔ بہرحال عمران کے لیے راوی چیزیں ہی چیزیں لکھتا تھا۔ چنانچہ آج کل وہ بڑی یا فاعدگ سے اعلیٰ ترین ہوٹلوں میں وقت گزارنے لگا تھا۔

بھک گی اور اس کے ہاتھ تیزی سے کان سے مکیاں اٹانے میں مصروف ہو گئے۔ "معاف فرمائیے اگر نہ بھی فرمائیں گے تو بھی بندہ معافی کا خواستگار تو مزدرا ہے گا۔ البتہ اتنی وضاحت ضرور فرماد تبھے کہ آداب طول کہاں ہو گا" — "عمران نے کہا۔ "آداب طول" — دریان نے جواب میں یہ ہاتھ کھے سیدھا ہو چکا تھا جیرت بھرے لجھے میں پوچھا۔ "اگر آداب کا عرض ہو سکتا ہے تو طول بھی یہیں کہیں فروز ہو گا"۔

عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور دریان نے عمران کا فقرہ سنتے ہی بے اختیار کیمیں زکال دیں۔ — ظاہر ہے اب وہ کیا جواب دے سکتا تھا۔ — البتہ اس نے جلدی سے مین گیٹ کھول دیا۔ اچھا تو طول اندر ہے شکریہ شکریہ — "عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ — اور بھروسہ تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ منظری اپر کنڈیشندہ ہو ٹل کا وسیع و عریض اندر وونی موسਮ بے حد خوشگوار عطا اور بھرپال کو انتہائی خوبصورت طریقے سے سجا یا گیا تھا۔ عمران اندر داخل ہوتے ہی یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پال کو دیکھنے لگا۔ جیسے زندگی میں پہلی بار اسے کوئی دیکھنے کی بیزی نظر آئی ہو — پال کی تقریباً تمام میزیں پر بھیں اور سر طرف مرتعم قہقھوں کی دلاؤزی گونج بکھری ہوئی ہتھی۔ خوبصورت سورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی نظر آدھی ہتھی — اور پھر عمران کی نظری ہال میں سرچ لاٹ کی طرح لکھومنی ہوئیں کوئی نہیں موجود ایک میز پر جم گئیں۔ اس میز پر ایک اوپریہ عمر

ہوٹل الاسکا دار الحکومت میں نیا نیا قائم ہوا تھا اور عمران نے آج سے پہلے صرف نام ہی شناختا۔ آج وہ خاص طور پر ہوٹل الاسکا کا افتتاح کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ دس منزل اس ہوٹل کی عمارت بے حد پر مشکوہ ہتھی۔ اس کے ڈیزائن میں مشرقیت اور مغربیت کے خواہد اور امتراج کا خیال رکھا گیا تھا۔ اس لیے کار سے اترتے ہی عمران کی نظرؤں میں ہوٹل کی عمارت دیکھ کر پسندیدگی کے آثار ابھر آئے۔ اس نے کار کا دروازہ لاک کیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھانا میں گیٹ کے طرف بڑھتا چلا گیا۔

شیش کے خوبصورت مین گیٹ کے سامنے دو باور دی دریان کھڑے ہتھے اور انظامیہ نے یہاں بھی مغربیت و مشرقیت کا یاقا عده خیال رکھا تھا۔ کبونکہ ایک دریان تو یاقا عده پتکون اور کوٹ میں ملبوس تھا جبکہ دوسرے نے شدوار تیپن بینی ہوئی تھی۔ — البتہ ان دونوں کی لمزوں سے شرب زنگ کی جگہ رخما پٹی بندھی ہوئی تھی۔ جوان کے دریان ہونے کا اعلان کر رہی ہتھی۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی عمران ٹھٹھک کر رُک گیا۔

"ہیلو ہاؤ ڈو یو ڈو" — عمران نے انگریزی یو ٹیفارم پہنے ہوئے دریان سے مخالف ہو کر یاقا عده انگریزوں کے سے بھی میں کہا اور دریان نے جواب میں اسے یاقا عده سیپوٹ چھاڑ دیا۔

"اسلام علیکم یا حضرت دریان جنت الفردوس اور معاف فرمائیے زیان خوط کھا گئی۔ دریان ہوٹل گلاس کا" — عمران نے مشرق بیاس پہنچنے دریان کے سامنے بڑے موہبانہ انداز میں جھکتے ہوئے کہا۔ "آداب عرض ہے" — دریان بھی جواب میں رکوح کے بل

عمران نے بھی گردان شروع کر دی اور بال میں موجود ہر شخص حیرت کھسپے  
انداز میں چونک کر ان کی طرف رکھنے لگا۔ پہلے چند منٹ تک تو خاموشی  
ماری رہی پھر پوتے بال میں قلعے گوئے امتحنے کیوں نہ وہ دونوں ایک دوسرے  
کے سامنے جھکے ہوئے اپنی اپنی گردان میں مصروف تھے۔

”یہ طول فعرض قسم کا سلام بھی ختم ہو گا۔“ اچانک سامنہ والی میز  
سے ایک شخص نے بنتے ہوئے کہا۔ اور یہ فقرہ سنتے ہی وہ دونوں پوں  
سیدھے ہو گئے جیسے ان کی مکر دل میں سینگ فٹ ہوں۔ اب وہ دونوں  
ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

”حضرت معاف فرمائیے۔ آپ اردو غلط بول رہے ہیں اور  
نواب پیارے میاں اور سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں اور غلط اردو  
ان کی برداشت سے باہر ہے۔“ بانکے نے ٹھیک فصیح و بلیغ انداز  
میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اجی قبلہ نواب پیارے میاں میں نے آپ کو دل و جان سے معاف  
کیا۔ میں نے ہی کیا میرے اللہ نے بھی معاف کیا۔“ بیرے آبا و اجداد  
کی روحوں اور میری آئندہ ہونے والی ناحلتوں اور ناسیجاں اولاد کی روحوں  
نے بھی آپ کو معاف کیا۔ جہاں تک غلط اردو کا تعلق ہے تو قبائلہ  
اردو تو آپ کے گھر کی لوڈی ہے اور لوڈی چاہے کتنی ہی خوبصورت  
ہو رہتی لوڈی ہی ہے۔ بیکم نہیں یہ سکتی۔ دیسے آپ  
از راہِ کرم میری اصلاح فرمائیں گے کہ میں نے آپ کے حضور میں کونسا  
نہ مسلسل ان القاط کی گردان جاری تھی۔“ عمران کی زبان قلنچی کی طرح  
چل پڑی۔

آدمی اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن اس کا بیاس اسکا کہ عمران کی آنکھوں  
میں بے اختیار دلچسپی کے آثار اجھر آتے۔ اس نے سفید ملک کا انحر کن بچوڑی  
دار پاچاہہ پہنا ہوا تھا۔ سر پر جو گوشہ دوپی تھی۔ ہاتھ میں تباکو کی سرخ نند  
کی تھیلی جسے بند کرنے اور کھونے کے لیے سنہری رنگ کا دھاگہ ڈالا گی  
تھا۔ اس کے پری دریں میں سیم شاہی جو تھی۔ اور اس بس میں وہ مکمل طور  
پر لکھنو کا یار کا دکھانی دے رہا تھا۔ اب اس دور میں اس طائب کے  
افراد تو نیا ب ہو گئے تھے۔ اب تو صرف ان کا ذکر کتابوں میں ہی رہ  
گیا تھا۔ لیکن اس دور کی ایک زندہ تصویر اس ہو گل میں عمران کی نظر میں  
کے سامنے تھی اور ظاہر ہے۔ اس سے زیادہ دلچسپی کی یات عمران جیسے  
شخص کے لیے اور کیا ہو سکتا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس بانکے کی  
میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ باز کا اپنے سامنے چلانے کا کپ رکھے ٹری نہاست  
کے پان چلانے میں مصروف تھا۔ جبکہ چارے کی پیاری اسی طرح  
ب ہب بھری رکھی تھی۔

”آداب طول ہے۔“ عمران نے اس کے قریب جا کر باقاعدہ  
سینے پر ہاتھ دکھکتے ہوئے کہا اور وہ لکھنوی باز کا عمران کی آداز سن  
کرہ پڑی طرح چونک پڑا۔ دوسرے لمحے وہ پڑی بھرتی سے اٹھا  
اوہ بچھر عمران سے بھی زیادہ بھکتے ہوئے اس نے باقاعدہ فرشتی سلام کرنا  
شروع کر دیا۔

”آداب عرض، آداب عرض بتیماں، تیہات۔“ بانکے کے  
منہ میں مسلسل ان القاط کی گردان جاری تھی۔  
”آداب طول ہے، آداب طول ہے۔ بجا ارشاد۔ بجا ارشاد۔“

"اُرڈر پیزیر" — اپنے ایک دیگر نے میوان کے سامنے لے کتے ہوئے کہا۔

"قدہ آپ کیا نوش فرمانا پسند فرمائیں گے" — نواب پیارے میان نے دیگر کو دیکھتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر لوچھا۔

"آپ کی طرف سے زہر صیحی اگر مل جائے تو پسندہ امرت سمجھ کر نو شر کر جائے گا" — عمران نے جواب دیا۔

"اس عشن نلن کا شکریہ" — قبلہ پیرے میان اگر ہمارے بیٹے آپ آپ شیریں کا بندہ بست فرمائیں تو ہم آپ کے شکر گزار ہیں گے اور حضرت عمران میان سے آپ خود ہی معلوم کر لیجئے کیونکہ یہ کلف فرماتے ہیں" — نواب پیارے میان نے دیگر سے مخاطب ہو کر کہا اور دیگر

لپیں اکوؤں کی طرح آنکھیں بچاڑیے کھڑا تھا بیسے زندگی میں پہلی بار ایسی گفتگو سن رہا ہو۔

"حضرت ہمارے بیٹے بھی آب دیخ شیریں ہی لے آئے۔ اس سے یہی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے" — عمران نے بھی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جی میں سمجھا نہیں" — دیگر نے لمحے ہوئے بھی میں کہا۔ ظاہر ہے اب اتنی کارہی اور دو اس کے کہاں پر ڈال سکتی ہتی۔

"اگر آپ سمجھ جاتے تو یہاں پیراگیری کی بجائے کہیں تیل بیچ رہے ہوئے مشہور ہے پڑھی فارسی بیجیں تیل" — اور جو پیزیر ہو ہوئے درد کے ایک قلیل میں رہتا ہوں۔ بزرگان دین کے مزارات پر ہونے والی توالی سے گزر لیس رکر لیتا ہوں" — عمران نے بھی جواب اور شیطانا یافی — عمران نے آخر ہیں نزدِ حمہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹنڈا دھیٹھا یافی" — جی بہتر — اب میاں سمجھ گیا ہوں — دیگر

"حضرت آپ پہلے کرسی پر تشریف فرماء ہوں" — ہماری میز کو رونق بخشیں بیکیں میز یافی کی سعادت کا شرف بخشیں۔ شرفاء کھڑے ہو کر کلام کرنے کو بے ادبی میں شمار کرتے ہیں" — نواب پیارے میان نے ٹرے سے شترہ بھیجیں کہا۔

"شکریہ شکریہ" — تسلیمات تسلیمات — آپ کی عین ذرہ فواری بلکہ انہیم نوازی ہے کہ آپ نے مجھے حیرہ فیقر — بندہ ناداں — اپنے والد کی نامہنجار اور ناخلف اولاد کو اس قدیم عزت بخشی ہے۔ عمران نے ایک بار جھک کر آداب بجا لاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ سامنے والی کرسی پر یوں موڈب ہو کر بیٹھ گیا جیسے پرانے زمانے کے شاگرد اپنے اسائد کے سامنے بیٹھتے تھے۔

بیساکھ میں پہلے ہی اپنا تعارف کرایا ہے کہ ہمیں نواب پیارے میان ملتے ہیں — باقیات صالحات کی اولاد سے ہیں۔ لکھنو کا ایک ٹولنا پھر مانستہ سامکان ہمارا غریب خانہ ہے اور ہم آپ کے ملک کا نظارہ جمال کرنے کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ اگر آپ بھی اپنے تعارف سے ہمیں منون فرمائیے تو ہم بھی شہزادے آپ کے احسان مند ہیں" — نواب پیارے میان نے باعده تعارف کرتے ہوئے کہا۔

"اجی قبضہ میں کیا اور میرا تعارف کیا یہ سلاسلہ شرمندگی ہے اور کچھ بھی نہیں" — دیسے مجھ نامہنجار کو لوگ عمران میان بتتے ہیں۔ اس شہر بے درد کے ایک قلیل میں رہتا ہوں۔ بزرگان دین کے مزارات پر ہونے والی توالی سے گزر لیس رکر لیتا ہوں" — عمران نے بھی جواب اپنیا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

"یہاں آپ بخ و شیری اسی شکل کا ہوتا ہے قبلہ آپ نوش فرمائیے۔ یقیناً آپ کو پسند کئے گا۔" عمران نے ایک بوقل اپنی طرف کھکتے ہوئے کہا۔

"ادہ اگر آپ اس کی تعریف فرمائیں تو یقیناً ہم اسے نوش جان کریں گے۔" نواب پیارے میاں نے مکرا تے ہوئے کہا۔ اور اس اس نے ٹبی نفاست سے پہلے بوتل میں موجود اسٹرک کے سرے کو اپنے رشیمی رومال سے صاف کیا اور پھر آہستہ آہستہ اسے پینی لگا۔ اس کے انداز سے نفاست صاف جملک رہی تھی۔

"یہاں آپ نے کس جگہ کو رد قبحشی ہے قبلہ۔" عمران نے پوچھا۔ "ہم آج ہی یہاں دارد ہونے میں۔ یہاں ہمارے والد حضور رحمت مکانی خلا آستیانی کے ایک درست قبلہ حکیم ڈھون رہتے ہیں۔ گل نشاں کا وون میں۔ ہم فی الحال وہی ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"اگر آپ اسے گتاخی نہ سمجھیں تو بندے کو بھی کچھ خدمت کا موقعہ دیں۔ بندہ آپ کو اس شہربے درد کی سیر کرنے کو کمال سعادت سمجھے گا۔" عمران نے فوراً ہی افرکر تھے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے فرمات کے دنوں میں اس سے زیادہ دلچسپ شغل اور کیا ہو سکتا ہے۔

"یہ آپ کی کمال مہربانی سے حضرت کہ آپ نہ ہیں یہ عزت بخشی ہے کام مطلب وہ کو کا کو لبھی سمجھا تھا۔ ہم آپ کی صحبت میں رہ کر ضرر مخلوط ہوا، گے۔" نواب پیارے میاں نے عمران کی توقع کے خلاف فوراً ہی عمران کی آنکھ قبول کرتی۔ "تو پھر تشریف لائیں۔ یہاں کاموں تو آپ کے حسن ذوق پر گل

نے چند لمحے غور کرنے کے بعد سر بلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے نواب پیارے میاں کے سامنے پڑی ہوئی چلنے کی پیاسی امتحانی اور تیزی سے واپس مڑتا پلاگی۔

"تو آپ بن رگھاں دین کے مدح خواں ہیں یہ تو میں سعادت ہے میری طرف سے اس مقدس پیشے پر مبارکباد قبول فرمائیے۔" نواب پیارے میاں نے سابقہ سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے کہا۔

"حضرت شاید میں اپنی بات آپ پر واضح نہ کر سکا۔" میں کہاں اور مدح خوانی کی سعادت کہاں۔ میں تو سخت گنہیگار ہوں۔ قوالی سے گزر بسر لوں ہوتی ہے کہ لوگ قولوں کو پیسے دیتے ہیں تو میں بھی ان سے اپنا حصہ وصول کر دیتا ہوں۔ مجھے تماں بجا نے کے لیے قول اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔ عمران نے شرمندہ سے بھی میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا ہم سمجھے گئے۔ بہر حال یہ بھی ایک فن ہے اور ہم توفن کے قدر دان میں۔" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔ اور عمران دل ہی دل میں لکھنؤی تہذیب کا قائل ہو گیا جس میں درسرے کو شرمندگی سے بچانا بھی تہذیب کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی لمحے دیگر ٹریڑے اٹھائے ان کے پاس پہنچا اور پھر اس نے کو کا کو لاکی دو بوتلیں ان کے سامنے رکھ دیں۔ اپنے حساب سے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا مطلب وہ کو کا کو لبھی سمجھا تھا۔

"یہ کیسا مشروب ہے سفرت۔ کچھ ناماؤں سالگ رہا تھا۔" نواب پیارے میاں نے کو کا کو لاکی بوتل کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

گزد رہا ہو گا۔ ” عمران نے فوراً ہی کھڑے ہوتے ہی کہا۔  
” ماں کچھ اجنبی ا江山ی سماں حول ہے۔ بہر حال آپ کا ملک بے ہم تعریف  
کرتے پر محصور ہیں۔ ” نواب پیاسے میاں نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

” شکر یہ حضرت ہم اس نعمت خداداد سے محروم ہیں۔ ” عمران  
نے فوراً ہی ان کا رکتے ہوئے کہا کیونکہ عمران کو معلوم تھا کہ اگر اس  
بھے ٹری نفاست سے تھہ کیا گی تھا۔ اور یہ راس میں سے ایک  
وٹ نکال کر ایش طرے کے نیچے رکھا اور یا قیدنڈل چیب میں  
لکھتے ہوئے وہ بولے نیازی میں گیٹ کی طرف چل پڑے جسے سو  
کے نوٹ کی ان کی نظر میں کوئی ابھیت ہی نہ ہوا در عمران سمجھ گیا کہ  
واقعی تکڑے ہوتے نواب ہیں۔ ”

” اوہ شاید آپ انحصاری فرمائے ہیں۔ ” بہر حال ہم آپ کو محصور  
نہیں کرتے۔ ” نواب پیاسے میاں نے کہا اور بچھر تھیلی میں سے شہر  
و دیگر یہیں لپٹھی ہوئی ایک گلوری نکال کر انھوں نے منہ میں رکھلی۔  
ہوٹل کے گیٹ سے پاہر نکل کر عمران، انھیں یہ طریقہ تکلف بھرے  
انداز میں اپنی کار کی طرف لے آیا۔ ”

” آپ کہا شکر یہ حضرت کہ آپ نے ہمیں اس قدر ممنون احسان  
فرمایا اگر آپ میں گھل فشاں کا لوپن تک پہنچا دیں تو ہم آپ کے شکر گزار  
ہوں گے۔ ” دو گھنٹے بعد نواب پیاسے میاں نے کہا۔  
” اوہ نواب صاحب ابھی سے۔ ” ابھی تورات بھیجی ہی ہے۔  
عمران نے جواب دیا۔

” دراصل قبلہ حکیم مادھن میاں ہے۔ نستعلیق بزرگ ہیں۔ ان کا فرمان ہے  
کہ رات کو دریہ سک بابرہ مہنا شریفوں کا شیوه نہیں ہے۔ ” نواب  
پیاسے میاں نے شرمندہ بھیجی ہیں کہا۔  
” اچھا اچھا۔ ” میں سمجھ گیا حضرت ٹھیک ہے واقعی شریفوں کا

” کند رہا ہو گا۔ ” عمران نے فوراً ہی کھڑے ہوتے ہی کہا۔  
” ماں کچھ اجنبی ا江山ی سماں حول ہے۔ بہر حال آپ کا ملک بے ہم تعریف  
کرتے پر محصور ہیں۔ ” نواب پیاسے میاں نے بھی اٹھتے ہوئے کہا  
اور سا تھہی انھوں نے جیب سے سوہ کے نوٹ کا ایک بندل نکالا۔  
” بھے ٹری نفاست سے تھہ کیا گی تھا۔ ” اور یہ راس میں سے ایک  
وٹ نکال کر ایش طرے کے نیچے رکھا اور یا قیدنڈل چیب میں  
لکھتے ہوئے وہ بولے نیازی میں گیٹ کی طرف چل پڑے جسے سو  
کے نوٹ کی ان کی نظر میں کوئی ابھیت ہی نہ ہوا در عمران سمجھ گیا کہ  
واقعی تکڑے ہوتے نواب ہیں۔ ”

” یہ کھڑاہ سی ٹھم آپ کے شایان شان تو نہیں بے حضرت۔ لیکن  
کی کہ دل صفت غریب سے تعلق رکھتا ہوں۔ ” اُب میں سے آپ ہماری  
حضرت کو پیش نہ لے رکھتے ہوئے اسے مشرف نشست بخیں گے۔ ” عمران  
لے نبی پیغمبر کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھے انحصار انجمنی کیا۔  
” اوہ آپ کمال انحصاری سے کام لے رہے ہیں۔ یہ تو امراء کی سواری ہے۔  
ادر ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ کی وجہ سے بھی بھی اسی ریساذ سواری  
سے لطف انداز ہونے کا موقع مل جائے گا۔ ” نواب پیاسے میاں  
سلے کار کے کھلے در دارے سے سیدھ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ان کے بیچینے  
کے انداز میں نفاست نیاں بھی۔ ” عمران نے ٹری احتیاط سے دروازہ  
بند کیا اور بچھر دسری طرف جا کر خود سٹرینگ پر بیٹھ گیا۔ ”

شیوہ دن کو ہی باہر رہنا ہوتا ہے۔ ” عمران کے جواب دیا۔  
اور پھر اس نے کارکائنخ محل فشاں کا لونی کی طرف مورڈ دیا۔  
محل فشاں کا لونی کی ایک محل مناکو ھٹی کے سامنے نواب پیارے میاں  
نے لکنے کا اشارہ کیا اور پھر کار سے بیچے آتی کر انہوں نے جھک کر عمران  
کو سلام کرتے ہوئے اس کا شکر یہ ادا کیا۔  
” اگر آپ حکم فرمائیں تو میں کل صبح حاضر خدمت ہو جاؤں ۔ ” عمران  
نے پوچھا۔

” یہ آپ کا ہی غریب خانہ ہے ۔ ” نواب پیارے میاں نے کہا  
اور پھر عمران نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھادی اور نواب پیارے میاں  
بچا ٹک کی طرف مڑ گئے۔  
عمران کے چہرے پر مُرثت کے آثار نمایاں تھے۔ اس کا وقت  
بڑے دلچسپ انداز میں گزر اتھا۔ لیکن اسے اس بات پر ہمیت ہو رہی تھی  
کہ تہذیب کے مطابق نواب پیارے میاں نے انہیں کو ھٹی کے اندر نے  
کی دعوت نہ دی تھی۔ بہر حال اس نے یہ سوچ کر اسے نذر انداز کر دیا  
کہ مشا ید حکیم بڈھن میاں رات کو کسی اجنبی کے آنے کو پسند نہ کرتے ہوں۔  
لیکن اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ صبح وہ ان حکیم بڈھن میاں کے بھی نیاز  
خزف دھاصل کر لے گا۔ وہ نواب پیارے میاں کے بھی استناد ہوں گے۔  
بھی یاپنیں سوچتا ہوا وہ اپنے فلیٹ پہنچ گیا۔ اس نے کار گیر ارج میں  
بند کی۔ اور سیر ہیاں چڑھتا ہوا اپنے فلیٹ میں پہنچ گیا۔

” سر سلطان نے ٹیلیفون کر کر کے بیری جان عذاب میں ڈال رکھی  
ہے ۔ ” آپ کم از کم مجھے بتا کر تو جایا کریں تاکہ میں انہیں وہ پتہ بتا

کر اپنی جان جھڑا لیا کر دن ۔ ” دروازہ کھولتے ہی سلیمان نے بڑے  
نگوار سے بیچے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔  
” بہت بہتر حضور قیلہ سلیمان میاں ۔ ” آئندہ بندے میں بتوہی  
سر زدنہ ہو گی۔ اس بار کے بیچے معافی کا خواستگار ہوں ۔ ” عمران  
نے جواب دیا۔ ” اس پر ابھی تک نواب پیارے میاں والا ٹکفت  
طاری تھا۔ اور سلیمان اسے یحربت بھری نظر وں سے دیکھتا ہوا  
باور بھی خلنے کی طرف ہٹرا چلا گیا۔

عمران ٹرانسٹ دوم میں داخل ہو کر سیدھا ٹیلیفون کی طرف بڑھتا  
چلا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نواب پیارے میاں نہ سہی۔  
نواب سلطان میاں ہی سہی۔ کم از کم زبان تور وال ہے گی۔

”نہیں سرکار۔ بندگان کامیاب ہوئے ہیں۔“ ان دونوں نے بیک آواز ملا کر جواب دیا۔

”اوہ اس خوشخبری پر ہم آپ کامنہ ہوتیوں سے بھر سکتے تھے۔ یکن اب وہ دور نہیں رہا۔ اگر آپ پچاس سال پہلے پیدا ہو جاتے تو ایسا نہیں تھا۔ بہر حال اس کے باوجود آپ کو العام ضرور ملے گا۔ تشریف رکھئے۔“ نواب پیارے میاں نے مکراتے ہوئے کہی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”اب آپ ہمیں تفصیلات سے آگاہ فرمادیں تو ہم ممsson ہوں گے۔“ نواب پیارے میاں نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ”سرکار آپ کے حکم کے مطابق ہم نے وزارت خارجہ کے ریکارڈروم کے اچارج وحید بیک کو ٹبری خوبصورتی سے انخواکھیا ہے۔ ہم نے آپ کی ہدایات کا خاص طور پر خیال رکھا ہے۔ اور کسی کو ذرہ برا بر جھی شک نہیں ہونے دیا۔ اس وقت وحید بیک بے موشی کے عالم میں تہہ خانے میں موجود ہے۔“ انہیں سے ایک نے موبدانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بہت خوب کسی ناہنجار نے آپ کا تعاقب تو نہیں کیا۔“ نواب پیارے میاں نے سمجھیدہ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں چمک آگئی تھی۔

”نہیں سرکار۔“ ہم نے اچھی طرح سے چاپخ بیا تھا۔ ”ای تو جوان نے جواب دیا۔

دروازہ کھلا اور پھر دونجوں دروازوں پر کھڑے نظر آتے۔

”ہم اندر آسکتے ہیں۔“ ان میں سے ایک نے بڑے موبدانہ لہجے میں پوچھا۔

”اوہ حضرت تشریف لائیے۔“ ہم آپ ہی کے منتظر ہیں۔“ کمکے میں موجود ایک بڑی سی بنیز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نواب پیارے میاں نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور وہ دونوں کمکے میں داخل ہو کر بنیز کے سامنے اگر کھڑے ہو گئے۔ ان دونوں نے اپنا ایک ایک ہاتھ سینے پر باندھ رکھا تھا اور دونوں کے سر جھکے ہوئے تھے۔ نواب پیارے میاں چند لمحے بغور اخیس دیکھتے ہے۔

”تشریف رکھئے آپ کے انداز سے محکوس ہو رہا ہے کہ آپ ناکام نہیں۔“ نواب پیارے میاں نے سخت لہجے میں کہا۔

سے سوال کرتے ہوئے کہا۔  
”حضرت آپ کا خادم الحجہ کامیابی سے قریب ہوتا جا رہا ہے۔  
ہم قبلہ حکیم ڈھن کے ہمراہ محتوا ری دیر بعد حاضر ہو جائیں گے۔“  
پیارے میاں نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور وہ دونوں تیزی سے اٹھے اور  
چلے گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی دروازہ خود بخوبی بند ہو گیا اور نواب  
پیارے میاں نے میر پر پڑے ہوئے اندر کام کا ایک بُن دیا۔

”یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے میاں۔ پہلے ہی قدم پر کامیابی نیک  
شگون کہلانی ہے۔“ حکیم ڈھن نے خوشی سے دانت نکالتے  
ہوئے کہا۔

”ایک اور خوشخبری ہی آپ کی منتظر ہے حضور۔ ہم نے علی عمران  
سے دوستی کی راہ نکال لی ہے۔ اور آج ہم نے کسی لگھنے اس کی  
میعت میں گزارے ہیں۔ خاصان تعلیق نوجوان ہے۔ ہمیں اس کی ظرفیا  
لطیعت لے جد پسند آئی ہے۔ وہ اپنی کار میں ہمیں یہاں تک بھوڑ گیا  
ہے اور صحیح آنے کا کہہ گیا ہے۔“ پیارے میاں نے مسکراتے  
ہوئے کہا۔

”یعنی علی عمران۔“ حضرت آپ کو اپنی جان کی قسم آپ سچ  
فرماتے ہیں تاں۔“ حکیم ڈھن کے چہرے اور آنکھوں سے بے پناہ  
چیرت پیک رہی تھی۔

حضرت۔۔۔ بھلا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ آپ جیسے بزرگ  
کے سامنے ہم غلط بات کر سکتے ہیں۔ آج ہم بس یونہی ہو ٹلی  
الاسکامیں چلے گئے اور ہم وہاں بیٹھے سوچ ہی رہے تھے کہ کس طرح

”اچھی بات ہے۔۔۔ کام کے آغاز میں کامیابی ہمیشہ نیک شگون  
کا اظہار نہیں ہے۔ آپ دونوں دہیں تہہ خانے میں تشریف لے جائیں  
ہم قبلہ حکیم ڈھن کے ہمراہ محتوا ری دیر بعد حاضر ہو جائیں گے۔“ نواب  
پیارے میاں نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور وہ دونوں تیزی سے اٹھے اور  
چلے گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی دروازہ خود بخوبی بند ہو گیا اور نواب  
پیارے میاں نے میر پر پڑے ہوئے اندر کام کا ایک بُن دیا۔  
”قبلہ حکیم ڈھن اگر آپ تکلیف محسوس نہ کریں تو تشریف لے آئیں۔“  
نواب پیارے میاں نے نہ کہا اور بُن آف کر دیا۔

محتوا ری دیر بعد دروازہ ایک بار پھر کھلا اور آس پار ایک بزرگ  
جن کی سفید دارتمہ ان کے سینے تک آ رہی تھی۔ چھپڑی ٹیکتے ہوئے اندر  
داخل ہوئے۔ نواب پیارے میاں انھیں دیکھتے ہی احتراماً اٹھ  
کھڑے ہوئے۔

”تشریف رکھیے حضرت۔ آپ ہمیں مشرمندہ کرتے ہیں  
”بزرگی پر عقل است نہ ہے عمر۔“ آنے والے نے بڑے شتعبدیوں  
ہیچے میں کہا۔

”ہمیں قبلہ آپ کا احترام ہم پر فرض ہے۔“ نواب پیارے  
میاں نے مسکراتے ہوئے کہا اور چھپڑی کے سامنے کھلی ہوئی تھری  
پر بلیٹھ گئے۔۔۔ لا تھا میں پکڑی ہوئی چھپڑی انھوں نے کسی کے  
بازو سے ٹکڑا دی۔

”ستائیے کیا کیا ہوا آج۔“ حکیم ڈھن نے نواب پیارے میاں

علی عمران سے راہ درسم پیدا کی جائے کام سے ہم پر شک نہ ہو سکے کہ اچانک ہم نے علی عمران کو اپنے قریب کھڑا پایا۔ یقین کیجئے خوشی اور حیرت سے ہمارے ہاتھ پاؤں بھول گئے۔ وہ شاید ہال میں ہمیں اکیلا دیکھ کر ہمارے پاس چلے آتے تھے۔ ان سے خوب گفتگو رہی۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں شہر گیا سیر کرنے کے لیے کہا۔ ہم فوراً تیار ہو گئے اور اس طرح دو گھنٹوں تک ہم اُن کی معیت میں گھومنتے رہے۔ بعد ازاں وہ ہمیں یہاں چھوڑ گئے ہیں اور صبح آنے کا کہہ گئے ہیں۔ ”نواب پیارے میاں نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ واقعی۔ اسی بار تو خوش قسمتی نے ہم پر سایہ کر رکھا ہے۔ ہر کام تو دشود ہوتا جا رہا ہے۔ اس ناہنجار کو آپ پر کوئی شک تو نہیں ہوا۔ ہم نے سنایا ہے کہ وہ انتہائی عیار اور منخار آدمی ہے۔“ حکیم ڈھن نے کہا۔

”اجی قبلہ آپ پیارے میاں کی صلاحیتوں سے تو واقف ہیں۔ ہم نے اُسے ایسے شیشے میں اتارا کہ اپ وہ ہمارے یغیر قدم بھی نہ اٹھا سکے رہا۔“ پیارے میاں نے جواب دیا۔

”ہم بھی صبح اس سے ملاقات کریں گے۔“ بس ہم بھی چاہتے ہیں کہ اُسے کسی قسم کا شک نہ ہونے پاتے۔ جب ہمارا کام سراجام پا جائے تو جاتے وقت ہم اُسے ایک خطالکھ کرتے تھے کہ تفصیلات میں آگاہ کر دیں گے۔ پھر اگر وہ سر پیتا نہ ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“ حکیم ڈھن نے مکمل تر ہوئے جواب دیا۔

”انشار اللہ الباہی ہو گا۔“ آپ اگر آپ ہمارے ہمراہ تہہ خانے

تک تشریف لے چکیں تو تم ممنون ہوں گے۔ اس وجہ بیگ سے ہم آپ کے سامنے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی لمحے ہمیں آپ کی انتہائی کی حضورت پڑھائے۔ ”نواب پیارے میاں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ضرور ضرور۔“ ہمیں یہ خدمت ادا کر کے دلی مُسرت ہوگ۔“ حکیم ڈھن نے بھی چھڑی اٹھا کر اس پر زور دے کر اٹھتے ہوئے کہا۔ ”چلیے قبلہ۔“ نواب پیارے میاں نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں پہلے آپ حضرت۔“ حکیم ڈھن نے سر بلاتے ہوئے کہا۔ ”قبلہ ہم بھلا ایسی گستاخی کر سکتے ہیں۔ آپ کیوں ہمیں شرمذہ کرنے پر ملتے ہوئے ہیں۔“ پیارے میاں نے کہا۔

”اچھا آپ اسی طرح عزت افزائی کرنا چاہتے ہیں۔“ تو ہم آپ کے معنون ہیں۔“ حکیم ڈھن نے کہا۔ اور پھر وہ چھڑی لیکر ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ نواب پیارے میاں بڑے مودبازہ انداز میں اس کے پیچے چل پڑا۔ کمرے سے تخل کر وہ ایک رہداری اور کئی کروں سے گزرتے ہوئے تہہ خانے کی سیر ہیل اُترتے چلے گئے۔ سیر ہیلوں کے اختتام پر ایک چھوٹی سی راہداری بھی۔ جس کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔ وہ درنوں آگے پیچھے چلتے ہوئے اس دروازے میں داخل ہوئے تو تہہ خانے میں موجود دو نوجوان بڑے مودبازہ انداز میں چک گئے۔

جیتے رہو۔ ہمیں تھاری اس بے داع کا رکر دگی پر رشک آئی۔

ہے۔ ” حکیم ڈھن نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔  
” تسلیمات تسلیمات —“ ان دونوں نے مسیرت بھرے  
لہجے میں کہا۔

لئکے کے درمیان ایک لوہے کے پنگ کے اوپر ایک اوپری  
عمر آدمی لیٹا ہوا تھا۔ اس کے سر کے بالوں میں کہیں کہیں سفیدی  
چھلک رہی تھی۔ جسم قدیمے بڑھاپے کی طرف مائل تھا۔ اس کے  
جسم پر ایک قیمتی سوت تھا۔ یکن اس وقت وہ بُری طرح مسلا  
ہوا تھا اس کے پورے جسم کو رسیتوں سے باندھا گیا تھا۔ وہ یہوش  
پڑا تھا۔

” تو یہ ہے دنار خارجہ کے روپ کا اسچارج — آپ  
کے اسے کیسے اخوار کیا۔ ” نواب پیارے میاں نے آگے بڑھ  
کر غور سے وجد بیگ کو دیکھتے ہوئے ان لوجوانوں سے پوچھا۔

” قیلہ یہ اپنے دفتر سے اٹھ کر کار میں سوار ہو کر اپنے گھر خارجہ  
کہ ہم نے راستے میں اسے روکا — اور اسے بتایا کہ ہماری والدہ  
کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے اور انھیں فوری طور پر ہسپتال پہنچانا  
ہے مگر کوئی ٹیکسی نہیں مل رہی — چنانچہ اس نے از راہِ ہمدردی  
ہمیں کاریں بھیجاں یا — اکبر اس کے قریب بیٹھ گیا جبکہ میں پھلی سیٹ  
پر براجمان ہو گیا۔ ہم نے اسے کار ایک قربی گلی میں لے جانے کے  
لیے کہا — جہاں ہماری کار پہلے سے موجود تھی۔ جب کار گلی میں  
داخل ہوئی تو اکبر نے سُرخ سوئی اس کے پازدہ گھوش دی اور تیجہ یہ  
کہ بے ہوش ہو گیا — ہم نے اسے اپنی کار میں منتقل کیا اور پھر

اپنی طرح سے دیکھ بھال کر کے یہاں لے آئے۔ ” ایک نوجوان نے  
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔  
” سرخ سوئی ابھی اس کے بازو میں موجود ہے۔ ” پیارے میاں  
نے پوچھا۔

” جی خضور — اسی لیے تو یہ بے ہوش ہوا ہے۔ ” اس نوجوان  
نے جواب دیا۔

” تو اسے اپنے کال بیچتے تاکہ جنم اس شریف آدمی سے گفتگو کرے  
سکیں۔ ” پیارے میاں نے کہا اور اس کی بات سننے بھی دوسرا  
نوجوان تیزی سے آگے بڑھا۔ اور پھر اس نے چیلگی بھر کر فیر بیگ  
کے بائیں بازو سے ایک باریک سوئی کال لی۔ سونی کامرا سرخ  
تھا۔ اس نے وہ سوئی بڑی احتیاط سے اپنے رومال میں پیٹ کر جیب  
میں ڈال لی۔

چند لمحوں بعد ہی وجید بیگ کا جسم کمانے لگا اور پھر اس نے  
آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھولتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے  
انٹنے کی کوشش کی۔ بلکن بندھے ہونے کی وجہ سے وہ اپنی  
کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔

لیٹے رہئے لیٹے رہئے آپ کو تکفیف ہو گی حضرت۔  
احمیدان سے لیٹے رہئے نواب پیارے میاں نے وجید بیگ سے  
مخاطب ہو کر کہا۔

مگر آپ کون ہیں اور مجھے کیوں باندھا گیا ہے۔ ” وجید بیگ  
نے پریشان تھے میں کہا اور اسی لمحے اس کی نظری ایک طرف کھڑے

ان دونوں نوجوانوں پر پڑیں۔ "اوہ تو تم فراد تھے۔ کاش میں انسانی ہمدردی کے چکر میں نہ پڑتا؛" وجد بیگ نے ان دونوں کو دیکھتے ہی دانت پیسٹے ہوئے کہا۔

"حضرت انسانی ہمدردی تو ہماری زندگی کا بنیادی مقصد ہے۔ درنہ ہم اشرف المخلوقات کی صفت سے نکل کر حیوانات کی صفت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ بہر حال آپ کبھر امیں نہیں۔ آپ کو ذرۂ برکتکلیف نہیں ہوگی۔ آپ انسالوں میں موجود ہیں۔ جیوانوں میں نہیں؟" نواب پیارے میاں نے اُسے پچکاتے ہوئے جواب دیا۔

کمال ہے۔ مجھے یوں اخواہ بھی کر کے یہاں لایا گیا۔ باذھ بھی رکھا ہے اور انسانیت کا سبق بھی۔ مجھے پڑھایا جا رہا ہے۔ آخر آپ کون ہیں اور آپ کا مقصد کیا ہے۔" وجد بیگ نے جنبھلا تے ہوئے تھے میں کہا۔

آپ داقعی سمجھدار انسان ہیں۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ بغیر کسی مقصد کے تو ہمیں کیا جاتا۔ آپ یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کے ساتھ ہمارا آئندہ روایہ کیا ہے۔ اگر آپ ہمارے سوالوں کے جواب صحیح صحیح عنایت فرمادیں گے تو ہم آپ کے شکر گزار بھی ہوں گے۔ اور آپ کو تکلیف بھی نہ ہوگی۔ درنہ ظاہر ہے دوسری صورت میں آپ کو تکلیف بھی اکھاتا پڑے گی اور جواب بھی دینے پڑیں گے۔"

نواب پیارے میاں نے اُسے یوں سمجھاتے ہوئے کہا جیسے اُستاد پتھ کو سبق دیتا ہے۔

"آپ لوگ آخر ہیں کون اور کیا چاہتے ہیں؟" وجد بیگ نے

سیرت بصرے لہجے میں کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ مجرم تو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مجرم ایسے نستعلیق اور میٹھے انداز میں باتیں نہیں کرتے تو پھر یہ کون ہیں۔

"آپ وزارت خارجہ کے ریکارڈر میں کے انجام ج ہیں۔ آج کل آپ کی حکومت ایکمہ بیسا سے ایک دفاعی معاملہ کر رہی ہے۔ ہمیں اس معاملے کی قائل چاہیے۔ اگر ہم بھول نہیں رہے تو اس فائل کا سرکاری نام ریڈ فائل ہے۔" نواب پیارے میاں نے پڑے صاف اور سیدھے انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"ریڈ فائل۔" یعنی اسی فائل تو ریکارڈر میں نہیں ہے دفاعی معاملہ کہ ناؤزارت خارجہ کا کام نہیں ہے۔ ایسے معاملہ تو وزارتِ دفاع کے دائرہ کا ہیں آتے ہیں۔ آپ نے غلط آدمی پرہ باندھ ڈالا ہے۔" وجد بیگ نے تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہمارا نام نواب پیارے میاں ہے۔" وجد بیگ صاحب۔ اور دنیا میں ہماری عقلمندی کی دھوم ہے۔ ہم سے بھلا آئی بڑی فلسفی کیسے موت کتی ہے۔ اس لیے بہتر ہی ہے کہ آپ ہمیں دو فائل عنایت فرمادیں اس میں آپ کا بھی بھلا ہے۔" نواب پیارے میاں کے لہجے میں اس پار تملکی تھی۔

"نواب میاں یہ شخص یوں نہیں ملنے گا۔" ہم نے اُن کے ذہن کو پڑھ لیا ہے۔ آپ اس پر دباؤ ڈالیے۔ بڑھی لکڑی بغیر دباؤ ڈالے سیدھی نہیں ہوا کرتی۔" اچانک حکیم مددھن نے کہا۔ اور وجد بیگ چونک کراس بوڑھے کو دیکھنے رکا جو اپنی شکل دصوت

کرتے ہوئے یاقا عده حکیم بڈھن کو سلام کرنے اور  
وجید بیگ کو بیوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پانچ لوں میں آپنسا ہوں۔  
تجوان ہاتھ میں خبر یہ ٹڑے اطمینان سے بیٹھ پڑتے ہوئے وجید  
بیگ کے قریب آیا۔ اس کے انداز میں ایسا اطمینان تھا جیسے اس  
کے لیے ایسا کہہنا کوئی نئی بات نہ ہو۔

”دیکھئے آپ اطمینان سے لیٹے رہئے۔ آپ کو بس معمولی سی  
تکلیف ہو گی اور آپ کی آنکھ پیک جھکنے میں پاہر آجائے گی بیرے  
لیے یہ کام انتہائی آسان ہے۔ لیکن اگر آپ نے غلط حرکت کی  
تو پھر ہو سکتا ہے آپ کی تکلیف بڑھ جائے۔“ اعظم نے  
ایک ہاتھ سے وجید بیگ کا مسلوبی گرفت میں لیتے ہوئے ٹڑے نرم لے  
میں کہا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں موجود خبر وجید بیگ کی دائم آنکھ  
کے اوپر چمک رہا تھا۔

”ہاں اعظم میاں۔“ کام نفاست سے ہونا چاہیے۔ وجید بیگ  
صاحب کو جس قدر کم تکلیف ہو۔ اتنی ہی ہمیں مرست ہو گی۔ آخر ہماری  
ان سے شمنتی تو نہیں۔“ نواب پیارے میاں نے اعظم سے  
مخاطب ہو کر کہا۔

”مھر و ہھر و۔“ یہ ظلم مت کرد ہھر د۔ رک جاؤ۔“  
وجید بیگ کی قوت برداشت جواب دے گئی اور وہ بے اختیار بھی ٹپا۔  
”رک جاؤ اعظم میاں۔“ ان کی بات سنی بھی ہمارا فرض ہے۔  
نواب پیارے میاں نے مکراتے ہوئے کہا اور اعظم خبر تھا  
بے اختیار بھی ہستا چلا گی۔ وجید بیگ کے چہرے کے ہر

سے کسی جامع مسجد کا امام لگتا تھا۔

”آپ کے حکم کی تعظیل ہو گی قبلہ حکیم صاحب۔“ نواب پیارے  
میاں نے سرپرلاٹے ہوئے کہا اور پھر اس نے اینے انگر کھے کی جیب  
میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے ہاتھ جب اس کا ہاتھ پاہر آیا تو اس کے ہاتھ  
میں چھوٹا سا خبر چمک رہا تھا جس کا دستہ ہاتھ کے دانت کا تھا۔  
اور انہیں خوبصورت انداز میں بنایا گیا تھا۔

”اعظم میاں۔“ نواب پیارے میاں نے ایک تجویں سے  
مخاطب ہو کر کہا۔

”حکم حضور۔“ تجویں نے ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔  
”یہ خبر حقایقی ہے۔“ اور وجید بیگ صاحب کی دائم آنکھ پاہر  
نکال دیجئے۔ ان ان ایک آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔ آخر دن  
میں لاکھوں افراد ایسے ہیں جن کی ایک آنکھ ہوتی ہے۔ لیکن ایک  
بات کا جیال لیجئے کام نفاست سے ہوتا چاہیے۔ ہمیں وہشت  
اور برہیت سے وہشت ہوتی ہے۔“ نواب پیارے میاں نے  
ٹڑے سرد لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ وجید بیگ  
کی آنکھ نکالنے کی بجائے کوئی پھل کاٹنے کے لیے کہہ رہا ہو۔

”داح داح کیا خوبصورت بات فرمائی ہے۔ وہشت سے وہشت  
ہوتی ہے۔“ نواب پیارے میاں جواب نہیں۔ ”حکیم بڈھن نے  
بے اختیار سرد ہختے ہوئے کہا۔

”آداب آداب۔“ آپ ہی کی صحت کا فیضان ہے قبلہ ورنہ  
من آتم کہ من دانم۔“ پیارے میاں نے خبر تجویں کے حوالے

میں سے پہنچوٹ نکلا تھا اور اس کی آنکھوں میں دہشت کے آثار نمایاں تھے۔ "مم... مگر میں وہ فائل وہاں سے نہیں نکال سکتا۔ وہاں ایسے انتظامات میں کہ فائل اپنی جگہ سے پہنچتے ہی پورے ریکارڈردم کو خیر سوچائے گی۔ ایک فائل کو باہر نکالنے کے لیے کم از کم دس افراد کے دستخطوں کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر اس فائل کو مخصوص شعبے میں رکھا گیا ہے۔

وہاں سے تو وہ سیکرٹری دنارٹ خارجہ کے ذاتی دستخط کے بغیر باہر

بھی نہیں نکل سکتی۔" وجد بیگ نے یتربیز یونیورسٹی میں حوالہ دیا۔

"آپ بہت بھجوئے ہیں قبلہ وجد بیگ صاحب۔" ہم نے کہا ہے کہ آپ اصل فائل ہی ہمیں لا دیجئے۔ ہمیں تو اس فائل کے قیود پہیں۔ اس کے اندر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ذکر چاہیے اور ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس فائل کی کتنی حفاظت کی جاتی ہے۔ ورنہ تو ہم اعظم میاں کو بھیج کر اُسے وہاں سے منکرو یا لیتے۔ آپ کو تکلیف بھی دیتے۔" نواب پیارے میاں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں ریکارڈردم میں کبھی نہیں لے جایا جاسکتا۔" وہاں الٹو میٹک چینگنگ مشین لگی ہوئی ہے۔ کبھی ایک منٹ میں کچڑا جائے کا۔ یہ ناممکن ہے آپ یقین جانیے قطعاً ناممکن ہے۔" وجد بیگ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پیارے میاں اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کر دوں۔" "اچانک مکیم بدھن نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"قیلہ آپ فرمائیں آپ کا فرمان تو ہمارے سر آنکھوں پر ہے گا۔" بس اتنی معمولی سی بات ہے۔ فرمائیے کیا خیال ہے آپ کا۔" پیارے میاں نے بڑے متوہ بانہ بیجھے میں کہا۔

"نواب پیارے میاں! — اگر بات نہیں نبنتی تو ہمیں

سماں سے پہنچوٹ نکلا تھا اور اس کی آنکھوں میں دہشت کے آثار نمایاں تھے۔

"آپ ابھی سے گھبرا گئے وجد بیگ صاحب۔" — مرد بچپن نبیئے۔ ایک آنکھ کے بعد ایک کان بھرا ایک بازو اور پھر ایک مانگ

کبیونکہ ان کے بغیر بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ اور ہمیں آپ کی زندگی عزیز ہے۔ ہم اپنے ہاتھ کسی کے خون سے آسودہ نہیں کرنا چاہتے، نواب پیارے میاں نے بڑے ہٹنڈے سے بچے میں کہا۔

"مجھ پر رحم کر دے۔" — میرے بھوٹے بھوٹے بچے ہیں۔ معمومے۔ مجھے مت مارو۔ میں سب کچھ بنادوں گا۔" وجد بیگ نے دھشت بھرے بھی میں کہا وہ نشایدان کے اطمینان بھرے اور سرد انداز سے بُری طرح گھبرا گیا تھا۔

"ہمیں معلوم ہے۔" ہمیں آپ کے تمام خاندانی حالات کا علم ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے بھوٹے بھوٹے بچے آپ کی راہ تک رہتے ہوں گے۔ آپ کی حسین اور فرشتہ صورت بیوی آپ کی مستقر ہوگی۔ لیکن.....،" نواب پیارے میاں خاموش ہو گئے۔

"آپ کیا چاہتے ہیں خدا کے لیے مجھے بھوڑ دیجئے۔ آپ چوچا ہتے ہیں کہ نے کو تیار ہوں۔" وجد بیگ نے کہا۔

"ہمیں ریڈ فائل پاہنچنے والے وجد بیگ صاحب۔" — اور یہ ریڈ فائل آپ کی تحویل میں ہے اور آپ اسے آسانی سے ہم تک پہنچا سکتے ہیں۔

نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

نم بے ہم احمد نگ دل ہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ سانپ بھی مر  
جائے اور لاٹھی بھی پچ جائے۔ اس کے علاوہ ہم آپ کی کارکردگی  
اور تعادن کا یاد و اعادہ شکریہ ادا کریں گے۔ آپ کو اتنا انعام  
دیں گے کہ آپ آئندہ زندگی میں کسی کے محتاج نہیں رہیں گے۔  
پیاسے میاں نے نہم بھی میں جواب دیا۔

"مگر میں کیا کہ دوں کس طرح اس فاتح کے فوٹو اتار دوں۔"  
وجید بیگ نے ابھی ہوئے بھیجے میں کہا۔ اب دہ مکمل طور پر متحیر  
ڈال چکا تھا۔

"خوبی اگر آپ ہم سے تعادن کے لیے تیار ہیں تو ہم آپ کو ایک  
ایسا اکبرہ مہیا کر دیں گے جو بظاہرا ایک عام قلم و کل۔ آپ اسے  
کسی بھی طرح اندر لے جاتے ہیں۔ یہ آپ کی ذہانت پر خصوصی  
ہے یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کسی بھی بہانے اس فاتح کو  
دیکھا رہوں سے باہر نکالیے۔ اور پھر اس کے فوٹو بنایا جائے۔  
طرائقہ کا آپ خود بتہ کر جائے۔ جب مام تعادن پر اس فلم میں محفوظ  
بوجائیں تو یہ فلم ہم تک پہنچا دیجئے۔ اور اس۔ آپ کا انعام  
آپ کی جیب میں پیچ جائے گا اور ہم خاموشی سے یہاں سے رخصت  
ہو جائیں گے۔ نسی کو پتہ بھی نہ چلے گا کہ کیا ہوا۔ پیارے  
میاں نے اسے تمباکتے ہوئے کہا۔

"میں تیار ہوں۔ میں آپ سے مکمل تعادن کر دوں گما۔"  
وجید بیگ نے فوراً ہی رضا مند ہوتے ہوئے کہا۔

"تین ایک بات یاد رکھئیے وجید بیگ صاحب۔ اگر آپ

وجید بیگ صاحب کو لازماً قتل کرنے پڑے گا۔ اور ان کے معصوم  
بچے تیم ہو جائیں گے۔ ان کی اہلیہ بیوہ ہو جائیں گی۔ اور ہمیں یہ  
بھی معلوم ہے کہ ان کا خانہ انی پس منظر غیرت کا پس منظر ہے۔ صرف  
وجید بیگ صاحب ہی پڑھ لکھ کر اس عہدے پر پہنچے ہیں۔ ان کے  
قتل ہونے کے بعد ان کے پچھے سڑکوں پر بھیک ملنگے پھریں گے۔  
حکومت چاہتے ہیں ملک کی بھی ہو۔ بڑی سر دھر ہوتی ہے۔ اس نے صرف  
ایک تمنہ حسن کا رکر دیگی دے دیتا ہے۔ صورتی سی پیش ان معمولی سی گریجو یہی  
ادریں۔ ہم صرف چار پانچ روز کام میں کر دیں گے۔ اس کے بعد وجید بیگ  
صاحب کے پچھے سڑکوں پر بھیک ملنگے ہیں یا پوتا پاش کرتے  
ہیں۔ وجید بیگ صاحب کی خوبصورت اہلیہ لوگوں کے گھروں  
کے بڑن مانگتی ہے یا دینے کی کوئی لوگوں کے کپڑے سیتا ہے۔ اس  
سے حکومت کو کوئی مطلب نہ ہے گا۔ "نواب پیارے میاں نے  
پڑے مدھم سے بھی میں کہا۔ اور وجید بیگ کے دماغے شترے  
سے اڑنے لکھا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے واقعی وہ مر جائے ہے۔  
اور اس کے خوبصورت اور معصوم بچوں کا یہی حشر ہو رہا ہے۔  
"نہیں نہیں۔ خدا کے لیے ایسا ملت کرتا۔ میں آپ کے ساتھ  
ہر ممکن تعادن کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میرے بچوں پر ظلم نہ  
کر جائے۔" وجید بیگ نے بے اختیار چختے ہوئے کہا اور حکیم بڑھن  
کے چہرے پر فپاہر اسی مکراہر ریتکے لگی۔

"وجید بیگ صاحب ہم تو خود یہی چاہتے ہیں۔" دیکھنے۔  
ہمیں آپ سے اور آپ کے بچوں سے کوئی دشمنی نہیں۔ اور نہ ہی

"اوہ نہیں زیادہ سے زیادہ دو روز — اس سے زیادہ نہیں؛"  
پیارے میاں نے کہا اور پھر وہ حکیم ڈھن سے مخاطب ہوتے۔

"آئیے قبلہ چلیں آپ یقیناً کھڑے کھڑے تھک گئے ہوں گے۔  
ہم آپ سے دلی طور پر معدودت خواہ ہیں —" نواب پیارے میاں  
نے حکیم ڈھن سے مخاطب ہو کرہ کہا۔

"کوئی بات نہیں پیارے میاں — ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی؛"  
حکیم ڈھن نے کہا اور پھر وہ دونوں آگے تیکھے چلتے ہوئے تھے خانے  
سے باہر نکل آئے۔

محض وہ دبیر بعد وہ دونوں ایک بار پھر اُسی دفتر نماکمرے میں پہنچ  
گئے جہاں سے وہ چلتے ہتھے۔

"آپ کا کیا خیال ہے قبلہ — کیا وجید بیگ کام کرے گا۔"

نواب پیارے میاں نے کرسی پر بیٹھتے ہی حکیم ڈھن سے پوچھا۔  
"یقیناً — وہ گزر و قوتِ ارادی کا مالک ہے —" حکیم ڈھن  
نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے کسی کو اطلاع ہی فرگا۔  
اور اس کے اطلاع دیتے ہی ہمیں بھی اس کے اقدام کی اطلاع مل  
جائے گی — ہم نے اعظم کو خصوصی ہدایات دے دی ہیں کہ اس  
کا خاص طور پر خیال رکھا جائے" پیارے میاں نے کہا۔

"اصل خطرہ انہیں کسی سے ہو سکتا ہے تو میاں کی سیکرٹِ مردم  
اور خاص طور پر علی عمران سے ہو سکتا ہے —" حکیم ڈھن نے کچھ  
دبر کی خاموشی کے بعد کہا۔

نے اس بارے میں کسی کو اطلاع دی — تو پھر تمام تربذیمہاری  
آپ کی ہو گئی — آپ شاید سوچ رہے ہوں کہ یہاں سے جانے کے  
بعد آپ آزاد ہوں گے — ایسی بات نہیں۔ آپ تو کیا آپ کے  
معصوم پتھے آپ کی فرشتہ سیرتِ ایلیہ مدب یہاں آ سکتے ہیں اور  
پھر آپ کے سامنے آپ کے پتوں کے سکلے کاٹے جاسکتے ہیں۔  
آپ کی فرشتہ سیرتِ بیوی کی عزت پامالِ وسکتی ہے — آپ کا  
گھلام کاٹا جاسکتا ہے اور وہ کچھ کیا جا سکتا ہے جب کہ آپ تصویرِ جی  
نہ کریں — "پیارے میاں کے لمحے میں اس بار نہیں یک لخت غائب  
ہو گئی ہتھی۔ وجید بیگ کو ایوس محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی درندہ غزار یا نہ  
میں کسی کو نہیں بتا دیں گا آپ مجھ پر اعتماد کریں —" وجید بیگ  
نے قوراءٰ ہی جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہم آپ پر اعتماد کرتے ہیں۔ انہیں بندشوں سے آزاد  
کر دیجئے — بچاۓ کافی دبیر سے بندھے ہونے کی وجہ سے یقیناً  
تکلیف محسوس کر رہے ہوں گے" پیارے میاں نے اس بار  
پہلے جیسے نرم لمحے میں کہا اور اعظم اکبر نے آگے بڑھ کر بڑی پھر ق  
سے ان کی بندشیں کاٹ دیں۔

"انہیں تلم کبھرہ دیجئے اور اس کا استعمال بھی بتا دیجئے  
آپ وجید صاحب کب تک یہ کام کر سکیں گے" پیارے میاں  
نے پوچھا۔  
"مجھے ایک منٹ تا دیجئے —" وجید بیگ نے اپنے پیڑے حجاڑتے  
ہوئے کہا۔

ہونے اور پھر سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے ایک کمرے میں بیٹھ گئے۔ اس کمرے میں ایک طرف ایک آرام دہ پلنگ بچا ہوا تھا جیکہ دوسری طرف ایک تخت پوش موجود تھا۔ جس پر پڑی تبہتی جامدہ موجود تھی۔ پیاسے میاں نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر وہ ملحفہ غسل خانے کے دروازے میں داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر آئے تو انھوں نے بیاں تبدیل کیا ہوا تھا۔ سر پر دو گوشہ لوپی تھی۔ اور پاؤں میں بلکے سیپر تھے۔ وہ بڑے اطمینان سے ہلے ہوئے تخت پوش کی طرف پڑھے اور پھر انھوں نے تخت پوش پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ ان کے چہرے پر بے پناہ خشوش و خضوع پیک رہا تھا۔

ہم سمجھتے ہیں قبده۔ اس پلے تو ہم نے عمران میاں سے راہ درجم نکالی ہے۔ ہم اس سے ملتے رہیں گے اور اگر عمران میاں نے ذرا بھی ہمارے متعلق غلط سوچا تو عمران میاں کی گردان دوسرے لمحے صابن کی ٹیکھی کی طرح کٹ چکی ہوگی۔ آپ پیاسے میاں کے فن کو جھی طرح جانتے ہیں۔ آج بھی لوگ پیاسے میاں کے نام سے کاپنے ہیں؟ پیاسے میاں نے بڑے پر استاد بھی میں کہا۔

ہاں ہم اپنی طرح جانتے ہیں حضرت۔ ہم سے زیادہ آپ کو کون جانتا ہو گا۔ بھر حال پھر بھی ہوتیار ہیے۔ اب ہمیں اجازت دیجئے۔ ہم نے عثمار کی نماز کے بعد وظائف پڑھنے ہیں۔ صحیح انتشار اللہ ملاقات ہوگی۔ حکیم ڈھن نے اٹھتے ہوئے کہا اور پیاسے میاں بھی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

”تکلیف وہی پہم ایک بار پھر معدرت خواہ ہیں قبلہ حکیم صاحب۔“ پیاسے میاں نے کہا۔

”آپ ہمیں شرمندہ فرمائے ہیں پیاسے میاں خدا حافظ۔“ حکیم پڑھنے مسکرا تے ہوئے کہا اور پھر وہ چھڑی کا سہارا یے کسکے سے باہر نکل گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی جیسے ہی دروازہ بند ہوا۔ پیاسے میاں تیزی سے میڑ کے پیچھے سنکلے اور پھر انپی لپشت پر موجود الماری کی طرف بڑھے۔ انھوں نے الماری کے دلوں پٹ کھول کر ایک موجود خالوں میں پا چھڑ ڈالا۔ ایک بلکہ سی کھٹک کی آداز ابھری اور حانے تیرتی سے داہیں بائیں سمتیں چلے گئے۔ اب دوسری طرف ایک دروازہ لنقر آ رہا تھا۔ وہ اس دروازے میں داخل

نے تیز لمحے میں کہا۔

”آپ کی ذرہ نوازی ہے حضور کہ آپ نے محمد حبیر کو اس قابل  
کہا۔ آپ کی اس حضرت افزائی پر میں آپ کا تھا دل سے مشکور  
ہوں۔ فرمائیے قبلہ میں آپ کی کیا خدمت بجا لاسکتا ہوں۔“ عمران  
نے کہا۔

”اوہ آج کہیں لکھنؤ سے تو نہیں ہو آئے۔— طریقہ حاضری اردو یا  
ہے ہو۔“ سرسلطان نے بہستہ ہوئے کہا۔

”اجی قبلہ— میں کیا اور میری اردو کیا۔“ تو سب آپ کے فیضان  
نظر کا کر شتمہ ہے۔ درنہ میں تو دی قوالوں کے ”یچے بیٹھ کہتا یاں بھانے  
الاعمران میاں ہوں۔“، عمران کی زبان قلنی کی طرح چل رہی تھی۔  
”میں تمھیں اچھی طرح جانتا ہوں شیطان۔— بہر حال ایک صدری  
اطلاع تھیں دینی تھی اگر تم میرے پاس آجائو تو بہتر ہے۔“  
سرسلطان نے کہا۔

”معاف فرمائیے۔ رات کو گھر سے باہر نکلنا شریغوں کا شیوه نہیں  
ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ رات کو باہر جن بھوتوں کا راجح ہوتا ہے۔  
اور آپ جانتے ہیں کہ ہمیں یعنی بھوتوں سے ٹرانخوت آتا ہے آپ فرمائیے۔  
وہ کیا صدری اطلاع ہے۔ جس کی خاطر آپ یوں پریشان ہو رہے ہیں؟“  
عمران نے جواب دیا۔

”وہ اطلاع وون پر نہیں دی جاسکتی۔ اگر تمھیں اپ کو فی صدری  
کام ہے تو پھر صحیح دفتر میں آ جاتا یا اگر تم کہو تو میں خود تمھارے پاس  
آ جاؤں۔“ سرسلطان نے سپاٹ لپجھ میں کہا۔

حسامان نے سرسلطان کے بہر ڈائل کیے اور پھر سیور کان  
سے لگائے بڑے مطمئن انداز میں صوفی کی پشت سے ٹک کیا۔ دوسری  
طرف لکھنی نج رہی تھی اور پھر سیور اٹھائے جانے کی آذ سنائی دی۔

”یہ کون بول رہا ہے۔“ آواز سرسلطان کے ذاتی ملازم  
عبدالکریم کی تھی اور عمران اس آواز کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔

”اجی قبلہ محترم عبدالکریم صاحب عفی عنہ۔“ آپ کے بڑے  
صاحب حضرت سلطان العالم تشریف رکھتے ہیں کیا۔“، عمران  
پر ابھی تک پیاسے میاں کے انداز کا اثر موجود تھا۔

”عمران صاحب آپ۔“ سرآپ کا انٹنلار فرمائے ہیں۔  
ایک منٹ ہو لڈ کیجئے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران مسکرا  
دیا۔ چند لمحوں بعد ہی سرسلطان نے تیز لمحے میں کہا۔

”عمران میں کتنی دیر سے تمھیں تلاش کر رہا ہوں۔“ سرسلطان

بھائیں کو رہا ہے۔ اپنی غربت پر ماتم بپا ہے۔ چو لھے سے نکلنے والی آہ و فغان کی آوازیں تو آپ بھی سن ہے ہوں گے۔ ”سیمان نے عمران کے انداز کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ آپ تو ترا لی ہی بھروسی سناتے ہیں۔ آپ کو بادر جی رکھنے کے بعد تو ہماری بھوک سے یاری پہنچئی ہے۔ بہر حال بھیک ہے آپ بھی چو لھے کی آہ و فغان میں شامل ہو جائیں اور ہمارا فکر نہ کریں۔ ہم آج رات سرسلطان کے ہاں خاصہ تنادل فرمائیں گے۔“ عمران نے جھنجھلانے ہوئے لمحے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سرسلطان کے ہاں آپ تو کیا ملے گا۔ زیادہ سے زیادہ مرغی کا گوشت۔“ سیمان نے پر اسلامہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ ”ظاہر ہے موٹگ کی دال سے تو بہتر ہے۔ اور آج تو وہ بھی ناپید ہے۔“ عمران نے صوفی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”پرستی اسی کا نام ہے۔ بہر حال کیا کیا جائے۔ تشریف لے جائیے۔ بخوبی ہوئے تیتر آج میں آیلا ہی کھاؤں گا۔ مجبوری ہے۔“ سیمان نے سر چٹکتے ہوئے جواب دیا اور تیزی سے واپس ہٹکیا اور عمران کے بیوں پر کراہبٹ بھیلیتی پیلی گئی۔

”اچی وہ قبلہ۔ سینے تو سہی وہ تیز۔۔۔۔“ عمران نے آداز لگاتے ہوئے کہا۔

”وہ آڑ گئے۔“ دور سے سیمان کی آواز سنائی دی اور عمران سر جھکائے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ظاہر ہے اب سیمان کہاں بات سننے والا ہتا۔

”اوہ ہو قتل۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ ہمارا غریب خانہ اس قابل کہاں کہ آپ اسے رد ق بخششے کے قابل سمجھیں۔ ہم خود ہی حاضر ہو جاتے ہیں۔“ بیکن آپ کو ہمارے لیے رات کا کھانا تیار کرنا پڑے گا۔ ہمارا باور پی حضرت سیمان جہاں آج کل ہم سے ناراض ہیں۔ اور ہم گذشتہ دو روز سے آنسوپی ہے ہیں اور علم کھالی ہے ہیں؟ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ اچھا اچھا۔“ میں سمجھ گیا۔ بہر حال تم آجاو۔ کھانا تھیں مل جائے گا۔ میں تمہارا انتظار کر دیں گا۔“ سرسلطان نے بہشتے ہوئے کہا۔

”میں ابھی سر کے بل حاضر ہوا حضور۔ کھانے سے انکار تو کفران نعمت ہے۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”سیمان اچھی قبیلہ حضرت سیمان پاشا صاحب۔“ عمران نے رسیور رکھتے ہی زور سے ہانک لگانی۔

”جی فرمائیے۔“ دوسرے لمبے دروازے سے سیمان کی آواز سنائی دی۔

”حضرت رات کے کھانے کا کیا اہتمام ہے۔ بھوک سے پیٹ میں موش ہائے نرم گوش پھدر کتے پھر ہے ہیں۔“ عمران نے بڑے خالک سدا بیجھ میں کہا۔

”اگر آپ ان موش ہائے نرم گوش کو باہر نکال دیں تو میں ابھیں پکا کر آپ کے حصوں پیش کر سکتا ہوں۔ ورنہ تو بادر جی خانہ بھائیں

"ہمپر ڈان تکلفات کو۔ بیٹھو۔" سرسلطان کے لیے میں  
لیے ہی سمجھدی تھی۔ وہ شاید اس لیے ضرورت سے زیادہ سمجھدی  
وہ سرسلطان کی کوئی کیٹ پر نجح کر رکا اور اس نے ہارن دینے  
شروع کرتے ہیے۔ چند لمحوں بعد کوئی سماں کا گیٹ کھلا اور ملازم باہر آگیا۔  
باشندے تھے کہ عمران کو جیر کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا۔

"اَنَا بِاللّٰهِ وَ اَنَا اِلٰهٌ سُاحِلُوْنَ۔ اللّٰهُ تَعَالٰی مَغْفِرَتٍ فَرَمَّاَءَ۔  
اَذَا دَمْرَدْهَقَّاً۔" خسروں نے بھی کُرسی پر بیٹھتے ہوئے ہرے  
سنجدہ لیجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے باقاعدہ  
فاتحہ کے لیے ہاتھا ٹھاٹھا دیے۔

"کیا مطلب یہ کیا بکو اس ہے۔" سرسلطان کے لیے میں  
اس پاڑھنے جعلہ ہوت تھی۔

"مر نے دالے کے لیے مغفرت کی دعا مانگتا اور فاتحہ خواہی بکو اس  
اہی ہوتی بجا یہ ہر سلطان پر فرض ہے اور الحمد للہ آپ بھی سلطان  
یہ۔" عمران نے ہرے سنجدہ لیجے میں کہا۔

"کون مرگیا ہے کس کی فاتحہ خواہی کر رہے ہو۔" سرسلطان  
نے جیراں ہوتے ہوئے بوجھا۔

"لے کوئی تہیں مرا۔ وانتی۔ پھر آپ اتنے سنجدہ یا لکھ رنجیدہ  
بھوں ہوئے نیٹھے میں بیس سمجھا کوئی مرگیا ہے۔" عمران نے ہاتھ  
چیخ کرتے ہوئے حیرت پھر لیجے میں کہا اور سرسلطان نہ چاہتے  
ہوئے بھی مسکرا دیے۔

"تم سے خدا بچاۓ۔ بھر عالیہ فائل دیکھو۔" سرسلطان  
نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک طرف پڑی ہوئی سرخ رنگ کی

نھ توڑی دیر بعد اس کی پیورٹس کار تیزی سے سرسلطان کی رہائش گاہ  
کی طرف پڑھی جا رہی تھی۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد  
وہ سرسلطان کی کوئی کیٹ پر نجح کر رکا اور اس نے ہارن دینے  
شروع کرتے ہیے۔ چند لمحوں بعد کوئی سماں کا گیٹ کھلا اور ملازم باہر آگیا۔  
"اجی قبلہ حضور۔ اس جنت الفردوس کا در تو کھو لیے۔"  
عمران نے کار کی کھڑکی سے سر باہر نکلتے ہوئے زور سے کہا۔  
"اوہ عمران صاحب آپ۔" ملازم تر منستہ ہوئے کہا اور  
پھر جلدی سے واپس ہو کر چیزوں کھڑکی میں غائب ہو گیا۔ وہ سرے  
لمحے پھاٹک کھلا اور عمران کا اندر پوریح میں لے گیا۔ پوریح میں کار روک  
کر وہ نچے اتر اور برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا سیدھا سرسلطان  
کے ذریقی طرف پڑھتا چلا گیا۔ یہ دفتر سرسلطان نے رہائش گاہ  
سے باہکل علیحدہ کرکے میں بنایا ہوا تھا اور چونکہ اس کی بی جل رہی  
تھی۔ اس لیے عمران سمجھ گیا کہ سرسلطان دفتر میں موجود ہوئے۔  
"پہلے گاہی سلطان اس سلطان اس سلطان کی خدمت میں بندہ حیر  
حاضری دے سکتا ہے۔" عمران نے دروازے میں ہی رک کر ہانک  
لگاتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ کیا ڈرامہ کرننا شروع کر دیا ہے تم نے۔" سرسلطان نے  
خشکی میں لیجے میں کہا۔ وہ میر کے چیچے ریپاونگ چیئر پر بیٹھنے ہوئے تھے۔  
"اجی یہ ڈرامہ نہیں ہماری قومی تہذیب کے حضور۔ خالص مشرقی  
تہذیب جس کے حق میں آپ بھی تقریریں لگرتے رہتے ہیں۔" عمران  
نے اندر آتے ہوئے کہا۔

فائل عمران کی طرف پڑھا دی۔ وہ عمران کو اب ہر مر گفتگو کا موضع شاید نہ دینا چاہتے تھے۔ "اگر فائل دیکھنے سے خدا آپ کو بچا سکتا ہے تو بچپن میں ضرور فائل دیکھو لیتا ہوں۔ بچت دیسے بھی قومی ضرورت ہے اور خدا کی وجہ تو بہت پڑی بجت ہے بس بھال کر رکھیے کام آئے گی۔" "عمران نے کہا اور فائل کھول کر دیکھنے میں مصروف ہو گا۔ سرسلطان نے کوئی جواب نہ دیا خاموش بیٹھے رہے۔ فائل میں صرف ایک صفحہ تھا۔ اور عمران حوزہ سے اُسے پڑھتا رہا۔ یہ ایکریمین سی آفی اے کی طرف سے وزارت خارجہ کے نام لکھا ہوا ایک خط تھا۔ جس میں تھی آفی۔ اے کے سربراہ نے مطلع کیا تھا کہ حکومت ایکریمیا اور پاکیشیا کے درمیان جو خفیہ معاملہ ہو رہا ہے۔ اس کو سیوتاش کرنے کے لیے کچھ ملک مر گرمی سے کوئی کوشش کر رہے ہیں۔ اور خاص طور پر ہمسایہ ملک کافرستان کے متعلق آگاہ کیا گیا تھا کہ وہاں سے یہ اطلاع ملی ہے کہ ان کی پیشہ سیکرٹ ایجنسی اس سلسلے میں سرگرم عمل ہے۔

"یہ کس معاملہ کی بات ہو رہی ہے۔" "عمران نے فائل کو پڑھنے کے بعد بند کر تے ہوئے پوچھا۔ اس کے لمحے میں

پس پار خود بخود بندگی عواد کر آئی تھی۔ "حکومت ایکریمیا اور پاکیشیا کے درمیان ایک خفیہ دفاعی معاملہ ہے۔ یہ کیونکہ پاکیشیا کے گرد حالات انتہائی سنگین ہو رہے ہیں۔ اس بیان نے معاملہ کی بات چیز کی اور چونکہ ایکریمیا بھی ان حالات

میں دلچسپی لے رہا تھا۔ اس لیے وہ بھی راضی ہو گیا۔ اب اس کی تمام شفیقیں اصولی طور پر طے پا گئی ہیں۔ صرف دستخط ہونے باقی میں۔ حکومت ایکریمیا اور ہم نے اپنے معروضی حالات کی بناء پر لے سے ٹاپ سیکرٹ رکھا تھا لیکن اس اطلاع کے ملنے پر حکومت بے حد پریشان ہو گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ معاملہ یک آؤٹ ہو گیا ہے اور اس کے لیکن آؤٹ ہونے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایکریمیا دنیا بھر میں موجود پاکیشیا کے خلاف لافی آسمان سر پر اٹھا لے گی۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ معاملہ ہری تکمیل تک نہ پہنچے۔" سرسلطان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایکریمیا خود اس سلسلے میں چیکھے ہٹتا چاہتا ہو۔ اور اس کے لیے اس نے یہ بہانہ بتایا ہو بادوسرا صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لیکج ایکریمیا میں ہوئی ہو۔" عمران نے جھوٹ کر تے ہوئے کہا۔

"ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن بہر حال ہمارے لیے انتہائی پیشان کی مسئلہ لھڑا ہو گیا ہے۔ خاص طور پر اس اطلاع پر کہ سرگرم عمل ہے؟" کافرستان کی پیشہ سیکرٹ ایجنسی اس سلسلے میں سرگرم عمل ہے۔ سرسلطان نے پریشان لمحے میں کہا۔

"لیکن اب پریشانی کی بات پر ہے۔ یہ بات میری تجھے ساتھی بخود بخود بندگی عواد کر آئی تھی۔" مادر ہے۔ ابھی معاملہ مکمل نہیں ہوا۔ جہاں تک لیکج کا تعلق ہے کہ خاطر سے ظاہر ہوتا ہے کہ لیکج ہو چکی ہے۔ بچپر کیا مسئلہ باقی رہ گا؟" اس بیان نے حیرت بھرے لمحے میں پوچھا۔

”بی بات نہیں لکھ کے خلاف، علمی کاظمہار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر اس معاملہ کی ابتدائی کاپی باہر آگئی تو اس میں موجود شفیقیں سلمنے آجاییں گی اور وہ ہم نہیں جانتے یہ ہمارے پیسے زیادہ خطرناک ثابت ہو گا۔“ مرسلاطان نے بھارتے ہوئے کہا۔

”تو اس معاملے کی فائل اس وقت کہاں ہے۔“ عمران نے سر بلاتے ہوئے پوچھا۔

”میرے محکمے کے ریکارڈ روم میں۔“ مرسلاطان نے جواب دیا۔ ”تو یہ فائل مجھے دستیح قصہ ختم۔“ عمران نے اپنے طور پر اس کا فیصلہ کرنے کا حل پتا تے ہوئے کہا۔

”ابھی چونکہ یہ مکمل نہیں ہوا اس لیے۔“ بخداۓ حوالے نہیں کیا چاکتا۔ کیونکہ اس کی شکتوں پر مزید غور و فکر ہو رہا ہے۔ تاکہ جلد از جلد اسے تکمیل کر پہنچا دیا جائے۔“ مرسلاطان نے مایوسانہ لپجھے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر ایسا کیجئے کہ اس کی حفاظت کا معمول انتظام کر دیجئے۔“ اس سکے اسے مکمل کرنے کی کوشش کیجئے۔ میرزاں سلسلے میں آپ کی کیامد کر سکتا ہوں۔“ عمران نے اُمتحنے کرنے لپجھے میں کہا۔ معلمے کی شجدگی کی وجہ سے اس کا لکھنوات الامود مکابر غائب ہو چکا تھا۔

”ابنی طرف سے تو انتظامات بہت لچھے ہیں اور مجھے یقین ہے اہر مسودہ باہر نہیں آ سکتا۔ البتہ مجھے خطرہ صرف کافرستان کی بیانیں سیکرٹ ایجنٹی کا ہے۔“ مرسلاطان آخر کار مطلب کی پامن۔

پڑ گئے۔

”ہاں اس کا تو مجھے بھی خیال نہیں رہا۔ اس ایجنٹی کا نام پہلی بار سننے میں آیا ہے۔ اس سے قبل تو ایسی کسی ایجنٹی کا نام نہیں رہتا تھا۔“ عمران نے چونکے ہوئے کہا۔

”میں نے اسی سلسلے میں ڈن پریسی۔ آئی۔ اے کے سربراہ سے بات کی تھی۔ اُنھوں نے بتایا مختاکہ کافرستان نے یہ نئی ایجنٹی قائم کی ہے۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق کافرستان کی پہلے سے موجود سیکرٹ سروس اور زیر و سروس سے پاکیشیاں کی سیکرٹ سروس اپنی طرح واقف ہے۔ چنانچہ وہ تھے انداز کے نئے لوگ یہاں معاملہ حاصل کرنے کے لیے تجویز گے۔“ مرسلاطان نے جواب دیا۔

”اچھا یہ سمجھ گیا۔ لیکن ایک اور بات بھی ہے کہ یہ لوگ ہماری بھلے اس معاملے کی کاپی اڑا لیں تو پھر۔“ عمران نے کہا۔

”یہ بات نہیں۔“ معاملے کی صرف ایک ہی کاپی ہے اور وہ ہماری تجویز میں ہے کیونکہ اسی کی مطلوب شفیقی ہم نے اپنے مقاصد کے تحت تیار کرنی ہے۔ اس لیے اس کا ایکری بیان سے حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ مرسلاطان نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

”تو اس کا ایک ہی حل ہے کہ آپ ریکارڈ روم کی نگرانی سخت کر دیں۔

ظاہر ہے کافرستان کی پیشیں سیکرٹ ایجنٹی اس سلسلے میں کام کے لگ تو کوئی تھا کوئی سامنے آئے گا۔“ پھر اس ایجنٹی کو بھی دیکھیا جائے گا۔“ عمران نے جواب دیا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اپنے کو فی آدمی یہاں بھجوادو۔ اس طرح مجھے اطمینان رہے گا۔ وہ خصوصی طور پر روڈ فائل کی نگرانی کرے گا۔"

سرسلطان اپنے اصل مقصد پر آہی گئے۔

"بھیک ہے بھجوادیتا ہوں۔ ریکارڈر م کا اپنارج کون ہے؟"

عمران نے پوچھا۔

"وجید بیگ ہے۔ خاصا پرانا اور یا استاد ملازم ہے۔"

سرسلطان نے جواب دیا۔

"تو میں صدر کو بھجوادیتا ہوں۔ اب لوراسٹنٹ ریکارڈر کیس پر وہ خود ہی سنبھال لے گا۔ مگر دفترِ ٹائم کے بعد۔"

عمران نے کہا۔ دفترِ ٹائم کے بعد ریکارڈر م بند ہو جاتا ہے اور سانسی انتظامات کے علاوہ دہان فوج کا پھرہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس وقت اس معاملے کے نکلنے کا ایک فیسٹد بھی چانس باقی نہیں رہتا۔" سرسلطان نے جواب دیا۔

"اوہ کے پھر صدر صبح پہنچ جائے گا۔ آپ اس کی لقریبی کے احکامات ریکارڈر م میں بھجواد تکھنے گا۔ اور سنئے میں بخشنے ہوئے تیر چپور کر آیا ہوں۔ سبیمان اب آبیلا بیٹھا مازے سے دعوت اڑا رہا ہو گا اور آپ بیس باتوں سے ہی ٹرخائے چلے جائے ہیں۔"

عمران نے بے اختیار پیٹ پر ماتحتہ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا اچھا۔ آؤ میں نے کھاتے کا کہہ دیا تھا۔ تیار ہو گا اُب تک سرسلطان بہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور عمران کے چہرے پر بیوں روشن آگئی جیسے صد بیوں کے بھوکے کو کھلنے کی خوشخبری سنادی گئی ہو۔"

سپرنٹینڈنٹ فیاض صبح صبح دفتر میں آکر بیٹھا ہی جتنا کہ چھڑا سی نے اندر آکر سر رحمان کے دفتر میں بیاد بکے جائے کی اہل دعویٰ اور پسزٹنڈنٹ فیاض کا پیکتا ہوا چھرویک لخت بچھ گیا۔ صبح صبح بھی سر رحمان کے سامنے حاضری ائینے کا مطلب تھا کہ سارا دن بوہی گز کے سکھا۔ بیکن حکم حاکم مرگ مفاجا ت سو پر فیاض جدنے پر مجبور رہتا۔

"اچھا آرہا ہوں۔" اس نے چھڑا سی کو رعب دا لیجے میں جواب دیا۔ بیکن اندر سے اس کے دل میں ہول اٹھا لیے تھے برمھات کا صبح صبح یاد کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اور یہ خطرہ کس قسم کا تھا۔ اس سے سو پر فیاض قطعاً آگاہ نہ تھا۔ اس نے کیپ سر پر رکھی اور پھر پنے دفتر سے نکل کر وہ سر رحمان کے دفتر کی طرف ٹھیٹھا گیا۔ سر رحمان کے دفتر کے دروازے پر کھڑا ہوا چھڑا سی فیاض کو دیکھ کر دھیر سے سکرا دیا اور پھر اس نے آکے ٹرھ کر چک اٹھادی۔ اور

شیری غصہ جدک رہا تھا۔

”س۔ سر۔ دفتر ہے۔ دفتر۔“ سورپر فیاض کے طوطے اڑ  
گئے۔ پھرے پر ہوایاں اڑنے لگیں۔

”تو دفتر میں ایسے آتے ہیں یوڈی کلوں کی پوری شیشی بیس پرالٹ  
کر آتے ہیں۔ تکھو میک آپ بھی کر لینا رہتا۔“ اور اگر سکھ میں موٹی  
کا ہار ڈال دیتے تو دفتر کے آداب مکمل ہو جاتے۔“ سر رحمان نے  
انہیں لفڑی بھیجیں کہا۔

”س۔ سر۔ غلطی سے گرگئی بھی سر۔۔۔۔۔“ سورپر فیاض  
بڑی طرح گھبرا گیا۔ اس کی تو عادت بھی کہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے کلوں  
کی تقریباً پوری شیشی ہی بیاس پر سیرے کر کے آتا تھا۔ اب یہ  
اس کی پستہ متی بھی کہ صحیح صبح حاضری ہو گئی بھی۔

”کیا کہ گئی بھی۔“ سر رحمان نے غصہ سے پھینکتے ہوئے کہا۔  
”س۔ سر۔ شیشی۔ یوڈی کلوں کی شیشی۔“ فیاض نے  
بڑی طرح گھبراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر تم فرش پر لوٹتے ہے ہو۔“ سر رحمان نے غصیلے  
لہجے میں کہا۔

”ن۔ س۔ سر۔ میں کہ بیاس پر گرگئی بھی۔“ فیاض بُکھرا  
چکا تھا۔

”ہوں تو تمھارے بیاس پر شیشی گرگئی بھی اور تمھارے بیاس  
اور بیاس نہ تھا۔“ سورپر فیاض تم ایک ذمہ دار جہدے پر فائز  
ہو اور تمھارے بیچوں پچھے نمچھے رطعاً پسند نہیں ہیں۔ آئندہ اگر تم اس

کو قی موقع ہوتا تو سورپر فیاض جپڑا سی کو اس طرح مسکراتے دیکھ کر  
غضہ سے پاگل ہو جائے۔ لیکن اس وقت اس کے سر پر سر رحمان  
سوار رہتے۔ اس لیے اس نے کوئی خیال نہ کیا اور لوینیفارم کو ٹھیک  
کرتا ہوا وہ اندر چلا گیا۔

”سر آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا۔“ سورپر فیاض نے میز کے قریب  
ہنچ کر ٹپٹے مودیا نہ لججے میں کہا۔ کیونکہ سر رحمان تسبی مولیٰ سی فائل  
میں مگر تھے۔ اخفیں سورپر فیاض کے اندر آنے کا احساس تک نہ  
ہوا تھا۔ دیسے بھی کمرے میں بچھے ہوئے دہیز قالین کی وجہ سے قدموں کی  
آواز ابھرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

”اوہ بیچھو۔“ سر رحمان نے چونکہ سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ان  
کے لیے میں معمول کی سختی بھی۔ اس لیے سورپر فیاض کی جان ہیں جان  
آنی۔ اور وہ اطمینان سے سامنے رکھی کر سی پر بیچھے گیا۔ اگر کوئی خاص  
بات ہوتی تو سر رحمان کا بچھہ خلاف معمول زیادہ سخت ہوتا۔

”سر رحمان فور سے سورپر فیاض کو دیکھتے ہے۔“ ان کے چہرے  
پر سختی لمحہ یہ لمحہ زیادہ ہوتی جا رہی بھی۔  
سورپر فیاض ان کے اس طرح دیکھنے سے گھبرا گیا۔ اس کے جسم  
میں ہلکی سی بے چینی واضح ہونے لگی۔

”نم دفتر آئے ہو۔“ اچانک سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔  
”یہ س۔ سر۔ یہ س۔ سر۔ ابھی ابھی آیا ہوں سر۔“ سورپر فیاض  
نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے گھبرا کر جواب دیا۔  
”یہ دفتر ہے یا کوئی رقص گاہ۔“ سر رحمان کی آدازب سے

شرع ہو گئیں اور پھر اسے یاد آگیا کہ صحیح ہی صحیح اس نے تو آئینے میں اپنی ہی شکل دیکھی تھی اور وہ ہونٹ بچنچ کر رہ گیا۔

سنو میں نے بتھا کے یہے ایک کام یا ہے لیکن اگر تم نے اس کام کی ہوا بھی اس حق عصر ان کو لکھنے دی تو میں اپنے ہاتھوں سے نہیں گولی مار دوں گا۔

”سر آپ پے فکر رہیں۔ آپ کے حکم کی تعییں ہو گی۔“ فیاض نے ان کا لجھ نہ رہتے ہی اٹھیان کا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

”صدر مملکت نے یا تو ہی با توں میں جب سیکرٹ سروس کی تعریف کی تو مجھے بہت غصہ آیا۔“ میں نے ان سے کہا کہ سیکرٹ سروس کو آپ نے خواہ مخواہ سرخڑپھار کھا ہے اگر آپ ہمیں کام دیں تو ہم یہی بتا سکتے ہیں کہ ہماری یحثیت کیا ہے۔“ سر رحمان نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

ظاہر ہے وہ سوائے دل میں سورۃ لیسین پڑھنے کے اور کیا کر سکتا تھا۔ سیکرٹ سروس کے حوالے کے بعد اسے معلوم تھا کہ کوئی خاص مارڈ یا اٹپ کا کام اس کے ذمہ لگایا جا رہا ہے کسی میں الاقوامی مجرم کو پکڑنے کا۔ اور فیاض جانتا تھا کہ سمجھدیں اور منشیات ذروشوں اور حکومت کے خلاف سیاسی بیانادوں پر کام کرنے والوں کے علاوہ یہ میں الاقوامی قسم کے مجرم اس کے لیں کاروگ نہ تھے لیکن اسے معلوم تھا کہ اس نے ذرا بھی زبان ہلائی تو سر رحمان شاید اٹھکر اسکا گلاہی گھونٹ دیں گے۔ اسی لیے چیکا بیٹھا رہا۔

”بھری اسیات پر صدر مملکت نے بڑے طنز یہ انداز میں ایک

طرح خوشبو لگا کر دفتر میں آئے تو کھڑے کھڑے ڈسمس کر دوں گا سمجھے۔“ سر رحمان نے پھنکا تے ہوئے کہا۔

”بیس سر بیس سر۔ آئندہ ایسی غلطی نہ ہو گی۔“ سوری سر۔“ فیاض نے جواب دیا۔

”وہ احمدن آج تکل کیا کر رہا ہے۔“ اچانک سر رحمان نے نہم لمحے میں پوچھا۔

”احمق۔ کون سر۔ کون احمد۔“ سوری فیاض کرڑا گیا۔ اب اس سے کیا معلوم کہ سر رحمان کس احمد کی بات کرتے ہیں۔

”وہی ہمارا۔ اور کون۔ مجھے روپورٹ ملی ہے کہ مختاری اس سے کھڑی چھنتی ہے۔“ سر رحمان تے کہا۔

”نہیں سر ایسی تو کوئی بات نہیں۔“ میری تو اس سے ملاقات ہی نہیں ہوتی سر۔“ فیاض نے جواب دیا۔

”تو میں غلط کہہ رہا ہوں۔“ مجموع بول رہا ہوں میں۔“ سر رحمان پہلے سے بھی اکھڑ گئے۔

”مم۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں سر۔ آپ پسچ کہہ ہے ہی سر۔“ فیاض بوکھلا کر بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

”ہوں۔“ سر رحمان نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔“ بلیں جو تم کھڑے کیوں ہو گئے۔“ سر رحمان نے غصیلے لمحے میں کہا۔

اور سوری فیاض ایک بار پھر بیٹھ گیا۔ اب وہ انہیں کیا بتاتا ہے وہ کیوں کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ بجائے آج صحیح کس مخصوص کی شکل دیکھی تھی کہ دفتر آتے ہی جھاڑیں پڑتا

پنانا ہے۔ سمجھئے ”، مرحومان نے کہا۔  
”یہ سمجھو گیا ہوں ”، فیاض نے جواب دیا۔ ظاہر ہے اس  
کے سوارہ اور کہہ بھی کیا سکتا تھا۔

”تو بتاؤ تم سام کا آغاز کیسے کرو گے۔“ سر رحمان نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور فیاض کا دماغ بھک سے آڑ گیا۔ اُسے تو اس ملکے کیس کے سر پیر کی ہی سمجھنہ آئی تھی۔ وہ بتا تاکیا یہیکن جواب بھی دیتا تھا۔

”سرپیشل سیکرٹ اجنسی کو پکڑ لوں گا۔“ فیاض نے بوکھلائے ہوئے بچے میں جواب دیا۔

"ہاں وہ تھا سے دفتر کے سامنے ہاٹھ جوڑے کھڑی ہوگی تاکہ  
تم اس کے پا بھلوں میں ہتھ کڑیاں پہنائے کرو۔" مرحوم  
نے غصہ سے پیختے ہوئے کہا۔

”سے سر سر .....“ گیاں پوکھلا کہ کچھ کہنے لگا پھر  
خاموش ہو گیا۔

”سلو قم نے آپنے آدمیوں سے وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کی بہر پر نگرانی کرانی ہے — اور اس کے ساتھ ساتھ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے کسی پا خدیار آدمی کو اغوا کر کے اس کی جگہ اپنا کوئی آدمی بچھ دو۔ تاکہ مخفیں لمحہ یہ لمحہ حالات کی خبر ہوتی رہے جیسے ہی پیش سیکرت اینسٹی گرٹ کے آدمی یہ خالی اڑائی کے یہ شوش کر لے گے وہ ہماری نفلوں میں آ جائیں گے اور ہم آسفی سے انھیں بیٹھ کر لے گے — ”سر رحمان نے اس بارہ خود ہی لائیں اف

فتنکیں بیری طفرہ رڑھادی اور ساتھ ہی کہا کہ یہ مجھے کام اور مجھے بتکیے کہ منٹرل ائیسلی جنس واقعی سیکرٹ سروس سے زیادہ فعال ادارہ ہے۔ ”سر جمانت نے ملکے لئے

”یہ سر“ فیاض نے جواب دیا۔  
”کیا یہ سر میں سر لگا رکھی ہے — یو لو کیا تم یہ کام کرو  
گے۔ یہ انتیلی جس کی عزت کا سوال ہے —“ سر رحمان ایک بار  
پھر اس پر آٹ پڑے۔

”بائکل سر پا محل فیاض ایک پار پھر لو کھلا گیا۔  
”تو اسے پڑھو اور مجھے بتاؤ کہ تم کام کا آغاز کہاں سے کر دے گے؟“  
سر جھان نے ایک طرف پڑھی ہوئی فائل اٹھا کر اس کے سامنے پھینکتے  
ہوئے کہا — فیاض نے بادلِ نجاستہ فائل اٹھائی اور اسے کھوں  
کر پڑھنے لگا۔ فائل میں صرف ایک صفحہ تھا اور یہ خط سی آفی اے  
کے سر برآہ کی طرف سے لکھا گیا تھا — اور دنارت خارجہ کے  
نام تھا۔ فیاض اسے پڑھتا رہا یہیں پورا خط پڑھنے کے باوجود اس  
کے پلے کچھ بھی نہ پڑا — یہیں ظاہر ہے اگر وہ یہ یات کر دیتا تو  
سر جھان اسے امر تھا سر بانگ کر دئتے ہے۔

سر رحمان پیاس کے لئے بڑا سرگرمی میں مسٹر پیاس کے بڑے موڈ باتیں لے جائیں گے۔  
”لیس سر“ پیاس نے فائل بندکر کے بڑے موڈ باتیں لے جائیں گے۔  
واہ! سر رحمان کی طرف ٹھاٹھا تے ہوئے کہا۔

سنویہ انتہائی اہم کام ہے۔ معاهدے کی کاپی وزارت خارجہ کے ریکارڈ رسم میں محفوظ ہے۔ کافستان کی سپیشل سیکرٹ ایجننسی اس معاهدے کی کاپی اڑانا چاہتی ہے جسے ہم نے ناکام

ایکشن بتاتے ہوئے کہا۔

"باسکل ٹھیک سر۔۔۔ یہ پاسکل ٹھیک ہے۔۔۔" فیاض نے  
پوس خوش ہوتے ہوئے جواب دیا جیسے اس نے مجرم پکڑ لیے ہوں۔  
"کسے انوار کردے گے۔۔۔" سر رحمان نے ایک بار پھر سوال  
جڑ دیا۔

"وزارت خارجہ کے ریکارڈر مم کو سر۔۔۔" فیاض نے فوراً  
جواب دیا۔

"شہزادیوناں امتحان۔۔۔" ریکارڈر مم کو انوار کرد  
گے۔۔۔" سر رحمان کا پارہ یک لخت آخری درجے پر بیٹھ گی۔۔۔ او  
نیاض یوں سہم گیا جیسے اس سے زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہو گئی  
ہوا اور اب کسی بھی لمحے اس کے سر پر چوتے پڑنے والے ہوں۔  
"مم۔۔۔ میرا مطلب تھا سر ریکارڈر کی پیر کو۔۔۔ ریکارڈر کی پیر کو سر۔۔۔"  
نیاض نے پری طرح سمجھے ہوئے ہیجے میں کہا۔

"ریکارڈر کی پیر بہت ذمہ دار عہدے دار ہے۔۔۔ اُس سے انوار کرنے  
تے مختار آدمی مشکل میں بھیس جائے گا۔۔۔ اس کا کوئی استثنہ ہوتا  
نہیں۔۔۔" سر رحمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بہت بہتر سر۔۔۔ ٹھیک ہے سر۔۔۔" فیاض نے فراہی تائید  
کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ سنو۔۔۔ پوری طرح ہو شیار رہتا اور مجھے کی روپرٹ دینا۔۔۔  
اب جادہ اور انتظامات کرد۔۔۔" سر رحمان نے کہا۔ اور فیاض یوں  
انٹکر کہہ تیزی سے در دازے کی طرف مڑا جیسے ایک لمحہ کی بھی دنیا ہو گئی۔

تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

"مکھرو۔۔۔" اچانک سر رحمان نے کہا اور فیاض جو دروازے  
کے پس پہنچ چکا تھا سٹھنک کر کر گیا اور پھر آہستہ آہستہ واپس  
مڑا۔ اس نے پھر کر پر بے چارگی طاری کھتی۔

"سنوا اگر عمران کو تم نے اس کیس کی ہوا بھی لگنے دی تو مجھے نے  
بڑا کوئی نہ ہو گا۔ وہ ایکسو کا ٹاؤن ہے۔ وہ انھیں روپرٹ فرے کر  
ہمارا سارا الکبیل بگاڑ دے گا۔۔۔" سر رحمان نے غصیدہ ہیجے میں کہا۔

"بہت بہتر سر۔۔۔" فیاض نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔  
"جادہ اور آج چار بجے مجھے روپرٹ دیتا کہ تم نے کیا کیہے۔۔۔"  
سر رحمان نے کہا اور پھر ان کی نظریں اپنے سامنے پڑی ہوئی فانکی پر  
ہمکر گئیں اور فیاض ایک بار پھر تیزی سے پٹکر چک اٹھا نے  
باہر نکل گیا۔۔۔ اس نے تھرآ لوں نظروں سے باہر کھڑے چڑا سی  
کو دیکھا جس کے چہرے پر ٹھنڈی پسکر لہٹتی تھی۔ اور پھر تیز تر جنم  
اٹھاتا اپنے دفتر کی طرف ٹھٹھا گیا۔ اب سر رحمان کے دفتر سے باہر  
آنے کے بعد چہرے پر ایک بار پھر وہی رعونت آگئی تھی جو درست میں  
بیٹھے ہو کے وہ اپنے آپ پر طاری کر لیتا تھا۔ تاکہ ماتحتوں پر اس کا  
رُعب قائم ہے۔۔۔ دفتر میں داخل ہوتے اس نے پڑے غصتے  
کے عالم میں کیپ سر سے اتار کر ایک طرف پھینکی اور پھر دھڑکام سے  
پہنچی کہہ پر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ اب غصتے سے مُرخ ہو رہا تھا اسے  
غصتے اپنے آپ پر آ رہا تھا کہ وہ آخر ایک ذمہ دار عہدے دار ہے۔  
پھر سر رحمان کے سامنے جاتے ہی اس پر پیغمبیری سی کیوں چھاہا بانی

"سردارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے انچارج وجد بیگ صاحب لائے پر آپکے ہیں۔" دوسری طرف سے پی اے نے بتایا۔

"بات کراؤ۔" فیاض نے تحکمانہ انداز میں جواب دبا دوڑ پھر ایک ملکی سی کٹک کی آواز آئی۔

"یہ وجد بیگ انچارج ریکارڈ روم وزارت خارجہ پول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے ایک دھیمی سی آواز سنائی دی۔

"وجد بیگ صاحب میں سنٹرل انٹلی جنس سے پسروندٹ فیاض پول رہا ہوں۔" فیاض نے بڑے بلند ہیجے میں کہا۔

"بھی فرمائیے۔" وجد بیگ کے ہیجے میں ملکی سی چیرت موجود تھی۔ "آپ کے کتنے اسٹنٹ ہیں۔" فیاض نے سوال کیا۔

"بھی۔ ایک اسٹنٹ ہے اور وہ بھی آج ہی تعینات ہوا ہے۔ کیوں۔" وجد بیگ نے چیرت بھرے ہیجے میں کہا۔

"ویکھو۔ انٹلی جنس کو جواب دیا جاتا ہے۔ پوچھا نہیں جاتا۔ اس پیٹھے آئندہ کیا اور کیوں کے الفاظ بولنے سے پرہیز کیا کیجئے۔"

فیاض نے غصیلے ہیجے میں کہا۔

"بہتر جانپ۔" فرمائیے۔" وجد بیگ نے ناگوار ہیجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اسٹنٹ کا نام بتائیے۔" فیاض نے فخرانہ ہیجے میں کٹک پوچھا۔

"اس کا نام ظفر حسن ہے۔" وجد بیگ نے مختصر سے الفاظ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے سرجمان پر محی بے اختیار خصہ آرہا تھا۔ تو اس سے اس طرح پیش آتے تھے۔ جیسے وہ نظر انٹلی جنس پسروندٹ ہونے کی بجائے کھبڑا ہو۔ لیکن جلد ہی اسے خال آگی کہ سرجمان نے چاہنے کے شام روپرٹ طلب کی ہے اور ایک دیپورٹ دینے کے لیے ضروری ہے کہ فوری طور پر کام کا آغاز کر دیا جائے۔ کام کے متعلق لائے آف ایکشن سرجمان پہلے ہی دے حکم کہ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے اسٹنٹ انچارج کو انغوار کر کے اس کی جگہ اپنا آدمی رکھتا تھا۔ لیکن فیاض کبھی وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم میں گیا ہی نہ تھا۔ اس لیے اسے علم ہی نہ تھا کہ دباؤ انچارج کون ہے اور اسی کا اسٹنٹ کون ہے۔ وہ کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا کہ آخر وہ اس طرح اس اسٹنٹ کو انغوار کرے اور اس کے میک آپ میں کس کو بچیجے۔ آخر سوچتے سوچتے اسے ایک خیال آیا۔ اس نے تیری سے ٹیکیوں پری طرف کھسکایا اور پھر رسیور اٹھایا۔

"یہ سر۔" دوسری طرف سے اس کے پی اے کی آواز سنائی دی۔ "وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے انچارج سے میری بات کراؤ۔" فیاض نے دھاڑتے ہوئے انداز میں کہا۔

"بہتر سر۔" دوسری طرف سے مودمانہ ہیجے میں کہا گیا اور فیاض نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد گفتگی بھی تو اس نے جھپٹ کر رسیور اٹھایا۔

"یہ۔" فیاض نے غصیلے ہیجے میں کہا۔

سر جمان کی ہدایت یاد آگئی تو اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ درستہ وہ جانتا تھا کہ عمران چٹکیوں میں یہ مسئلہ حل کر دیتا جو اس کے لیے پہاڑ جیسا بنانا ہوا تھا۔ اور پھر اچانک اُسے ایک خیال آگیا۔ اس نے تیری سے کال بیل کا بین دیا دیا۔ دوسرے لمحے چڑھا سی اندر داخل ہوا۔ اور تقریباً رکوع کے لیل فیاض کے سامنے چھک گیا۔

”اسلم شاہ کو بلاؤ فوراً۔“ فیاض نے دلائٹ تے ہوئے کہا۔ ”یس سر۔“ چپر اسی نے سمجھے ہوئے پہچنے میں کہا اور پھر مڑکر تیری سے کمرے سے باہر نکلا چلا گیا۔ محتوا ڈری دیر بعد دروازے کی پاک ہٹی اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر دوف وہ راس کے تاثرات نمایاں تھے۔ ظاہر ہے فیاض جیسے آدمی کی طلبی میں چو بھی ہو جائے کم نہیں ہوتا۔

”یس سر۔“ آنے والے نوجوان نے سمجھے ہوئے لمحے میں کہا۔ ”تمہیں کتنا عرصہ ہو گیا ہے یہاں ملازمت کرہتے۔“ فیاض نے سماٹ کھلنے والے لمحے میں پوچھا۔ وہ اپنے ماتحتوں پر رُعب ہمانا اپنا پیدائشی حق سمجھتا تھا۔ اس نے ماتحت سے زرمی سے بات کرنا اس کے اصول کے خلاف تھا۔

”سر۔“ دس سال ہو گئے ہی۔ ”ملازم نے ہیرت بھرے لمحے میں جواب دیا۔

”تو تم دس سالوں سے یہاں چھک مار رہے ہو۔“ یہیں اج تک اتنا پتہ نہیں چلا کہ آفیسر کے مکر میں داخل ہونے سے

کہیں کہ وہ سپریٹ نیاض کے ہمیڈ کوارٹر بھجوادی۔ اُسے پوچھے کرتی ہے۔ ”فیاض نے ایک خیال کے آتے ہی کیا۔ ”سوری سر۔“ وہ اس وقت ڈیوبنی پر ہے۔ اگر آپ نے اُسے بلانڈ ہے تو سیکرٹری سر مسلطان سے بات کریں۔ وہ ان کے آرڈر پر ہی ڈیوبنی کے دران عمارت سے باہر جا سکتا ہے۔ ”ویزیریک  
لے اس بار پیٹ لجئے میں کہا۔

”آپ کو پتہ ہے کہ آپ کس نے بات کر رہے ہیں۔“ فیاض سوچے سمجھے پھر ہی سمجھے سے اکھڑ گیا۔

”جی ہاں۔“ آپ انٹیلی جنس کے سپریٹ نیاض میں لیکن وہی سوری اگر صدر مملکت بھی ریکارڈ روم سے کسی کو بلوایں تو سیکرٹری کی اجازت ضروری ہے۔ ”ویزیریک نے سرد ہجے میں کہا۔“ اچھا میں دیکھ لوں گا۔ مخفینک یو۔“ فیاض نے کہا اور

اس کے ساتھ ہی اس نے ایک چھٹے سے رسورکہ دیا نہ انظاہر ہے۔ صدر مملکت کے مقابلے میں فیاض کی کہا جائیت ہتھی۔ درستہ اس نے یہی سوچا تھا کہ اسٹنٹ یہاں آئے گا تو اُسے یہاں روک لیا جائے گا اور اس کی جگہ اس کے میک آپ میں اپنا آدمی بصحیح دیا جائے گا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ فون سے آنا تو فائدہ ہو اکہ اسٹنٹ کا نام تو پتہ چل گیا۔ لیکن آگے کیسے چلے یہ بات اس کی سمجھیں نہ آرہی تھی۔ صرف نام سے تو سر جمان مطمئن ہونے سے نہ ہے۔ سوچتے سوچتے اچانک اُسے عمران کا خیال آگیا۔ لیکن پھر

سے بھر کتے ہوئے کہا  
”یہ سر یہ سر کو ہے کامیک آپ بھی کر سکتا ہوں سر۔“  
اسلم شاہ شاید اب ذہنی طور پر چنگلا چکا ہتا۔  
”کیا کر سکتے ہو۔ کیا کہا تم نے۔“ فیاض نے آنکھیں نکالتے  
ہوتے پوچھا۔

”سر گرد ہے کامیک آپ آپ نے خود ہی تو پوچھا ہتا۔“ اسلم شاہ  
نے بے اختیار ایک قدم تیچھے نہ لٹھتے ہوئے کہا۔

”گرد ہے پر کسی کامیک آپ کر سکتے ہو۔ پولو۔ اپنا کر سکتے  
ہو۔“ فیاض نے پوچھا۔ ظاہر ہے لمحہ چھاڑ کھانے والا ہتا۔  
”آپ کامیک کر سکتا ہوں جناب۔ میں نے میک آپ کے فن میں  
مخصوص تربیت حاصل کی ہے۔“ اسلم شاہ نے ڈرتے ڈرتے  
کہ دیا۔ فقرہ تو کہہ گئے رائیں اس کے انداز سے اب محسوس ہوئے  
تھا جیسے کسی بھی لمحے وہ بلا ٹکٹ باہر کی طرف دوڑ پڑے گا۔

”گوتم اچھے آدمی ہوا اسی طرح آئینسیر کی تائید کرنے والا ترقی کر  
سکتا ہے۔ اے ہائی مگر تم نے تو آپ کا کہا تھا۔ میں نے اپنا سمجھا۔“  
ایسا تک فیاض غصے کی شدت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ پہلے شاید  
آپ کا کے الفاظ کو اپنا سمجھا ہتا۔ اصل الفاظ کی سمجھھ اُسے  
ذر آدیر بعد ہی آئی بھی۔

”سنس سرس۔ میں نے اپنا ہی کہا تھا۔ سر بھدا آپ کو گرد ہے  
پر میک آپ کا کیا فائدہ سر۔ اللہ تعالیٰ بڑا فن کار ہے سر۔“  
اسلم شاہ نے یہی طرح گھیراتے ہوئے کہا۔ اس نے بھی سمجھا

پہلے اجازت طلب کی جاتی ہے۔ منہ اٹھائے اندر آ جلتے ہیں۔  
”احمق۔“ فیاض نے میز پر زور سے صکھ مارنے ہوئے چینخ کر کہا۔  
”اوہ سورجی سر۔“ اسلم شاہ نے بوجھ کھلاتے ہوئے بھجے  
میں کہا اور پھر تیری سے واپس مڑا۔ وہ شاید در دارے کے باہر  
جا کہ پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرنا چاہتا تھا۔  
”کہاں جا لے ہو۔“ فیاض نے اُسے واپس جاتے دیکھ کر چینخ  
کر پوچھا۔

”سنس سرس۔ اجازت لینے۔“ اسلم شاہ نے مڑ کر  
ہمکلتے ہوئے کہا۔

”نان سنس۔“ احمدی۔ تھیں اتنا معلوم نہیں کہ بغیر اجازت  
آئینسیر کے کمرے سے باہر نہیں جاتے احمدی کس اتو کے پڑھنے  
تھیں انڈیلی جنس میں بھر قی کیا تھا۔“ فیاض کا غصہ پوپے عروج  
پر پہنچ گیا۔ اور اسلم شاہ کی حالت دیکھنے والی ہو گئی۔ وہ بے چارا  
اب نہ باہر جا سکتا تھا اور نہ اندر آ سکتا تھا۔

”ادھر آؤ۔ آگے آؤ۔“ فیاض نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔  
”یہ سرس۔ یہ سرس۔“ اسلم شاہ نے یوں قدم آگے بڑھائے  
جیسے بکری نقدانی کی طرف بڑھ رہی ہو۔

”تم میک آپ کے شعبے میں ہو۔“ فیاض نے گزرنے ہوئے پوچھا  
میں حواب دیا۔

”یہ سرس میں اپنچارج ہوں۔“ اسلم شاہ نے سہے ہجھے  
”گرد ہے ہو۔ بلکہ تم گرد ہے کرنے پڑتے ہو۔“ فیاض نے غصے

ڈھونڈھتا ہے۔ اس کے بعد مجھے رپورٹ کرو۔ بچھر میں باقی تبدیلیت کر دیں گا۔ ”فیاض نے اس سے پڑے نرم لمحے میں سمجھاتے ہوئے کہا۔ یہ آنیسرول کا خاص طریقہ کارہوتا ہے کہ جب ان کا اپنا مطلب ماتحتوں سے پہنس جاتا ہے تو وہ ان سے اس طرح نمی سے پیش آتے ہیں۔

”مگر دیاں تو داخلہ منوع ہوتا ہے۔ میں دیاں کیسے جاسکتا ہوں؟“  
اسلم شاہ نے مجھکرنے ہوئے حواب دیا۔

”اوہ میں تھیں اخترافی لیٹری دیتا ہوں۔“ فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”یہ بھیک ہے سر۔ اس طرح میں اس کو اچھی طرح چیک کروں گا۔“ اسلام شاہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو بچھر میرا منہ کیا دیکھو ہے ہو جاؤ۔“ اپنی سیدھی پر بیٹھ کر سکتے ہو۔ ”فیاض نے ایک بار بچھر سخت لمحے میں کہا۔ اور اسلام شاہ تیزی سے اٹھا اور بچھر سلام کرتا ہوا یوں دروازے کی طرف پڑھا جیسے موت اس کا پیچھا کر رہی ہو۔ اور فیاض نے لیڈی سبکر طری کو ملازے کے لیے اندر کام کا رسیور اٹھا یا تاکہ اس سے لیٹر ٹائپ کرنے کی ہدایات دے دے۔

تفاکر فیاض اس کا گلا گھونٹ دے گا۔ لیکن آخری الفاظ ماد وجود گھبرائیٹ کے اس کے بزوں سے پھیل ہی گئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے ہی گدھا بنا دیا ہے تو بچھر اس پر میک آپ کرنے کا فائدہ۔ مگر یہ اسلام شاہ کی خوش تسمیتی ہتھی کہ فیاض مولیٰ عقول کا واقع ہوا تھا۔ اس کے پلے بات نہ پڑی اور اسلام شاہ پر ٹوٹنے والی قیامت ٹل ہی گئی۔

”اچھا بیٹھو تم نے خواہ مخواہ میرا اتنا وقت صدای کر دیا۔ بیٹھو میرا منہ کی تیک رہے ہوا جمع۔“ اچانک فیاض کی دماغی روپیٹ گئی اور اسے سر رحمان کی بات یاد آگئی کہ چار بجے رپورٹ دیا ہے۔ ”جتنیک لوسر۔ جتنیک یوسر۔“ اسلام شاہ نے بوكلاے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”سن تو تم کتنی دیر میں ایک آدمی کا میک آپ دوسرے آدمی پر کر سکتے ہو۔“ فیاض نے اس بار نرم لمحے میں یوچھا۔ ”سر اگر مکمل سامان ہو تو پندرہ منٹ ہیں۔“ اسلام شاہ نے جواب دیا۔

”گڑ سنو۔“ ایک انہیاں ایمیر جنسی مسئلہ ہے۔ اگر مختاری کا رکر دگی اچھی رہی تو تھیں ترقی ملے گی اور اسخاں بھی۔ دنارت خارجہ کے زینکارڈ روم میں ایک استھنٹ ہے ظفر الحسن۔ ہم نے سرکاری طور پر اس کی جگہ اپنا آدمی بھیجنا ہے۔ تم فوراً دنارت خارجہ کے زینکارڈ روم میں جاؤ اور اس ظفر الحسن کو اچھی طرح چیک کرو۔ اس کے بعد تم نے یہاں اس کے مطابق آدمی

کھلی۔ اور پھر ایک باریک مونچھوں کے حامل نوجوان نے باہر جا گئے۔  
 ”اجی قبلہ۔ باہر تشریف لا یئے۔ چلمن کی اوٹ سے کپوں چھانکا۔  
 سہے ہیں۔“ عمران نے نوجوان کو دیکھتے ہی خالص تکھنوی انداز  
 میں کہا اور نوجوان حیرت سے آنکھیں پھاڑے باہر آگیا۔ آس کے  
 جسم پر تیلوں اور بو شرط تھی۔ لیکن بیوں پر پان کا لاکھا موجود تھا۔  
 ”جی قبلہ فرمائیے۔ کس سے ملتا ہے حصہ رکو۔“ نوجوان  
 نے حیرت سے آنکھیں چھاڑتے ہوئے کہا اور عمران اس کے لمحے سے  
 ہی سمجھ لیا کہ وہ بھی خالص تکھنوی ہے۔ صرف یہ اس ہی انگریزی تھا۔  
 ”ملتا۔ ہائے۔ اسی وصال کی کھڑی کو تکھتے تھکتے عمر بیت گئی ہے۔  
 مگر پیاری کی شکل نہ دیکھی آج تک۔“ ہانے ظالم نہ جانتے چب  
 دھاکر کہاں چب پ گئی۔ ”عمران نے جواب میں یہی سینے پر  
 ہاتھ رکھتے ہوئے بات کی جیسے ابھی ہارت ایک سے مرنے والا ہو۔  
 ”حضرت آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ آپ کو ہمیں یاد دیکھا  
 ہے۔“ نوجوان نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔  
 ”اب بار بار دیکھنے کی خواہش کرو گے میاں۔ یہی عمران میاں کہتے  
 ہیں۔ تو آپ پیارے میاں سے ملاقات کا شرف شامل کرتا ہے۔  
 کوئی سبیل ہی ہو سکتی ہے۔“ عمران نے اس بار سیدھے  
 الفاظ میں بات کر دی۔ کیوں نہ اسے خطہ تھا کہ اگر اس نے بات  
 سیدھی تکی تو سارا دن یہیں چاہک پر ہی گناہ ناپڑے گا۔  
 ”اوہ آپ نواب پیارے میاں سے ملاقات کے لیے تشریف  
 لائے ہیں۔ زمہ نصیب تشریف لائے ہیں۔ میں بھی ہمک کھوتا  
 ہوا تھا۔

عمران نے کار گلفشاں کا لوفنی کی اس کوھٹی کے سامنے  
 روک دی۔ جہاں رات کو وہ نواب پیارے میاں کو جھوڑ گیا تھا۔ کوہٹی  
 کے گھٹ پر کوئی نیم پیٹ موجود نہ تھی۔ ہر فنبر ٹپا بوا تھا۔ عمران نے  
 کال بیل کا بیٹن دباد بیا۔ آج اس نے خاص طور پر تکھنوی انداز کا  
 پاس پین رکھا تھا۔ سفید ممل کا انگر کھا۔ چوڑی دار پاجامہ اور  
 سر پر مل کی ہی چوگوشہ ٹوپی کے ساتھ ساتھ نئی سیمٹا ہی جوئی۔  
 البتہ اس کے ہاتھوں میں تماکو کی تعمیلی موجود نہ تھی۔ اس نے آنکھوں  
 میں سرمه ڈال کر اس کی نونکیں باہر کو نکالی ہوئی تھیں۔ اور اس بساں  
 میں وہ مکمل طور پر تکھنوی لگ رہا تھا۔ کامندھے پر سرخ رنگ کی  
 ششال تھی۔ جسے اس نے خاص انداز میں موڑ کر کامندھے پر ڈالا  
 کمال بیل بنجنے کے چند ہی محوں پر کوھٹی کے بھاٹک کی ذیلی کھڑکی

میں تو کوئی حرج نہیں ۔۔۔ ” نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر عمران کے سر بلاتے ہی وہ تیری سے مٹا اور مکرے سے باہر نکلتا چلا گیا اور عمران بے اختیار ٹوپی ٹھاکر انگلی سے سر کھجانے لگا۔ وہ سورج رہا تھا کہ یہاں اس قدر لکھنؤی ماہول موجود ہے اور اُسے آج تک خیر نہ ہوئی ۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی نوجوان ایک طشتہ میں گلاس لکھنے ہوئے داپس آیا۔ اس پر متیوں کے کناروں والا مرلوپش رکھا ہوا تھا۔ نوجوان نے بڑے مذود بانہ انداز میں طشتہ عمران کے سامنے رکھ دی۔

”قبلہ نواب صاحب انجی تشریف لائے ہیں۔ آپ اس ددران شریت سے شوق فرمائیں ۔“ فوجوان نے موڑ بانہ پہچ میں کہا۔

”بہ قبلہ حکیم ڈھن کب سے یہاں رہتے ہیں حضرت۔“ عمران نے سر پوپش ہٹا کر شریت کا بھرا ہوا تخلص بانجھ میں پکڑا تھے ہونے پڑے سرسری سے اندازم لوچا۔

”چند ہی روز ہوئے ہیں قبلہ کبیوں ۔۔۔“ نوجوان کے منہ سے بے اختیا  
نکلا۔۔۔ اور وہ شاید خود ہی اپنے چوپ پر چونک ڈراحتا۔

"اوہ بھر تو عظیک ہے ورنہ ہمیں زندگی بھرا پنی کوتا ہی پر ملال رہتا  
کہ ہم یہاں رہتے ہوئے بھی اب تک قبلہ علیم ڈھن کے نیاز حاصل  
کرنے میں ناکام ہے۔ عصران نے بڑے بے نیازانہ لمحے  
میں جواب دیا۔ لیکن اس کا دہمی دماغ اس نوجوان کے جواب پر  
چونک پڑا تھا کیونکہ کل نواب پیدا ہے میاں نے بتایا تھا کہ حکیم ڈھن  
شروع سے ہی یہیں رہتے ہیں۔"

ہر دن — ”لوجوان نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر دوبارہ ذیلی کھڑکی میں غائب ہو گیا — چند لمحوں بعد پھاٹک کھل گیا اور عمران جو اس دوران سینئرنگ پر بیٹھی ہے کا ہتا۔ کار کو آگے ٹھہرائے لے گیا۔ کوئی خاصی دسیع و عریض اور شاندار نہیں۔ پورپھ میں کار کو کتے ہی عمران باہر آگیا اور غور سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ دراصل کوئی محنت کی ساخت اور ڈینزاں دیکھ رہا ہتا۔

۱۰۰ آئیے نشست گاہ میں تشریف رکھیے میں نواب صاحب کو اطلاع دیتا ہوں حضور کے تشریف لانے کی ۔۔۔ آتنی دیر میں پھاٹک بند کر کے وہی نوجوان واپس پہنچ گیا تھا ۔۔۔ اور پھر وہ عمران تھا کو اپنے ساتھ لیے رہ آمدے کے کونے میں بننے ہوئے ایک بڑے سے مکرے میں لے آریا جہاں صونوں کی بجلتے خالص لکھنوی انداز کی نشست گاہ بنی ہوئی تھتی ۔۔۔ قابیں پر سفید چاند فی بھیجی ہوئی تھی اور سنہرے رنگ کے عخلاف چڑھے گاؤں تینجے موجود تھے پیک دان بھی ہر گاؤں تینجے کے ساتھ موجود تھا اور درمیان میں ایک پیچوں ان بھی رکھا ہوا تھا جس کی ملکی کا سرشاریہ چاندی کا بنا ہوا تھا ۔۔۔

” تشریف رکھیے ۔۔۔ اور فرمائیے کیا پہنچا پند فرمائیں گے ۔۔۔ ”

نوجوان نے مدد بانہ لیجے میں یوچیا ۔۔۔

"پہنچنے پلانے کا شغل تفاسیں ملک میں تراویم ہو گیا ہے۔ حضرت شاید آپ یہاں نووارد ہیں۔" عصران نے ایک گاؤں تجھیے سے پیشست رکھا کہ بیٹھتے ہوئے تھا۔

"جی ہاں ہمیں یہاں آتے ہوئے چند ہی روز گزرے ہیں، بہر حال شربت

بڑے سنجیدہ بھی کہا اور عمران کے بیچھے ہی وہ خود بھی بڑے تکلف بھرے انداز میں ایک گاڑ تیکھے سے پشت ٹلکا کر بیچھو گئے۔

"حضرت آپ کی کمال مہربانی ہے کہ آپ نے ہم غریبوں کو یاد رکھا۔ پر دیس میں اس قدر محبت کا تو ہم تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ اور چھر آپ کا بس۔ مجھے بیکن ہے کہ آپ کے قبلہ والد صاحب مزدر لکھنؤ سے تشریف لائے ہوں گے۔" نواب پیارے میاں نے گفتگو کا آغاز فرماتے ہوئے کہا۔

"میری والدہ محترمہ کا تعلق لکھنؤ سے ہے حضرت۔ یہ سب انہی کافی فیضان ہے اور لیقین کیجئے کہ مجھے آپ سے مل کر دلی سرت ہوئی ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا اچھا ہم سمجھ گئے۔ بہر حال فرمائیے آپ کی کیا خدمت کی جائے۔ آپ نہاری تو پسند فرمائیں گے۔" نواب پیارے میاں نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران کو تاشتے کی بجائے نہاری کا فقط سُن کر لطف ہی آگیا۔

"جی شکریہ قبلہ۔ اگر حضرت قبلہ حکیم ڈھن سے ملاقات کا ثرف حاصل ہو جائے تو میں اپنی خوش قسمتی پرہ نہیشہ نازان رہوں گا۔" عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ ابھی تشریف لانے دالے ہیں۔ دراصل نماز اور تلاوت کے بعد وہ وظائف میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ انھیں اطلاع وی جاپی ہے۔ کچھ ہی دیر میں وہ تشریف لے آئیں گے۔ بڑے شفیق بزرگ ہیں قبلہ حکیم ڈھن۔" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"اچھا حصہ نہیں اجازت عنایت فرمائیے۔" نوجوان نے مودیا نہیج میں کہا۔ "اجازت ہے۔" عمران نے بڑے شامانہ انداز میں جواب دیا اور نوجوان مسکرا تاہم اکمرے سے باہر نکلا چلا گا۔ عمران نے اپنے ذہن میں اٹھنے والے شک کے کامنے کو خود بھی جھٹک دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دن رات چھروں سے منت منٹ کر اب اس کا ذہن بھی یوں یوں جیسا ہو گیا کہ خواہ منواہ ہریات میں شک کا پہلو ڈھونڈھ نکالتا ہے۔ یہ یہے چکے تکلف زدہ لوگ کیا جرم کر سکتے ہیں۔

"اتلام علیکم حضرت۔" اچانک دروازے سے نواب پیارے میاں کی آداز سنائی دی اور عمران چونکہ کھڑا ہوا۔ اور دوسرے بھے وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے جمع کے کافوں سے نکیاں اڑا کرے گئے۔

"آداب عرض۔ تسلیمات تسلیمات۔" حمران نے فرشی سلام کرتے ہوئے کہا۔ اور شاید چیز ان دونوں کے ہاتھ مکھیں اڑاتے اڑاتے نکل گئے تو وہ دونوں ہی سیدھے کھڑے ہو گئے۔

"قبلہ آپ کے فراق میں رات بھر کر دیں بدلتا رہا ہوں۔ سجنانے آپ نے کیا جادو کر دیا ہے۔ کسی کر دٹ جیں ہی نہ پڑتا تھا۔" حمران نے بڑے پُر خلوص بھجیں گے۔

"آپ شرمندہ فرمائے ہیں حصہ۔ ہمیں بھی رات بھر آپ کی یاد تڑپاتی رہی ہے۔ تشریف فرمائیے۔" نواب پیارے میاں نے

"اوه واقعی اسی جگہ تو ہمارے لیے نعمت غیر مترقبہ ہو گی مگر ہمیں ذمہ حال  
معذور ہی سمجھئے۔ ہم پر دیس میں ایسی جگہوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ در حال  
کچھ اچھا نہیں لگتا۔" نواب پیاسے میاں نے جواب دیا اور پھر  
اسی سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا اچانک دروازے پر ہی نوجوان  
نظر آیا جو عمران کو یہاں بھٹاگی تھا۔

"قبلہ حکیم بُدھن اشراف لانے والے ہیں۔" نوجوان نے بڑے  
موددانہ لیچے میں کہا اور اس کی بات سنتے ہی نواب پیاسے میاں  
بیوں بخشش سے اکٹھا کھڑے ہوئے جیسے ایک لمحہ کی بھی دیر ہو گئی تو قیامت  
لوٹ رکھے گی اور عمران کو بھی طاہر ہے ان کی پیری کرنی بھتی اور  
عمران دل ہی دل میں اس تہذیب کو داد دینے لگا جہاں بزرگوں کا  
اس انداز میں ادب کیا جاتا ہے۔

"آداب عرض ہے۔" اچانک دروازے سے ایک لرزتی  
ہوئی آواز سنائی دی۔

"آداب عرض ہے۔" نعمت "عمران نے بے اختیار دروازے پر  
موہود سفید داڑھی والے بزرگ کے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔

"جیتے رہو بیٹے جگ جگ جیو۔" بزرگ نے بڑے  
شفقت بھرے انداز میں عمران کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جوایا۔

"قبلہ کا ہی یہ عمران میاں ہیں جن کا ذکر ہم نے رات کو آپ  
سے کیا تھا۔" نواب پیاسے میاں نے تعارف کر لئے ہوئے کہا۔

"اوه ہمیں آپ جیسے نوبواؤں سے مل کر دلی مُسرت ہوئے عمران  
میاں۔" بزرگ جو لیقیناً حکیم بُدھن غصے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے حضور۔" اگلے وقت کے لوگ میں بھرم شرافت۔  
بھرم تہذیب۔ اور مجھے تو اپنی کم بختنی پر ملال آرہا ہے کہ اتنے  
شیفیق بزرگ یہاں موجود ہیں اور میں آج تک ان کے نیاز نہ حاصل  
کر سکا۔" عمران نے جان پوچھ کر آخری فقرہ کھا لقا۔

"گوشہ نشین بزرگ ہیں قبلہ۔ نہ کہیں آنے کے نہ جانے کے۔  
بس اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں۔" نواب پیاسے میاں نے  
جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر حضور شرافت ٹو خوشبو کی طرح پھیلتی ہے۔ پھر ہم میں کوئی کمی  
ہو گئی کہ ہم اس خوشبو سے محروم ہے۔" عمران نے جواب دیا۔  
"یہ آپ سماں طن ہے حضرت۔" نواب پیاسے میاں نے  
جواب دیا۔

"قبلہ میں وہ کھٹارا سی مُلم لے آیا ہوں۔ اگر آپ اور قبلہ حکیم  
بُدھن صاحب اسے رونق بخشیں تو میں آج آپ کو اس جگہ کے  
جاوں گا۔" جہاں آپ کی دلچسپی کے پوسے سامان موجود ہوں  
گے۔ مجھے لیقین ہے کہ آپ محفوظ ہوں گے۔" عمران نے کہا۔  
"اچھا مگر وہ کیسی جگہ ہے حضرت۔" نواب پیاسے میاں نے  
مکر آتے ہوئے پوچھا۔

"حضرت شہر کے وسط میں ایک کلب ہے۔ جہاں مشترقی باقی  
چھین چھری اپنی آواز کا جادو جگاتی ہے۔ خاص خاص افراد کے سامنے۔  
اور آپ اور قبلہ حکیم صاحب تو میاں ہمان خصوصی ہوں گے۔"  
عمران نے جواب دیا۔

یہی وجہ تھی کہ اس بار آتے حکیم ڈھن کا ہجہ کھو کھلا سامسوس  
ہوا تھا۔

”قد حصور ایک بات مجھے سمجھ نہیں آئی اگر بار خاطر نہ ہوت تو مجھ تادان کو  
سمجھا دیجئے۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ کون سی بات بیٹھے۔“ حکیم ڈھن نے چوڑھتے ہوئے پوچھا۔  
اور اس بار عمران نے نواب پیاسے میاں کو بھی چوڑھتے ہوئے دیکھا۔

”قبلہ یہ کوچھی خالصتاً مغربی انداز میں تعمیر کی گئی ہے۔ اس میں کہیں سے  
بھی مشرقیت نہیں جدلتی۔ جب کہ آپ جیسے بزرگ جب کوئی رہائشگاہ  
تعمیر فرمائیں تو یقیناً اسے مشرق اندازِ تعمیر کا حامل ہونا چاہیے۔“

عمران نے کہا۔ اب اس کے ذہن میں کئی یادیں کھڑک رہی ہیں۔

”ہمیں آپ کے مشاہدے کی داد دینی پڑے گی۔ آپ نے خوب  
باتِ زکالی ہے۔ حضرت دراصل ہم نے اسے تعمیر شدہ ہی خریدا  
مختا۔“ حکیم ڈھن نے چکی پیکی ہنسی مختستے ہوئے کہا۔

”اوہ یہی بات ہو گی۔ بہر حال اس گستاخی پر معدودت خواہ ہوں۔

آپ سے ملاقات کر کے مجھے دلی سرت ہوئی ہے۔ بس یونہی بجاں  
اگپی تو سوال کرنے کی حرمت کر دیا تھا۔ امید ہے آپ بزرگانہ  
چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے معاف فرمادیں گے۔“ عمران نے  
معدودت خواہ ہیجے میں کہا۔

”اوہ ایسی کوئی بات نہیں بیٹھے۔ یہ سوال تو لازماً ذہن میں  
اچھر تاہے۔ اب آپ مجھے اجازت بخشیں میرا مطلع کا دقت ہو گیا  
ہے۔“ حکیم ڈھن نے معدودت خواہانہ ہیجے میں کہا۔

اور حیر حکیم ڈھن کے بیٹھتے ہی وہ دونوں بھی ان کے سامنے ادب سے  
بیٹھتے۔ عمران نے دیکھا تھا کہ نواب پیاسے میاں باقاعدہ زانو  
تھے کہ کہ کے بیٹھتے تھے جیسے آدمی نماز میں بیٹھتا ہے اور غلط ہر ہے عمران  
کو بھی اس کی بیرونی کرنے پڑی تھی۔

”آپ کیا شغل فرماتے ہیں قبلہ۔“ حکیم ڈھن نے گفتگو کا آغاز  
کرتے ہوئے کہا۔

”حصوروں کے بیچھے تالیاں بجا تاہوں بس گزر لے رہے جاتے ہیں۔“  
عمران نے شرمندہ سے ہیجے میں جواب دیا اور حکیم ڈھن کے چہرے  
پر ملکی سی کراہیت تیرنے لگی۔

”خاصاً پر سعادت پیشہ ہے۔ بہر حال مدح حصور میں آپ بھی شامل  
ہوتے ہیں اور یہ عین سعادت ہے۔“ حکیم ڈھن نے کہا۔ اور عمران  
سوچنے لگا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کس دنیا کی پیداوار میں۔

”قبلہ میں بے حد شرمسار ہوں کہ آپ کی یہاں موجودگی کے باوجود آج  
تک آپ کے نیاز حاصل نہ کر سکا۔“ عمران نے بڑے انکسارانہ  
لہجے میں کہا۔ ادب کی وجہ سے اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ لیکن وہ کہن نکھلوں  
سے دیکھ کر ایک بار پھر چونک پڑا کہ نواب پیاسے میاں نے ٹری صفائی  
سے حکیم ڈھن کو آنکھ ماری تھی جیسے کوئی بات سمجھانا چاہتا تھا۔

”اوہ کوئی بات نہیں فرزند۔ ملاقات جب بھی ہو باعثِ رحمت و  
سعادت ہوتی ہے۔“ حکیم ڈھن نے جواب دیا۔

لیکن اب عمران کے دل میں شک کا سانپا جڑ پکڑ لے چکا تھا۔ اس  
کی چٹپٹی جس نے بے اختیار الارم بجانا شروع کر دیا تھا۔ اور شاید

میرے پتے کا تعلق ہے۔ میرا عزیب خانہ ایک نیدٹ ہے  
۴۰۰ کنگ روڈ پر۔ آپ کے شایانِ شان تو نہیں۔ بہر حال اگر آپ  
اسے رونق بخینیں تو ہمیں فخر ہو گا۔ ”عمران نے جواب دیا۔  
”ہم ضرور حاضر ہوں گے۔ ہم ایک بار چھر معدودت خواہ ہیں  
کہ آپ کا ساتھ نہ فے سکے۔ ”نواب پیارے میاں نے کہا۔  
اور عمران نے جھک کر آداب بجا لائے ہوئے دردعازے کی طرف  
درخ کر لیا۔ نواب پیارے میاں نے بھی حسبِ روایت ایک بار کان  
سے مکھی اڑائی اور پھر وہ انجیس کا رنگ چھوڑنے آئے۔ عمران نے  
کار کا ناخ مورڑا۔ تو وہی نوجوان پھاٹک پر موجود تھا۔ اس نے کار  
کا ناخ مرتے ہی پھاٹک کھول دیا اور عمران کا رباہر نکال لے گیا۔  
اس نے تیزی سے کار پایاں طرف مورڈی اور پھر وہ آگے بڑھا  
چلا گیا۔ اس کی نظریں بیک مر پر جمی ہوئی تھیں۔ اسے چاہد  
پر دی نوجوان کھڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ جب عمران کی کار کافی آگے پہنچ  
گئی تو نوجوان پھاٹک میں غائب ہوا اور عمران نے فوراً ہی کار ایک  
قریبی لگلی میں مورڈی۔ یہ گلی در کوٹھیوں کے درمیان تھی اور اس میں  
کوڑا کرکٹ کے ابشار موجود تھے۔ شاید یہ آمد و رفت کی یہ استعمال  
نہ کیا جاتا تھا۔ عمران نے کار دکتے ہی سائیڈ سیٹ کو ایک جھٹکے  
سے اٹھایا۔ اس سیدٹ کے نیچے ایک چھوٹا سا صندوق من  
خانہ بننا ہوا تھا۔ عمران نے اس میں موجود ایک پیکٹ کو باہر نکالا  
اور پھر اس نے دش اور ڈپر لگا ہوا ایک بٹن دبایا تو کار کی کھڑکیوں  
اور یہیں شیشے پر سیاہ رنگ کے شیشے پڑھتے چلے گئے۔ اب

”جی آپ کی بہر بانی۔ یہ آج کمل آپ کے مطالعے میں کون  
سی کتب ہیں تاکہ ہم جیسے جاہل کندہ ناتراش تھیں کم از کم ان کتابوں  
کے ناموں سے تو واقف ہو جائیں۔ ”عمران نے مسکراتے ہوئے  
کہا۔ جبکہ اس کے ذہن میں شکوک نے ڈیرہ ڈلاخنا۔ اس  
کے لیے پہچانے ہوئے گھرے تکلفات کے بادل قدرے چھٹنے لگ  
گئے تھے۔

”بیٹی تشوی مولانا روم اور دیوان غالب ہی مطالعے میں سنتے ہیں۔“  
حکیم بڈھن نے اس بار قدرے ناگوار سے لیچے میں جواب دیا اور  
پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ ”نواب پیارے میاں جو خاموش بیٹھے تھے ایک بار  
پھر اس ترا مآہھہ کھڑے ہوئے اور ظاہر ہے عمران کو بھی اٹھنا تھا۔ بیٹ  
حکیم بڈھن دعاییں دینے کے بعد کمرے سے باہر چلے گئے تو عمران  
نواب پیارے میاں سے مخاطب ہوا۔

”تبلہ نواب صاحب۔ کیا آج آپ ہمیں اپنی صحبت سے نہ  
نوازیں گے۔ ”غمران نے کہا۔

”ہم سخت شرمندہ ہیں حضرت۔ آج ہمارا جی کچھ ماندھے۔ باہر  
جانے کو مان ہی نہیں رہا۔ آپ ہمیں اپنے دولت خانے کا پتہ عنایت  
فرمادیں، تو شام کو ہم در دولت پر خود حاضری دیں گے اور آپ کے  
فیضانِ صحبت سے مستفید ہوں گے۔ ”نواب پیارے میاں  
نے سواب دیا۔

”اوہ قبده ہمیں یہ سن کر سخت شرمندگی ہو رہی ہے کہ آپ کی  
طبیعت اچھی نہیں ہے اور ہم نے آپ کو تکلیف دی۔ جو ان تک

اسے چھلانگ سکتا تھا۔ چنانچہ وہ دیوار کے قریب پہنچا اور پھر اوہ را دھر کسی کو نہ پا کر اس کے ہاتھ دیوار کے کنارے پر جم چکے تھے۔ اور پھر دونوں بانزوں کے زور پر وہ اوپر اٹھا چلا گیا۔ دیوار پر پہنچتے ہی وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ دسیع پائیں یا غ خالی پڑا ہوا تھا اور دوسرے لمحے اس نے نیچے چھلانگ لگائی اور ایک باڑ کے پیچے دب گیا۔ کچھ دیر دہاں رکنے کے بعد جب اس نے اپنے گرنے کے لئے سے دھما کے کاموں رو عمل محسوس نہ کیا تو وہ پاڑ کے پیچے سے نکلا اور محاط انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ عمارت کی پشت پر موجود کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ احتیاط سے چلتا ہوا ان میں سے ایک کھڑکی کے پاس پہنچا۔ پہلے چند لمحے وہ کھڑکی کے نیچے دیکھا رہا تھا اس کے پاس پہنچا۔ جب اس نے اندر مکمل خاموشی پائی تو وہ آہستہ سے امتحا۔ یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں ایک مینار اور چند کرسیاں پڑی تھیں۔ عمران نے دونوں ہاتھ کھڑکی پر لکھے اور دوسرے لمحے وہ کمرے کے اندر پہنچ چکا تھا۔ کمرے کا اسلوٹ دروازہ بند تھا۔ عمران اس دروازے کی طرف بڑھا اور پھر جب اس نے اس کا پہنچا دیا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ وہ لاک نہ تھا۔ عمران نے باہر جانکا تو یہ ایک طویل سی راہداری تھی۔ جس کے اختتام پر ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ عمران دبے پاؤں اس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ دروازہ بھی آدھا کھلا ہوا تھا۔ عمران اس کے قریب جا کر رکا اور پھر اس نے اندر کی شنگن گن لی۔ مگر یہاں بھی مکمل خاموشی چھانپی ہوئی تھی۔ عمران نے آگے بڑھ کر اندر جانکا۔ تو کمرے میں موجود بُر کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ

باہر سے اندر نہ دیکھا جا سکتا تھا اور عمران نے پیکٹ کھولا تو اس میں ایک بیلوں اور تمیض موجود تھی۔ دلوں کا رنگ گہرا تھا۔ عمران نے اپنا لکھنؤی بیاس اتارا اور یہ بیلوں تمیض پہن لی۔ پیکٹ میں موجود لانگ بوٹ بھی وہ ساٹھ ہی پہن چکا تھا۔ — اور پھر لکھنؤی بیاس اس نے اس پیکٹ میں رکھا اور پیکٹ کو دوبارہ اس خلنے میں رکھ کر اس نے خلنے میں موجود دیکھا۔ اپنے پیکٹ کا میک آپ کرنے میں مسروق ہو گئے۔ وہ منٹ بعد جب اس نے ہاتھ روک کر بیک مر میں اپنی شکل ویجھی تو اس کا چہرہ پہلے سے بہت مختلف تھا۔ اب وہ ایک عام سا آدمی لگ رہا تھا۔ اس نے مینی بیس واپس خانے میں رکھا اور پھر اس کے نیچے حصے سے ایک جھوٹا سا چیٹا سا ماہپس کی تبلیغیں جسپا پاکس نکالا۔ اس پاکس کا رنگ گہرا سیاہ تھا۔ پاکس اس نے جب میں رکھا اور سبب بند کر کے وہ کار کا دروانہ کھول کر باہر آگیا۔ کار کو لاک کرنے کے بعد وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ اپنے شک کی تصدیق چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے حکیم بڑھن کی کوچھی میں واٹر لیس ریکارڈ رفت کرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ اگر واقعی کوئی مشکوک بات ہو تو کھل کر سامنے آ جائے گی۔ کچھی میں سے گزرتا ہوا وہ پچھلی مڑک پر آیا اور پھر تیز قدم اٹھا تاکہ واپس دا میں ہاتھ بڑھتا چلا گیا۔ اس طرف کوچھیوں کی پشت بھی اور ختوڑی دیرے بعد عمران حکیم بڑھن والی کوھلی کے عقب میں بہنچ گیا۔ کوھلی کی دیوار عام کوچھیوں کی طرح معمولی سی بلند تھی اور عمران آسانی سے

"بہر حال آپ کا کہا مسر آنکھوں پر حضرت۔۔۔ ہم زیادہ محتاط کسی کی نہواں گاہ ہے۔۔۔ بیٹے کے ساتھ ہی ایک تخت پوش بھی ہو بودھتا۔۔۔

"ہاں۔۔۔ ہم بھی یہی چاہئے ہیں۔۔۔" حکیم ڈھن کی آواز سنائی دی۔

"اچھا قبلہ اب ہمیں اجازت نصیحت۔۔۔ نماز کا وقت ہونے والے ہے۔۔۔" نواب پیاسے میاں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بسم اللہ۔۔۔" حکیم ڈھن کی آواز سنائی دی اور عمران تیزی سے پیچھے ٹھیٹا چلا گیا۔ اس نے ٹڑی بچھری سے جیب سے

وہ دائر لیں ریکارڈر نکالا اور بھرا سے کتابوں والی الماری کی

پشت پر رکھ کر زور سے دبا دیا۔۔۔ دائِر لیں ریکارڈر ہیاں چھپ کیا۔ اسی لمحے قدموں کی آواز دروازے کی طرف آتی سنائی دی۔۔۔ اور عمران خاصی تیز رنگی سے چلتا ہوا کمرے سے

باہر نکلا اور بھر راہداری سے گزر کر وہ داپس اُسی کمرے میں

آیا۔۔۔ میں وہ پہلے داخل ہوا تھا۔ چند لمبوں بعد وہ کھڑکی سے کو دکھ پا میں باش سے ہوتا ہوا دوبار عقبی دیوار تک پنج گیا تھا۔

اس نے پاٹ کے پیچھے چھپ کر ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے

لمحے وہ اچھل کر دیوار پر سے ہوتا ہوا پیچھلی طرف کی سڑک پر کو د

گیا اور چند لمبوں بعد وہ ہاتھ جھاٹتا ہوا داپس اپنی کار کی طرف ٹڑھا چلا ہوا تھا۔ اس کے ذہن میں عجیب سے خیالات گذرا

ہوئے۔۔۔ نواب پیاسے میاں اور حکیم ڈھن میاں کا رکھا تو

تکلفات اور بود باش کے مطابق وہ لکھنؤی انداز کے عام

صاف نظر آئی تھیں۔۔۔" حکیم ڈھن نے جواب دیا۔

۸۰  
کسی کی نہواں گاہ ہے۔۔۔ بیٹے کے ساتھ ہی ایک تخت پوش بھی ہو بودھتا۔۔۔ جس پر حیان نماز بھی ہوئی تھی اور تخت پوش کے کنارے پر قائم تھام کی ایک تسبیح بھی موجود تھی۔ ساتھ رکھی ہوئی شیشے کی الماری میں کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ کمرے میں ایک دبیز نایاب بچھا ہوا تھا۔ عمران آہستہ سے کمرے میں داخل ہوا تو اچانک ٹھیٹک کر رک گیا۔ اُسے کسی کی صہم سی آواز سنائی دی تھی۔ یہ آواز کمرے کے بیرونی کونے میں موجود ایک دروازے کی طرف سے آہی تھی۔ دو آدمیوں کے پاتیں کرنے کی مدھم سی آداز۔۔۔ اور عمران تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازہ بند تھا۔ لیکن پوری طرح بند نہ ہونے کی وجہ سے ہلکی سی جھری موجود تھی۔ جس سے شاید آہاز اس کمرے میں سنائی دے رہی تھی۔ عمران نے کی ہول میں سے جھانک کر اندر دیکھا اور اس کی آنکھوں میں دلچسپی کے آثار آبھرتے۔ یہ ایک کافی ٹراکمہ تھا۔ جس میں ہر طرف کتابوں سے بھری ہوئی الماریاں موجود تھیں۔ درمیان میں آرام کر رہیاں رکھی ہوئی تھیں اور انہیں سے دو کرنسیوں پر حکیم ڈھن اور نواب پیاسے میاں موجود تھے۔

"قبلہ آپ کافر مان درست ہے۔۔۔ مگر ہمارے چیال میں عمران ہم پڑک نہیں کر سکتے۔۔۔" نواب پیاسے میاں کی آواز سنائی دی اور عمران اپنا نام سن کر چونک پڑا۔

"ٹھیٹک ہے پیاسے میاں۔۔۔ اپنے معاملات آپ بہتر سمجھ کئے ہیں۔ بہر حال ہمیں اس کی آنکھوں میں شک کی پر جھا۔۔۔ میاں منڈلاتی صاف نظر آئی تھیں۔۔۔" حکیم ڈھن نے جواب دیا۔

سے لوگ ہے۔ جن سے کسی قسم کے جرم کی توقع بھی نہ کی جاسکتی بھی۔ اور پھر نمازِ تسبیح اور تختہ پوش پر بچھی ہوئی جانماز اس کے ذہن میں موجود ہے۔ یعنی اس کے ساتھ ہی حکیمِ بُدْضُن کی یہاں رہائش کے بائے میں بولے جانے والا جھوٹ اور عمران کے متعلق ان کی لاتبریری میں ہونے والی گفتگو دوسرا تاریخ ظاہر کرہے ہی بھی۔ خاص طور پر نواب پیارے میاں کا یہ فقرہ کہ عمران ہم پر شک نہیں کر سکتا اور پھر حکیمِ بُدْضُن کی مختاری سنبھلنے کی تلقین۔ یہ سب یا یہی اس طرف اشارہ کر رہی تھیں کہ یہ لوگ وہ نہیں جو کچھ نظر آہے ہیں۔ بہر حال اُسے اطمینان ہتا کہ اس نے دائرہ میں ریکارڈ اندر پہنچا دیا ہے۔ اس کا ٹپ داش منزل میں موجود ہے۔ اور عمران جانتا ہتا کہ یہ وائر میں ریکارڈ رکھنا طور پر ضرور ہے کہ اس کمرے کے ساتھ ملحفہ لا تبریری میں ہونے والی گفتگو بھی داش منزل کے ٹپ تک پہنچا دے گا اور ہو سکتا ہے کوئی بات کھل کر سامنے آ جائے۔

گلی سے کار نکال کر وہ سڑک پر آیا اور پھر اس نے اس کا رُنگ داش منزل کی طرف موڑ دیا۔ تاکہ وہاں پہنچ کر وہ جلد از جلد والر میں ریکارڈ کا ٹپ آن کر سکے۔

وحید بیگ گزشتہ پندرہ سالوں سے دزارت خارجہ میں کام کر رہا تھا یعنی آج تک اُسے ایسے حالات سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا۔ اس یہے اس کی ذہنی کیفیت نارمل نہ رہی بھی۔ اُسے اپنی جیب میں موجود ان مجرموں کا دیا ہوا قلم نما کیمروہ کسی سانپ کی طرح ڈس رہا تھا۔ وہ ایک سید ہا سادہ آدمی تھا۔ نہیں اس کی حب الوطنی کی آزمائش ہوئی تھی اور نہ ہی آج تک سے پہلے اس نے کبھی اس بائے میں سوچا تھا۔ وہ تو بس دفتر میں کام کرنے اور پھر کھر میں پہنچوں کے ساتھ کھیلنے والا آدمی تھا۔ جس کا حلقة احباب بھی حدود سا نہ تھا۔ اس کی بیوی زرینہ بھی ایک عام سی کھر ملو عورت تھی۔ اس کے چار بیٹے تھے جن میں سب سے بڑا آٹھ سال کا تھا اور سب سے چھوٹی بیٹی ابھی ڈیڑھ سال کی بھی نہ ہوئی تھی۔ وہ اپنی سیدھی سادی دنیا میں مگن تھا کہ اچانک اس پرسریہ افتاد ٹوٹ پڑی تھی اور وہ

جو مختاری دیر بعد ہی پنچ جائے گما۔ سرسلطان نے اُسے بتایا کہ یہ استنسٹ ہو سکتا ہے۔ کام کے معاملے میں زیادہ نہ جانتا ہو اس لیے اس کی ٹریننگ بھی وجد بیگ کے ذمہ ہو گی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس پر واضح کردار دیا کہ استنسٹ کا تعلق حرف دفتر کی حد تک ہو گا۔ وہ ریکارڈر میں داخل نہ ہو سکے گا اور وجد بیگ سرہلا تا ہوا اپس آگیا اور پھر مختاری دیر بعد ایک وجہہ ساسد دل جسم کا نوجوان دفتر پنچ گی۔ اس کا نام ظفر الحسن تھا۔ اور اس کے پاس باقاعدہ اپاٹنمنٹ لیٹر میو ڈکٹ اور جد بیگ کام میں منہمک ہو گیا۔ لیکن اس کے انداز میں دہی بے چینی موجود تھی۔ اُسے محلوم تھا کہ جب تک کسی فائل کی قابلی کا باقاعدہ حکم نہ آئے وہ ریکارڈر میں داخل نہیں ہو سکتا اور جو تکہ ابھی تک کسی فائل کو طلب نہ کیا گیا۔ اس لیے وہ دفتر میں ہی موجود تھا۔ اور پھر اس وقت تو اس کے ذہن میں بھونچاں آگیا جب سنتر انٹل جنس کے پیرٹنڈنٹ نے باقاعدہ اُسے فون کر کے ظفر الحسن کو اپنے دفتر میں طلب کیا تھا۔ ظفر الحسن اس وقت موجود نہ تھا۔ کیونکہ وہ ایک فائل پر مستحکم کرنے نے پیرٹنڈنٹ کے پاس گیا ہوا تھا۔ وجد بیگ کو ظفر الحسن کو انٹیل جنس کے دفتر میں بخھنے میں بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔ لیکن وہ پیرٹنڈنٹ کے بات کرنے کے انداز سے جڑا گیا تھا۔ وہ پیرٹنڈنٹ ایسے بات کر رہا تھا جیسے وہ اپنے کسی ماتحت پر رعب چھاڑ رہا ہو۔ اس لیے وجد بیگ نے اُسے ٹال دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں تھد بد بھی شروع ہو گئی تھی کہ

پوکھلا کر رہا گیا تھا۔ اس کا ذہن مسلسل بھونچاں کی زندگی آیا ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اُسے خیال آتا تھا کہ وہ جائیداد سرسلطان کو سب بچھہ صاف صاف بتا دے۔ لیکن دوسرے لمحے اُس کی نظر وہ کسے اپنے مقصود پتے سڑکوں پر بھیک مانگتے اور بیوی برلن مانگتی نظر آتی تو وہ سرحد پر کر اپنے آپ کو بہلانے کی کوشش کرتا کہ حکومت اپنے معاملات خود جانے والے بھروسے کی شکلیں تو پڑ کر اپنے بچوں کا مستقبل تباہ کرے۔ — مجرموں کی شکلیں تو اُس نے ضرر دیجھی تھیں لیکن یہ لوگ کہاں رہتے تھے۔ اس پاٹے میں اُسے ذرا برابر بھی علم نہ تھا۔ اُسے وہاں سے بے ہوش کر کے لایا گیا تھا اور جب اُسے ہوش آیا تھا تو وہ اس ٹکلی میں اپنی کار کی نشست پر پڑا ہوا تھا۔ — اور پھر وہاں سے وہ اپنی رہائش گاہ پر پنچ گیا۔ یہ غنیمت تھا کہ اس کی بیوی بچوں سمیت ہمایوں کے گھر ایک دعوت پر گئی ہوئی تھی۔ اس کے بیاس اور چہرے کی پریشانی اس تھے چپی رہ گئی۔ — اور پھر لوپر کارات وجد بیگ نے کہ وہ میں بدل کر گزار دی۔ اس کی بیوی نے پوچھا بھی سہی کہ وہ کیوں پریشان ہے لیکن اس نے اُسے دفتری پریشانی کا کہہ کر ٹال دیا۔ صبح دفتر آتے ہی وہ اپنے کام میں پوری طرح منہج نہ ہو سکا۔ وہ فائیں اٹھاتا اور پھر انہیں پڑھتے ہے پیغام لکھ دیتا۔ اس کے انداز میں بے چینی سی نمایاں تھی۔ اور پھر یہ بے چینی اس وقت اور زیادہ بڑھ گئی کا زیادہ وجود دیکھتے ہوئے ایک استنسٹ تھیٹ کیا گیا ہے۔

اور اس نے وہ فائل و جید بیگ کے سامنے رکھ دی ۔ اور اس فائل کو دیکھتے ہی وجد بیگ پوچھا پڑا ۔ کیونکہ فائل کے کور سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ریکارڈ روم سے فائل کی طلبی کا آرڈر آیا ہے وجد بیگ نے فائل کھوئی اور کاغذ پر مستخط کر کے ایک کاغذ چڑھاتے کی کو دی دیا ۔

”میں یہیک ہے تم جاؤ فائل پہنچ جائے گی“ وجد بیگ نے کہا اور بعد اس نے میز کی دراز سے ایک فارم رکال کر اس پر انداخت کرنا شروع کر دیتے ۔ ”گو یہ فائل جو ریکارڈ روم سے طلب کی گئی تھی عام سی فائل تھی لیکن اس طرح ریکارڈ روم میں جانے کا بہانہ تو ہاتھ آہی گا تھا اور اس فائل کو دیکھتے ہی وجد بیگ کا ذہن اچانک فیصلہ کرنے تھے پرہنچ گیا ۔ اس نے مسودہ مجرموں تک پہنچانے کا فیصلہ کر لیا تھا ۔ کاغذات کے اندر اجات کے بعد اس نے وہ کاغذ انٹھا کہ دیوار سے لگی ہوئی ایک پیر بجنی نماشین کے خلیہ میں ڈال دیا ۔ اور مشین کا بٹن دبادیا ۔ یہ کپی پور کنسلول مشین تھی اس کا غدر پر موجود اندر اجات کے مطابق کپیور نے اسے چک کرنا تھا اور پھر کی کارڈ باہر پھیجنا تھا ۔ اس کارڈ کے بغیر وجد بیگ بھی ریکارڈ روم میں داخل نہ ہو سکتا تھا ۔ مشین کا بٹن آن ہوتے ہی مشین میں سے ہلکی ہلکی گوچ کی آواز سنائی دیتی رہی اور پھر چند لمحوں بعد ایک ہلکے سے کھٹکے کے بعد ایک خانے میں سے ایک چھوٹا سا پہنچ کارڈ باہر نکل آیا وجد بیگ نے وہ پہنچ کارڈ انٹھایا اور پھر ظفر الحسن سے مخاطب ہو تو کہا ۔

”آپ یہاں دفتر میں ہی رہیں گے میں ریکارڈ روم سے معلوم ہوں“

انٹھی جیس باقاعدہ اس کے دفتر کی نگرانی کر رہی ہے ۔ ورنہ انھیں آج ہی کیسے اطلاع مل جاتی کہ ظفر الحسن وہاں آیا ہے اس سے صاف ظاہر تھا کہ یہاں ہونے والی ہر حرکت ان کی نظر میں ہے اور اسی بات نے اسے غور نہ کر دیا تھا ۔ اسے معلوم تھا کہ ریڈ فائل کی چوری اتنا ڈاٹھا کہ ہے کہ اگر وہ بکریا آگیا تو اسے بے دریغ گولی مار دی جائے گی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا پورا خاندان معاشرے کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جائے گا ۔

”سر ۔۔۔ آپ کچھ پریشان اور بے حین نظر آتے ہیں۔۔۔ خیریت ہے ۔۔۔“ اچانک قریب میٹھے ظفر الحسن نے وجد بیگ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور وجد بیگ جو نجانے کب سے اپنے خیالات میں کم تھا بڑی طرح جو نک اھٹا ۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ۔ آپ اپنا کام کریں ۔۔۔“ وجد بیگ نے قدسے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

”سر کام تو میں کر رہی رہا ہوں لیکن آپ کی حالت جیسی ہیرے پیش نظر ہے آپ بہت زیادہ پریشان نظر آتے ہیں ۔۔۔ اگر ایسی کوئی پریشانی ہے جسے میں حل کر سکتا ہوں تو میں حاضر ہوں۔ آخر میں آپ کا استنٹ ہوں ۔۔۔“ ظفر الحسن نے بڑے فرم بیچے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

”شکر یہ کچھ گھریلو مسائل تھے بہر حال تم اپنا کام کرو ۔۔۔“ وجد بیگ نے بات ملائتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے ایک فائل انٹھا کر لے سے پڑھنا شروع کر دیا ۔

اجھی چند منٹ نگزے ہوں گے کہ چپر اسی ایک فائل کے کر پہنچا ۔

لے آؤں :

"چیک ہے سر" ظفر الحسن نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔  
وہ بغور یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اور وجید بیگ مزکرہ کمرے کے  
آخری بنے ہوئے ایک فولادی دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ دروازہ  
بظاہر کسی سیف کا نظر آتا تھا۔ وجید بیگ نے ہاتھ میں چکر ڈالا ہوا پنج  
کارڈ اس دروازے کی ایک پتلی سی جھری میں ڈال دیا۔ چند لمحوں بعد  
سیف کے اوپر لگا ہوا یہ جل اٹھا اور وجید بیگ نے ایک  
ٹولی سانس لیتے ہوئے ہینڈل دبائک دروازہ کھول دیا۔ اندر ایک لفت خنا  
چھوٹا سا کمرہ تھا۔ وجید بیگ اندر داخل ہوا اور پھر جسے ہی سردنی  
دروازہ بند ہوا وہ کمرہ تیری سے لفت کی طرح پنجے ہوتا چلا گیا۔ تقریباً  
دیگر بعد کمرہ ساکن ہوا تو اس کا اندر دنی حصہ کسی دروازے کی طرح کھلتا  
چلا گیا۔ وجید بیگ پہلے لاشوری طور پر دوسرا طرف جانے کے  
بُن کھول کر اندر موجود وہ کیمراہ نما قلم باہر زکالا۔ یہ قلم اس نے نیان  
کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ قلم باہر زکال کر اس نے اپنے ایک بوٹ  
کھاتمہ کھولا اور پھر پیر باہر زکال کر اس نے وہ قلم جراپ کے اندر  
پہنچا دیا۔ اور پھر تبریاحتیاط سے اس نے بوٹ دوبارہ پہن لیا۔ قلم  
اس نے اس انداز میں رکھا تھا کہ وہ بوٹ کے اندر ہی ہے اور اس  
پر پیر کا دباؤ بھی نہ پڑے۔ پھر نسمے باز کر کر اس نے محکمہ ہوئے انداز  
میں قدم آگئے ٹھہانے۔ آگے ایک چھوٹی طسی راہداری ہتھی خبس کے  
اختتام پر ریکارڈر دم کا آہنی دروازہ تھا اور پھر وجید بیگ اپنی طرح

جانتا تھا کہ اس راہداری میں جدید ترین چینگ میں اس انداز میں  
نصب ہے کہ وہ راہداری میں گزتے ہوئے نہ صرف ان کی شخصیت  
بلکہ ان سے متعلقہ ہر چیز کی یاقا عده اور آٹو میٹک طریقے سے چینگ  
کریں گے۔ اور حجہ یہ چینگ اوس کے ہو گی تب ہی ریکارڈر دم  
کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ وجید بیگ نے قلم بوٹ کے اندر اس  
لیے چھپایا تھا کہ ان کا تجربہ تھا کہ کیمراہ کے پنجے ہنے والی چیز کمپیوٹر  
پیک نہیں کر سکتا۔ شاید چینگ ریز چھپرے کو کراس نہ کر سکتی ہوں۔  
یکوں نکہ ایک بار پہلے انھیں یہ تجربہ ہوا تھا کہ ان کے بوٹ میں ایک  
چابی کھسن گئی تھی اور اس کا احساس نہیں رہا راہداری میں چلتے ہوئے انھیں احساس  
ہوا تھا اور پھر انھوں نے جیسے ہی بوٹ کھول کر چابی باہر نکالی۔ راہداری  
میں گونج پیدا ہوئی اور ریکارڈر دم کے دروازے پر خطرے کا سرخ  
بلب جل اٹھا تھا۔ چنانچہ وجید بیگ کو چابی واپس دفتر میں جا کر رکھنی  
پڑی تھی۔ تب وہ ریکارڈر دم میں جاسکے تھے۔ ریکارڈر دم میں جاتے  
ہوئے انھیں بوہے کی ہر چیز علیحدہ کرنا پڑتی تھی۔ اس لیے  
ان کے ذہن میں تھا کہ جب تک چابی بوٹ کے اندر وہی کمپیوٹر  
اُس سے چیک نہ کر سکا تھا۔ چنانچہ انھوں نے قلم اس بوٹ کے اندر ڈال  
لیا تھا۔ انھیں خطرہ تھا کہ کہیں کمپیوٹر اس کے اندر موجود کیمراہ  
چیک نہ کرے۔ چنانچہ انھوں نے قدرتے ڈرتے راہداری میں قدم  
رکھا۔ لیکن جب راہداری میں کوئی گونج پیدا نہ ہوئی تو ان کے  
چہرے پر اطمینان کے آثار اچھر آئے۔ ان کا سالفة تجربہ درست ثابت  
ہوا تھا۔ چنانچہ راہداری کر اس کر کے وہ ریکارڈر دم کے دروازے

کہ وہ سیدھے ہوتے اور انہوں نے بڑی احتیاط سے فائل بند کر کے دوبارہ الماری کے اندر رکھی اور اس کے پٹ بند کر کے تالے کے مخصوص نمبر والیں لگھا دینے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر دوبارہ مخصوص انداز میں تالی بجا دی اور حفاظتی سرکٹ آن ہو گیا۔ اب وہ اطمینان سے اس الماری کی طرف بڑھ گئے جہاں سے انہوں نے وہ فائل اٹھا دی تھی جسے طلب کیا گیا تھا۔ یہ الماری چونکہ عام نوعیت کی تھی۔ اسی یہے انہوں نے مخصوص نمبر کا کہ الماری کھوئی اور اس میں موجود فائلوں میں سے مطلوبہ فائل نکالی۔ فائل کے ادیرے کے ہوتے کا خذیرہ انہوں نے دہاں ایک پیس سے دستخط گئے اور کاغذ دوبارہ اس جگہ رکھ کر انہوں نے الماری بند کر دی اور فائل اٹھائے اور پس راہداری کی طرف بڑھتے چل گئے۔

مختوڑی دیرے بعد وہ راہداری کر اس کر کے واپس لفت میں پہنچ گئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی لفت اور پڑھنے لگی اور چند محسوسات بعد وہ اپنے دفتر میں واپس پہنچ گئے۔ ظفر الحسن دفتر میں موجود تھا۔ وجید بیگ فائل اٹھائے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پہنچی میز پر پہنچے اور پھر ایک طوبی سانس لیتے ہوئے گھری پر بیٹھ گئے۔

"آپ کو بہت دیرے لگ گئی صاحب۔" ظفر الحسن نے کہا اور وجید بیگ کو اس کی یہ مداخلت بے حد بُری لگی۔

"آپ اپنے کام سے مطلب رکھیں ظفر صاحب۔" میں اس ستم کے تبرے پسند نہیں کرتا۔" وجید بیگ نے بڑے ناگوار بیج میں سحاب دیا اور پھر فائل کے اندر اجاجات ایک رجہ بڑی پر کرنے کے بعد اس

پر پہنچے تو دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور وجید بیگ اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک وسیع دریفن ریکارڈ روم تھا جس میں موجود آہنی الماریوں میں اتنہانی خفیہ فائلیں بند تھیں۔ وجید بیگ تیزی سے سنتر میں رکھتی ہوئی ایک تری سی الماری کی طرف بڑھے۔ ریڈ فائل آسی الماری میں موجود تھی۔ اس الماری کو ہاتھ رکانے سے پہلے وجید بیگ نے دوبارہ مخصوص انداز میں تالی بجا دی تو الماری کے اور پر جلنے والا مرخ رنگ کا بلٹ پھیل گیا۔ یہ اس کا حفاظتی سرکٹ ختم کرنے کا جدید ترین طریقہ تھا اگر اس طرح تالی بجا رے بغیر وہ اس الماری کو ہاتھ رکا تھا دستے تو ہر طرف خطرے کے الام بخا شروع ہو جاتے۔ وجید بیگ پونکہ عرضے سے یہاں ملازم تھے اور ریکارڈ روم کے انچارج تھے۔ اس یہے اپنیں ان سب باریکیوں کا بخوبی علم تھتا۔ حفاظتی سرکٹ سنتھم ہوتے ہی انہوں نے تالے کے مخصوص نمبر کا کے اور الماری کے پٹ کھلتے چلے گئے۔ پٹ کھلتے ہی وجید بیگ نے جھپٹ کر اس میں پڑی ہوئی ریڈ فائل لکالی۔ اور پھر تیزی سے بوٹ کے تسمیہ کھول کر اس میں سے وہ کیمروں قلم باہر نکالا۔ کیمروں قلم انھیں دیتے ہوئے اس کا طریقہ کار چونکہ انھیں اپنی طرح سمجھا دیا گیا تھا۔ اس یہے وجید بیگ نے پڑی پھر قلم سے آسے آن کیا اور پھر فائل کھول کر اس میں موجود کاغذوں کی فوٹو قلم کے کیمرے میں محفوظ کرتے چلے گئے۔ انھیں اس کام میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ لگے اور جب پوری فائل کے فوٹو قلم میں محفوظ ہو گئے۔ تو انہوں نے قلم کو دوبارہ بوٹ کے اندر رکھا اور پھر اس کے قسم رکا

”آپ کی ملازمت کو کتنا عرصہ ہوا ہے۔“ نوجوان نے پوچھا۔ دیکھنے کے لئے آنکھوں میں پر اسرار میں چمک ابھرائی تھی۔  
 ”میں آج ہی ملازم ہوا ہوں۔ آج ہی میری طلبی کا پہلا دن ہے۔“  
 ظفر الحسن نے خور سے نوجوان کو دیکھتے ہوئے کہا۔  
 ”یہ صاحب درست کہہ رہے ہیں جناب۔“ نوجوان نے اس پار وحید بیگ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔  
 ”جی ہاں درست کہہ رہے ہیں۔“ وحید بیگ نے الٹھے ہمراہ بجے میں حواب دیا۔ اس سے اس بات کی سمجھوئی آرہی تھی کہ آخر ظفر الحسن کی چھان بین کیوں ہو رہی تھے۔ اس سے پندرہ سال ہو گئے میں ملازمت کرتے ہوئے اس کی چھان بین تو آج تک نہ ہوئی اور ظفر الحسن کو آج پہلا دن ہے اور آج ہی اس کی چھان بین بھی شروع ہو گئی۔  
 ”آپ براۓ مہربانی کل دفتر آنے سے پہلے اپنے کو الف سی۔ آفی۔ ڈی ہمید کوارٹر میں پہنچا دیں۔“ نوجوان نے امتحنتے ہوئے کہا۔  
 ”بس اتنی سی بات تھی۔ یہ بات تو آپ فون پر بھی کر سکتے تھی۔“ ظفر الحسن نے قدر نے مشکوک بھیجیں کہا۔  
 ”سوری مقصود آپ کو چیک کرنے بھی تھا۔ بہر حال یہ سوچنا ہمارا فرض ہے کہ کیا کہ ناچاہیے اور کیا نہیں۔“ نوجوان نے کہا اور پھر تیزی سے مڑکر دروازے کے باہر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ظفر الحسن اس سے باہر جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔  
 ”کیا بات ہے ظفر الحسن صاحب آپ میں سی۔ آفی۔ ڈی بہت زیادہ دھجپی لے رہی ہے۔ بعض ان کے سپر ٹنڈڑٹ کا فون آیا تھا۔“

”زکھنی بجا فی۔ تو ایک پھر اسی اندر داخل ہوا۔“ یہ فائل متعلقہ شعبے تک پہنچا دو۔ ”وحید بیگ نے رجسٹر اور فائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔  
 ”یہ سر۔“ چھڑا سی کے کہا اور پھر فائل اور رجسٹر یہ دہ تیزی سے واپس مڑتا چلا گیا۔ ابھی وہ دردازے سے باہر نکلا ہی تھا کہ ایک اور پھر اسی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ ہتا۔ جناب سی۔ آفی۔ ڈی سے ایک صاحب ظفر صاحب سے ملنے آئے ہیں۔ ان کے پاس احتفاری ٹیکٹر ہے۔“ چھڑا سی نے کاغذ وحید بیگ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔  
 ”سی۔ آفی۔ ڈی سے۔“ ظفر الحسن نے چونک کر کہا۔  
 ”بلاؤ اسے۔“ وحید بیگ نے کاغذ کو خور سے دیکھتے ہوئے چھڑا سی سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر اسی مڑکر واپس چلا گیا۔ چند لمحوں بعد ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔  
 ”سر۔“ میں سی۔ آفی۔ ڈی سے حاضر ہوا ہوں۔“ نوجوان نے اندرا آتے ہوئے کہا۔  
 ”جی فرمائیے۔“ وحید بیگ نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔  
 ”محض ظفر الحسن سے ملتا ہے۔“ نوجوان نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔  
 ”جی فرمائیے۔“ میرا نام ظفر الحسن ہے۔“ ظفر الحسن نے جواب دیا اور نوجوان اسے خور سے دیکھنے لگا۔

وہ بھی آپ ہی کے متعلق پوچھ رہے ہے مختہ ۔۔۔ وحید بیگ نے کہا۔  
”معلوم نہیں سر زمجنے تو آج یہاں پہلا دن ہے ۔۔۔ ظفر الحسن  
نے جواب دیا۔

”اچھا آپ ایسا کریں کہ اسٹنٹ سپرینڈنٹ فیوجنٹ سے  
جاکر کل کی فائلی لے آئیں اور ہاں مستحکم بھی کر آئیں ۔۔۔  
وحید بیگ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”بہتر سر ۔۔۔ ظفر الحسن نے جواب دیا اور پھر وہ اٹھ کر تیزی  
سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا جیسے ہی وہ کمرے سے باہر نکلا۔  
وحید بیگ نے ٹری پھرتی سے جدک کر اپنے بوڑی کے قسم کھولے  
اور پھر باہر نکال کر اس نے بوٹ میں سے وہ علم زکالا اور اسے  
میر کی دراز میں پڑے ہوئے اپنے بیگ کی جیب میں منتقل کر دیا۔  
بیگ کو داپس دراز میں رکھ کر اس نے ٹری پھرتی سے بوٹ کے  
تمسمے دوبارہ کس دیئے اور اب وہ اطمینان سے کہ سی سے پشت لگا  
کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے ایسے تاثرات نمایاں  
مختہ۔ جیسے اس نے کوئی بہت بڑا معرکہ سر کر کر لیا ہو۔

”عمران کو داشن منزل میں داخل ہونے کے لیے باقاعدہ کوڈ  
دہرانے پڑے۔ کیونکہ وہ ایک بنتے میک آپ میں تھا۔ اس یہے جب  
وہ آپریشن روم میں داخل ہوا تو بیگ زیر و نے فوراً اس سے  
مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ ہر بار نیاجنم لیتے ہیں ۔۔۔ بیگ زیر و کے ہیں ہیرت  
کا عنصر نمایاں کھاتا۔

”جمم تو نہیں البتہ علاقے بدلتا رہتا ہوں۔ گھر سے زکلا تھا تو سمجھو  
لکھنؤ سے زکلا تھا اور لکھنؤ سے نکلا تو سمجھو دار اچی پہنچ گیا۔ اب اس  
میں میر اکیا قصود ۔۔۔ عمران نے میر کے سامنے رکھی ہوئی کری  
پر ملکھتے ہوئے کہا۔

”لکھنؤ ۔۔۔ یہ لکھنؤ کہاں سے آن پکا ۔۔۔ بیگ زیر و نے  
ہیرت بھرے بجئے میں کہا۔

کافرستان پیشیل سیکرٹ اینجنسی لکھنؤ سے تو متعلق نہیں۔ ”

بیک زیر و نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹک کر لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا۔ مگر عمران اس کی بات سن کر بڑی طرح چوبک پڑا۔ اس کے ذہن میں گھد بُدھی ہونے لگی۔ اس پہلو پر تو ان نے اپنک سوچیا ہی نہ تھا۔ اب اُسے پیلا کے میاں کھایہ فقرہ خاص طور پر یاد آ رہا تھا کہ عمران ہم پر شک نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دعہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر پیلا کے میاں اور حکیم ڈھن کا تعلق واقعی کافرستان کی پیشیل سیکرٹ اینجنسی سے ہے تو بھر یا تو یہ دونوں سرداڑی احمد ہیں یا دمری صورت میں انتہائی یحیار۔

”آن کر دیا ہے عمران صاحب۔ ” بیک زیر و نے دلیل آتے ہوئے کہا۔

”گڑھ۔ اب کہیں شکیل اور تنور کو فون کر کے کہ کے ہدایات دے دو کہ وہ گل فشاں کا لوگی کی کو ٹھنڈی نمبر بارہ کی نگرانی کریں۔ ” عمران نے ایک طویل سالس لیتے ہوئے کہا  
”آخر بات کیا ہے۔ پچھے مجھے بھی تو بتائیے۔ آپ تواب مجھے ہی کیس کی ہوا ہیں لگنے جیتے۔ ” بیک زیر و نے تیلیقون اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

”ہوا لگ جائے تو آدمی بھار ہو جاتا ہے اور میں تمھیں نی الحال پیمار کر کے آرام کر نے کام تو قہ نہیں دینا چاہتا۔ صرف اتنا بتا دیتا ہوں کہ اس کو ٹھنڈی میں حضرت نواب پیلا کے میاں اولہ قبیلہ حکیم ڈھن سہتے ہیں۔ لکھنؤ ہندیہ کے غالص نمائندے۔ اور یہ بھی کہ دار لیس

”لکھنؤ لکھنؤ سے آیا ہے۔ نواب پیلا کے میاں اور قبیلہ حکیم ڈھن جیسے کردار تو لکھنؤ سے ہی آ سکتے ہیں۔ ” عمران نے مسکراتے ہوئے حواب دیا۔ ” بیک زیر و نے ہنچیں رکالتے ہوئے

” مجرم تو شاید نہ ہوں لیکن اگر ہم اسی طرح جاسوس بنے لیتے تو ہر شریف آدمی کو مجرم بنا کر ہی چھوڑیں گے۔ اچھا تھم یہ بتاؤ کہ صندر اپنی ڈبوٹی پر پہنچ گیا ہے۔ ” عمران نے بوچا۔

” جی ہاں۔ ” پہنچ گیا تے اور اس سے بخواری دیر پہنچے اس نے فون بھی کیا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق ریکارڈر و مکالمہ کا اچھا ج دجید بیگ غیر ضروری طور پر الجھا ہوا پریشان اور قدے نہ فرزدہ محسوس ہو ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں نے اُسے ہوشیار رہنے کے لیے کہہ دیا تھا۔  
بیک زیر و نے روپرٹ دیتے ہوئے کہا۔ ” یہ کلہر ک طائف وگ اسی طرح الچھے ہوئے اور پریشان رہتے ہیں۔ اگر صندر کو بھی ٹچھے دن وہاں رہنا پڑا تو ہو سکتا ہے وہ دجید بیگ سے بھی زیادہ الچھے جلتے۔ ” عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور بیک زیر و نے اختیار نہیں پڑا۔

” بیک زیر و لیبارٹری میں جا کر واٹر لیس ٹیپ آن کر دو۔ میں ریکارڈر ایک جگہ فٹ کر آیا ہوں شاید لکھنؤ لاٹن ٹھنیں بن جائے۔ ” عمران نے کہا۔ ” یہ آخر آپ نے آج لکھو کی رٹ کیوں لگا کی ہے۔ کیا وہ

"تم ایسا کہو کہ وجد بیگ کی مکمل نگرانی کرو جب وہ دفتر سے اٹھ کر جاتے تب بھی۔ باقی سورپناص دالاچکہ میں خود دیکھ لوں گا؟" عمران نے ایکسو کے پیچے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر" دوسری طرف سے صدر نے جواب دیا اور عمران نے او۔ کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"یہ صدر بار بار وجد بیگ کی پریشانی کا ذکر کر رہا ہے۔ صدر چیسا آدمی تواہ مخواہ مشکوک نہیں ہو سکتا۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اگر کچھ ہو گا تو اس کی نگرانی سے پتہ چل جائے گا۔ صدر اب ساتے کی طرح اس کی نگرانی کرتے گا۔" بلیک زیرد نے جواب دیا۔

"ہاں بھیک اے۔ ابھی حالات کچھ واضح نہیں ہیں۔ بہرحال ہو جائیں گے۔ لگر یہ فیاض کہاں سے ٹاگنگ اڑا بیٹھا۔ فراون ادھر کرتا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرد نے مسکاتے ہوئے فون اس کی طرف کھسکا دیا۔ عمران نے رسیور انٹھایا اور پھر فیاض کے دفتر کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یہ سپر ٹنڈنٹ سی۔ آئی۔ ڈی۔" چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آداز سنائی دی اور عمران آداز سنتے ہی سمجھ گیا کہ یہ فیاض کے پنی۔ اے ہاشمی کی آدازے

"سپر ٹنڈنٹ کے کیا ہے میں جانتا۔ دراصل میری ایک دوست سے شرط لگ کئی ہے۔ میں نے وجا چلو آپ کو تو سپر ٹنڈنٹ کے

ریکارڈ بھی اسی کو بھی میں پوچھا کاہولہے۔ اب آکے کیا ہوتا ہے یہ کسی بخوبی سے پوچھنا پڑے گا۔" عمران نے کہا۔ اور بلیک زیرد نے جواب میں اس طرح سر ہلانا شروع کر دیا جیسے وہ ساری بات سمجھے گیا ہو۔ اس نے نمبر ڈائل کر کے جولیا کو پہا ایات دینی شروع کر دیں کہ دہ شکیل اور تور کو گل فشاں کاونی کی کوہی نمبر پارہ پہنگہ ان کے لیے بیچج دے۔ جولیا سے بات کر کے اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ لفظی نجاح اٹھی اور بلیک زیرد نے چونکہ رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسو" بلیک زیرد نے مخصوص بیچمیں کہا۔ "سر۔ صدر بول رہا ہوں وزارت خارجہ آمن سے دوسری طرف سے صدر کی آداز سنائی دی۔" میں" بلیک زیرد نے ایک ہی لفظ کرنے پا لئا کیا۔

"سر۔ میری یہاں موجودگی میں انتہی جنس بے حد دلچسپی لے رہی ہے۔ وجد بیگ صاحب بتاہے تھے کہ صبح سپر ٹنڈنٹ فیاض نے فون کر کے میرے متعلق پوچھا تو ابھی ابھی سی۔ آئی۔ ڈی کا ایک آدمی احتفار ٹیلیٹر لے کر یہاں پہنچا ہے۔ وہ صرف مجھے دیکھنے میں مصروف رہا اور آئیں باہیں شاید کر کے چلا گیا۔ ادھر وجد بیگ صاحب ایک بار ریکارڈرم کے اندر گئے ہیں اور انہوں نے دہاں کافی درپرگانی ہے۔ انہوں نے ایک فائل دہاں سے لینی تھی اور وہ لے جائے ہوئے اور پریشان دکھانی دیتے ہیں۔" صدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ صدر کی آداز عمران کے کاؤں تک پہنچ رہی تھی۔ چنانچہ اس نے ہاتھ پڑھا کہ بلیک زیرد سے رسیور لے لیا۔

”سلطان صاحب سے بات کراؤ۔ میں عمران بول رہا ہوں：“  
عمران نے پڑے سخیدہ لیجے میں کہا۔

”وہ تو موجود نہیں ہیں جناب۔ ابھی صدر محلکت کے پاس گئے ہیں۔ تباہ دیکھنے بعد واپس آئیں۔“ پنی۔ اے نے جواب دیا۔  
”ادھ اچھا۔“ عمران نے کہا اور پھر رہ رہیوں رکھ کر وہ تیزی سے اچھلا آور ڈریں گے روم کی طرف مجھا گئے چلا گیا۔ دس منٹ بعد جب وہ باہر نکلا تو وہ اپنے اصل چہرے میں بھتا۔ البتہ اس نے پاس دہی پہلے والا ہی پہن رکھا تھا۔  
”کیا ہوا عمران صاحب۔“ بلیکار زیر دنے جبرت پھرے لیجے میں پوچھا۔

”ایسی تو نہیں ہوا۔ لیکن شاید کچھ دیر میں لٹکا ہو جائے۔“  
عمران نے جواب دیا اور پھر تیزی سے بیردنی دردanza کی طرف پڑھتا چلا گیا۔

”بچے آتے ہی ہوں گے۔“ عمران نے اپنے اصل ہیجے میں بات کرنا ہوئے کہا۔

”ادھ عمران صاحب۔“ پس زندگانی کے بچے توفیاض حساب ہی بتاسکتے ہیں۔ میں تو پی۔ اے کے بچے بتاسکتا ہوں اور فیاض صاحب اس وقت سر رحمان کے ساتھ رہیں رکھ کرے ہیں۔“ پنی۔ اے ہاشمی نے ہنسنے ہوئے جواب دیا وہ عمران کی آواز کو پھانستا تھا۔  
”ریڈ پر گئے ہیں۔ رحمان صاحب کے ساتھ۔ اے پھر تو کوئی ادبی ہی سہرگھر چنسیا ہو گا میرے یاد نے۔“ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اے نہیں عمران صاحب۔ اس بارہ دنارت خارجہ میں ریڈ کرنا ہے۔ معاملہ تو نہیں ہے کوئی اونچا ہے۔ صحیح رحمان صاحب نے فیاض صاحب کو خاصی جھاٹ پلانی تھی۔“ ہاشمی نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”اچھا بھئی پڑے آدمیوں کی پڑی باتیں ہوئی ہیں۔ انھیں جھاڑیں بھی پڑی کھانی پڑتی ہیں۔ بہر حال اور نکے پھر کال کروں گا۔“  
عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے کر ڈل دیا۔ اس کے چہرے پر یک لخت پر لیشانی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اس نے پڑی پھرتی سے سر سلطان کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یہس سیکر ڈری دنارت خارجہ آفس۔“ دسری طرف سے سر سلطان کے پی۔ اے کی آداز سنائی دی۔

اسلم شاہ کی مودباز آواز سنائی وی  
”اوہ تم آؤ۔ یہ کیا تم اجازتیں مانگ کر وقت صالح کر رہے ہو تو تمھیں  
نہیں معلوم ہمارا وقت کتنا قیمتی ہوتا ہے۔“ فیاض۔ اس  
پر چڑھ دوڑا۔

”جناب آپ نے ہی فرمایا تھا کہ اندر آنے سے پہلے اجازت  
مانگئی چاہیئے۔“ اسلام شاہ نے دبے دبے ہجے میں کہا۔  
”کہا ہو گا۔ وہ اور وقت تھا۔ بتاؤ کیا روپورٹ ہے۔“ فیاض  
نے بات کا رُخ بدلتے ہوئے کہا۔

”سر۔۔۔ عجیب و غریب بات لظر آئی ہے۔“ اسلام شاہ  
نے فوراً ہی پر جوش لیجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔  
”کیا مطلب۔۔۔ کی تھیں وہاں جن بھوت ناچتے ہوئے  
نظر آگئے تھے۔۔۔“ فیاض نے چونکتے ہوئے پوچھا  
”جناب جس آدمی کو چیک کرنے کے لیے بھجا تھا۔ تاکہ آپ  
اس کے میک آپ میں اپنا آدمی بھیج سکیں۔۔۔“ اسلام شاہ کا ہجہ  
اور تیادہ پر جوشی ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کی چیک پڑھ گئی۔  
”تو کیا ہوا۔ کیا دہ آدمی مر گیا ہے۔ پاگل ہو گیا ہے۔ غائب  
ہو گیا ہے۔ کیا ہوا اس سے۔۔۔“ فیاض نے تبری طرح جھنبھلا کر  
میر مر ٹککہ مارتا ہوئے کہا۔

”جناب دہ آدمی خود میک آپ میں مختا۔۔۔“ اسلام شاہ نے  
جواب دیا اور پہلے چند لمحے تو فیاض تحریت سے آنکھیں چھاڑے  
اسلم شاہ کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ کہسی سے یوں اچھلا جیسے اس

فیاض کے چہرے پر اسلام شاہ کے جلنے کے بعد ابھی تک  
بہتی کے آثار موجود تھے طاہرہ سعیج بھاڑ پڑھانے کی وجہ سے  
اس کا موڈ آف ہو گیا تھا۔ گو اس نے اپنی بھاڑ کا پدلہ اسلام شاہ سے  
لے لیا تھا لیکن اس کے باوجود اس کا موڈ درست نہ ہو رہا تھا۔  
اور اس کا جویں چاہ رہا تھا کہ اسی طرح اس نہزاد پیشل سینکڑ  
ایجنسی کا پتہ چل جائے تو وہ اس کی گردان پکڑ کر سر جہان کے سامنے  
جا کر کھڑا کرے اور انھیں بتکے کہ فیاض صرف بھاڑیں سنبھلے کے  
لیے وجود میں نہیں آیا وہ کام بھی کر سکتا ہے لیکن اسلام شاہ کو گئے  
ہوئے کافی وقت ہو گیا تھا لیکن وہ ابھی تک واپس نہ آیا تھا اور نہ  
ہی اس کی طرف سے کوئی اطلاع ہتی۔ اور اب اس بات پر فیاض  
کو دوبارہ غصہ آنا جا رہا تھا۔  
”میں حاضر ہو سکتا ہوں یا اس۔۔۔ اچانک دردرازے پر

لمحے پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے بھاگتا ہو اور دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ اسلام شاہ نے جو اس وقت کراہتا ہوا اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو دو بلند فیاض کی زد میں آنے سے بچایا۔ فیاض سر پر کیپ جماعت ہوا تقریباً دوڑتا ہوا سر رحمان کے دفتر کے دروازے پر پہنچا۔ ہیڈ کو اڑ میں موجود افراد حیرت سے سو فیاض کو اس طرح دوڑتے ہوئے دیکھتے ہیں فیاض کو اس وقت کسی بات کا ہوش نہ تھا۔ سر رحمان کے دروازے پر موجود چپڑا سی فیاض کو یوں بھاگتا ہوا اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر حیرت سے سنوں پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر فیاض نے اس کی طرف دیکھے بغیر دروازے پر پڑی ہوئی چک اٹھائی اور غڑاپ سے دفتر میں داخل ہو گیا۔

”سسس۔ سر۔ مجرم مجرم۔“ فیاض نے بڑی طرح باتیتے ہوئے سر رحمان سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ ان کی بیز کے بالکل قریب جا کر رکا تھا۔ سر رحمان حیرت اور غصتے سے آسے دیکھتے ہیں۔ ”کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔“ سر رحمان کا ہجہ بے حد سرد تھا اور یہ ان کے انتہائی خفتے کی واضح نشانی تھی۔

”سر وزارت خارجہ کے دیکارڈرم میں جو نیا استینٹ طفاحسن آج تعینات ہوا ہے۔ وہ سر میک آپ میں ہے۔“ دہ بیش سیکرٹ ایجنٹی کا میرے۔ سر۔ آپ نے حتم دیا تھا سر کے .....“ فیاض کسی ٹیپ کی طرح بولنا چلا گیا۔ مگر اس بار سر رحمان کی بھی وہی حالت ہوئی جو اسلام شاہ کی بات سننے کی فیاض کی ہوئی تھی۔ ”کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“ سر رحمان اچھل کر ریا لوگ چھیرتے

کے پردن کے نیچے ہائی ولٹیج کی نیچی تاراگئی ہو۔ ”کیا کہہ رہے ہو۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔“ فیاض نے بھاگ کر اسلام شاہ کے کانڈھوں کو دو ٹوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے کہا۔ اس کا پیغمبر جو شش کی شدت سے سُرخ ہو رہا تھا۔

”بچ۔ جی ہاں جناب۔ باسکل جناب۔ میری ساری عمر اسی کام میں گزری ہے جناب۔ میں ایک لمحے میں میک آپ کو پہچانت لیتا ہوں جناب۔“ اسلام شاہ نے گھبراٹے ہوئے بھی میں جواب دیا۔

”ادہ ویری گد۔“ اب پتہ چلے گا سر رحمان کو کہ فیاض کیا ہے۔“ فیاض نے خوشی سے اختیاراً چھلتے ہوئے کہا اور پھر دو یوں تیزی سے دروازے کی طرف دوڑا جیسے اولیک مقابلوں میں حصہ لے رہا ہوا اور اسلام شاہ حیرت سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ فیاض جیسا رکھر کھاؤ والا افسر یوں بجیوں کی طرح دوڑ بھی سکتا ہے۔ اور پھر وہ اسی حیرت بھرے انداز میں چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اچانک فیاض ایک دھماکے سے اس کے ساتھ ٹکرایا اور اسلام شاہ پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ جبکہ فیاض بھی رکھر اٹتا ہوا آگے کی طرف گرنے لگا مگر اس کے دونوں ہاتھ آفس ٹیبل پر جنم گئے اور وہ سنبھل گیا۔

”آتو کے پتھے دروازے میں کھڑے ہو جاتے ہیں احمد۔“ فیاض نے اچھل کر سیدھے ہوتے ہوئے چیخ کر کہا اور پھر اس نے انتہائی تیزی سے سانیدھنی پر لگی ہوئی اینی کیپ اٹاری اور درمرے

سے کھڑے ہو چکے تھے۔

"جی ہاں سر۔ چیف میک آپ میں اسلام شاہ نے خود جاکہ چیک کیا ہے سر۔" فیاض نے پرتوش بھی میں کہا۔

"کہاں ہے وہ اسلام شاہ۔" سر رحمان نے تیر لیجھیں کہا۔

"وہ سرمیرے دفتر کے فرش پر پڑا ہوا ہے سر۔" فیاض نے بوکھلا کر جواب دیا۔

"دفتر کے فرش پر پڑا ہوا ہے۔ کیا مطلب۔" سر رحمان کا چہرہ اچانگ غقے کی شدت سے قرخ ہو گیا۔

"س۔ سر۔ سوری۔ سر۔ وہ میرے ساتھ ٹکرانے کی وجہ سے گرہ پڑا تھا۔ وہ اب اٹھ گیا ہو گا سر۔ جب میں کیپ اٹھا کر آ رہا تھا سر۔ تو وہ اٹھ رہا تھا سر۔" فیاض۔ بوکھلاہٹ میں نایح ہی گیا۔ وہ کہنا کچھ چاہتا تھا منہ سے کچھ نکلتا تھا اور سر رحمان نے جنجنھلا کر میز پر زور سے ملکہ مارا۔ دسرے لمحے چڑرا سی تیزی سے اندر داخل ہوا۔

"چیف میک آپ میں اسلام شاہ کو بلا وحدتی۔" سر رحمان نے تھکمانہ لیجے میں کہا اور چڑرا سی سر ہلاتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا۔ سر رحمان اب اپنے آپ کو سنبھال چکے تھے۔ چنانچہ وہ دوبارہ اپنی سیکٹ پر بیٹھ گئے۔ جبکہ فیاض اُسی طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں میز کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

"بیٹھ جاؤ اور مجھے تفصیل بتاؤ۔" سر رحمان نے نرم لیجھیں کہا اور فیاض تیزی سے نہ صرف کرسی پر بیٹھا بلکہ اس نے شروع

سے لے کر اب تک کی تمام کہانی بھی تفصیل سے سنانی شروع کر دی۔

"تو تم نے اسلام شاہ کو باقاعدہ اتحارٹی لیٹر جاری کر دیا۔ تاکہ جسے دہاں سے جاگ جائے۔" سر رحمان کو ایک بار پھر حصہ آنے لگا۔

"مر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ دہاں داخلہ منور تھا۔

سر۔" فیاض نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ سر رحمان مزید کوئی بات کرتے۔ اسلام شاہ اندر داخل ہوا۔ وہ غربی طرح سہما ہوا تھا۔

"اسلم شاہ وہ استٹٹ ٹرین میک آپ میں تھام۔" سر رحمان نے اسلام شاہ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں جناب میک آپ میں تھا اور میک آپ بھی اپنی ایمونیا گلاس ک تھا جس کے متعلق عام لوگوں کو علم بھی نہیں ہے اور نہ بھی وہ عام ایمونیا سے مددتا ہے۔ اُسے صرف فاکر کریم سلوشن سے صاف کیا جا سکتا ہے سر۔" اسلام شاہ نے اپنی فنی مہارت بھی چیف بس کے سامنے جاری شروع کر دی۔

"ہوں۔" بھیک ہے۔ تم فوراً سلوشن لے آؤ۔ تم نے ہمارے

سامنے وہ میک آپ صاف کر نا ہے اور فیاض تم فوراً ریڈنک پارٹی تیار کرو۔ ہمچکری بھی سامنے لو۔ میں خود تھاے ساتھ چلوں گا۔"

سر رحمان نے تیر لیجے میں کہا۔ اور فیاض یہی سر کہتا ہوا کہ سی سے اٹھا اور پھر تیر تیر قدم اٹھاتا دفتر سے باہر نکلتا گیا۔

فیاض کے باہر جاتے ہی ایک کچھ کے لیے سر رحمان نے سوچا کہ وہ سر سلطان کو فون کر کے اپنے ریڈی کے متعلق بتا دیں گے وہ سر لمحے انھوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ انھیں معلوم تھا کہ سر سلطان

اُسے اپنے دفاتر کا سلسلہ بنالیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اچانک  
چھاپہ مارنے کا پروگرام بنایا۔

”سر جیپ تیار ہے۔“ اُسی لمحے فیاض نے اندر آتے  
ہوئے پڑھوٹش بھیجے میں کہا۔

”بھٹک ہے۔“ سر رحمان نے کہا اور پھر انہوں نے بیز کی دراز  
کھوں کر کوئی سچیز باہر نکال گرا اپنی جیپ میں منتقل کی۔ اور انہوں کو تیز تیز  
قدم احتللتے دردرازے سے باہر تکلتے چلے گئے۔

باہر دو ٹری جیپیں موجود تھیں۔ جن میں سے ایک جیپ پر ریڈنگ  
پارٹی اور دوسرا جیپ میں اسلام شاہ اپنے ہاتھ میں ایک بیگ لٹکائے  
بیٹھا ہوا تھا۔ سر رحمان ڈرائیور کے ساتھ وائی سینٹ پر بیٹھ گئے اور  
فیاض نے بچپلی سینٹ سنپھال لی۔ ان کے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے ایک  
جھٹکے سے جیپ آگے پڑھانی۔ فیاض اُسے شاید پہلے منزل مقصود کے  
متعلق بتاچکا تھا۔ اس یہے انتیلی جنس کے ہیئت کوارٹ سے نکل کر دونوں  
جیپیں انتہائی تیز رفتاری سے وزارت خارجہ کے سینکر ٹریٹ کی طرف  
پڑھتی چلی گئیں۔

صفدر صبح سے ظفر الحسن کے نام سے وزارت خارجہ کے  
ریکارڈ روم میں موجود تھا۔ ایکسو نے اُسے رات ہی اس بارے میں ہدایات  
دی دی تھیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ اطلاع ملی ہے کہ محروم  
وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم سے کوئی فائل اٹانا چاہتے ہیں۔ اس  
یہے اُسے دہاں بطور اسٹنٹ بھیجا جا رہا ہے تاکہ کسی بھی مشکوں  
صورت حال کے سامنے آتے ہی وہ معاملات کو کنٹرول بھی کر سکے  
اور ایکسو کو اطلاع بھی دے۔ ظفر الحسن کا نام بھی ایکسو نے ہی اُسے  
بتایا تھا۔ چنانچہ صقدر صبح ہی صبح میک آپ کہ کے اور عام سال بہاس  
پہن کر وزارت خارجہ کے سینکر ٹریٹ پہنچ گیا۔ جہاں سینکر ٹریٹ  
ایسیلیشمہنٹ پر اپنے سے اُسے اپنا اپامنٹ لیٹر مل گیا اور پھر اس  
نے ریکارڈ روم آنس میں اپنی ڈیلوی ٹسٹنچمال لی۔ اس کی ٹیبل ریکارڈ روم  
کے انچارج وجہ بیگ کے کمرے میں رکھی گئی تھی اور اس نے انہی کے

کو بھی ٹھوٹ لئے کی کوشش کی۔ لیکن وجد بیگ نے اُسے تبری طرح  
چھاڑ دیا۔ پھر ٹوائیٹ جانے کے پہانے اس نے ایکسٹو کو بھی اس  
امر کی روپورٹ میں دی لیکن ایکسٹو نے اُسے صرف نجرا فی کی بدایت  
کر دی اور اس امر کے بارے میں کوئی واضح بدایت نہ کی۔ چنانچہ صندر  
والیں اپنی سیدٹ پر آگئا اور پھر دیجید بیگ اس کے سامنے ایک  
ناالیں لینے کے لیے ریکارڈر میں گئی اور اس کی عدم موجودگی میں  
صندر نے اس کی میز کی درازوں کی مکمل تلاشی لے لی۔ لیکن درازوں  
میں عام سرکاری کاغذات کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ البته وجد بیگ  
کا ہینڈ بیگ موجود تھا۔ جو وہ اپنے ساٹھ گھر سے لے آتا تھا اور اے  
چاتا تھا۔ اسی ہینڈ بیگ کی تلاشی بھی صندر نے اچھی طرح نے ڈالی  
لختی۔ لیکن ہینڈ بیگ میں دیجید بیگ کا شناختی کارڈ، کچھ گھر یا خطوط  
بھلی اور سوئی گیس کے بل اور کچھ خریداری کے کیش میمو اور گاڑی کی  
چابیوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اس لیے صندر نے مطمئن ہو کر  
لیکن والیں دراز میں رکھ دیا۔

پھر جب دیجید بیگ ریکارڈر میں سے باہر آیا تو صندر نے جو اسے  
غور سے دیکھ رہا تھا۔ محسوس کیا کہ دیجید بیگ قدرے ننگڑا کر چل  
رہا تھا۔ لیکن اس نے کچھ زیادہ خیال نہ کیا۔ اس کے بعد وہ سی۔ آئی۔  
ڈی کا آدمی آیا تو صندر نے محسوس کیا کہ وہ صرف اُسے غور سے دیکھتا  
رہا۔ اس کے جانے کے بعد دیجید بیگ نے اُسے دوسرے شعبے سے  
فائل لانے کے لیے بیچ دیا اور صندر نے اس موقع کو فینیمن ترکھ  
کہ پبلک لاؤنج میں جا کر دہاں موجود پلک فون بوخے سے ایکسٹو کو

اسٹنٹ کے فالف ادا کرنے تھے۔ اس کے اپنے خیال کے مطابق  
ریکارڈر میں کاراستہ چونکہ اس آفس سے ہی جاتا تھا اور اُس سے یہ بھی  
معلوم ہو گیا تھا کہ ریکارڈر میں زبردست سامنی حفاظتی انتظامات  
موجود ہیں اور اس کے باوجود اس میں سوائے دیجید بیگ کے اور  
کوئی نہیں جا سکتا۔ اس لیے زیادہ تر دیجید بیگ کی ننگڑا فی کرتا تھا  
کیونکہ اگر مجرم ریکارڈر میں سے کوئی فائل اڑانا چلتا ہے میں تو اس کے  
لیے سب سے اچھا ٹارکٹ دیجید بیگ ہی تھے۔ لیکن دیجید بیگ کے  
پاس بیٹھے ہوئے اس نے تبری طرح یہ محسوس کیا کہ دیجید بیگ  
ذہنی طور پر انہیں پریشان اور الجھا ہوا ہے۔ اس کی حالت سے  
یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی خاص ایجمن میں پھنسا ہوا ہے اور کوئی  
فیصلہ نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے دیجید بیگ کی یہ ذہنی کیفیت  
صندر کے نزدیک انہیں مشکوک تھی۔ لیکن وہ بغیر ایکسٹو سے بات  
کیے کچھ نہ کر سکتا تھا اور نہ صرف شک کی بنار پر دیجید بیگ کے  
خلاف کوئی ایکشن لے سکتا تھا۔ دیجید بیگ میک آپ میں نہ  
تھا۔ اس بات کا وہ جائزہ پہلے ہی لے چکا تھا۔ درجنہ پہلے اُسے یہی  
خیال آیا تھا کہ دیجید بیگ کی جگہ شاپر مجرموں کا کوئی آدمی ہو لیکن بغیر  
اس نے اپنا خیال ترک کر دیا کیونکہ ایک تو دیجید بیگ اپنی اصل  
شکل میں تھا اور دوسری بات یہ کہ اگر دیجید بیگ کی جگہ کوئی آدمی  
ہوتا تو وہ اس طرح پریشان اور الجھا ہوانہ ہوتا۔ بلکہ وہ تو اپنے  
آپ کو شک سے بالا تر کھنے کے لیے عام حالات سے بھی زیادہ  
اپنے آپ کو مطمئن ظاہر کرنے کی کوشش کرتا۔ اس نے دیجید بیگ

اس کے ہاتھ میں ایک بیگ نظر۔ وجید بیگ حیرت سے آنکھیں پھاڑا  
ان سب افراد کو دیکھ رہا تھا۔

" وجید بیگ صاحب یہ سنطل انٹیلی جنس کے ڈائرنر بھر جزل  
سر جمان ہیں۔ یہی مجرم لوگ فسار کرنے آئے ہیں ۔" ریکارڈ  
سپر ٹنڈنٹ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور وجید بیگ کا  
نگک یکھن تو زرد پڑ گیا۔

" لک۔ لک۔ کون مجرم ۔" وجید بیگ نے بُری طرح ہٹکتے  
ہوئے کہا۔

" یہی ہے جناب ۔" اسلم شاہ نے صندر کی طرف اشارہ  
کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے اشارہ کرتے ہی سر جمان کے ساتھ  
کھڑے ہوئے پامبیوں نے بڑی پھر قی سے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی  
مشین کیسیں صندر کی طرف میڈھی کہ لیں۔

" گرفسار کہ لو اسے۔ خبردار اگر کوئی غلط حرکت کی تو ۔" سر جمان  
نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا اور سوپر فیاض نے آگے بڑھ کر بڑی  
تیزی سے صندر کی گردن کے ساتھ روایا اور کی نال رکھا۔ اور بھیر  
اس سے پہلے کہ صندر کوئی جواب دیتا۔ ایک سپاہی نے بجلی کی تیزی  
سے صندر کے دونوں بازو پیچھے موڑے اور بھر کلک کی آواز سے  
اس کے دونوں ہاتھ ہتھکڑی میں چکڑے گئے۔ اور اس کے ساتھ  
ہی سوپر فیاض نے روایا اور کی نال اس کی گردن سے ہٹا۔

" آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب ۔" صندر نے اس بار  
بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

کمال کر کے اب تک کی رپورٹ دے دی اور ایکٹو نے اُسے خاص طور  
پر وجید بیگ کی شکرانی کا حکم دے دیا۔— دفتر کے دران بھی اور دفتر  
سے جانے کے بعد بھی۔— اور صندر دوسرے شعبے سے فائل لے  
کر واپس آگیا۔ اس بار صندر نے وجید بیگ میں ایک واضح تبدیلی  
حسوس کی۔ وجید بیگ اب مکمل طور پر مطمئن تھا۔ یوں لگ رہا تھا۔  
جیسے کہ وہ جس آنچھن کا شکار عقاوہ حل ہو چکی ہے۔ یا اس نے ذہن  
سے اُسے جھٹک دیا ہے۔ یہ حال اب وجید بیگ بڑے اطمینان سے  
بیٹھا سرکاری کاموں میں مصروف تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا  
مشیر یہی صندر کے ساتھ زیادہ خوشگوار ہو گیا تھا۔ اب وہ صندر کو  
بڑے محبت پھرے انداز میں کام کے بائے میں سمجھا رہا تھا۔

" دیکھو ظفر الحسن یہ کام انتہائی ذمہ داری کا ہے۔ ریکارڈ روم  
میں ایسی فایلیں موجود ہیں۔ جن پر ہماری سلامتی کا اختصار ہے۔ اس لیے  
میں بہاں بے حد محظاٹ انداز میں کام کرنا ہو گا ۔" وجید بیگ  
نے صندر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

" میں بمحض اہول جناب ۔" صندر نے مسکراتے ہوئے  
جواب دیا اور بھرا اس سے پہلے کہ وجید بیگ کوئی بات کرتا دردعا زہ  
ایک دھماکے سے کھلا اور بھر ریکارڈ روم سپر ٹنڈنٹ بوکھلانے  
ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے پانچ چھہ افراد بھی اندر  
آگئے۔ اور صندر سر جمان، سوپر فیاض اور اس کے  
عملے کے تین چارستخ افراد کو اندر آتے دیکھ کر حیرت سے اچھل پڑا۔  
سر جمان کے ساتھ وہی آدمی تھا جو پہلے اہتمامی طبیعت کے کر آیا تھا۔

تو لیہ رکٹ نے سے میک آپ کے چھلکے اتنے شروع ہو گئے تو صدر سر رحمان نے آس سے ڈالنٹھتے ہوئے کہا۔ اور وحید بیگ اپ چیرت گھرے انداز میں صدر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے پھرے کارنگ بحال ہو چکا تھا۔  
کیونکہ اس پارے میں ایکٹو کا حکم انتہائی واضح تھا۔ صدر کامیک آپ صاف ہوتے ہی۔ صدر کے اصل چہرے کی بجائے ایک دوسرا چہرہ سامنے آگیا۔ کیونکہ صدر ڈبل میک آپ میں تھا۔ یہ بھی ان کی روپیہ کا معمول تھا کہ وہ ہمیشہ ڈبل میک آپ کرتے رہتے تھے۔ تاکہ اگر کوئی ایسی پھوٹش سامنے آ جائے تو بھی ان کی اصل صورت سامنے نہ آ جائے۔ ایک لمحہ کر لیے صدر کو خیال آیا کہ وہ دوسرا میک آپ بھی صاف کر اے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سورپرنسیاں آسے عمران کے دوست کی چنیت سے ابھی طرح جانتا ہے۔ اس طرح اس پر ہونے والا شرک دوڑ ہو جائے گا۔ لیکن پھر صدر خاموش ہو گیا۔ کیونکہ آسے معلوم تھا کہ اب معاملہ صرف سورپرنسیاں کا نہیں بلکہ سر رحمان بھی اس میں ملوث ہو چکے ہیں اور سر رحمان نے صرف اس پر اس کی جان بخشی نہیں کر دی گی کہ وہ عمران کا دوست ہے بلکہ وہ تو عمران کا نام سنتے ہی اور زیادہ لگڑ جائیں گے۔

”دیکھا آپ لوگوں نے۔ آپ نے ایک مجرم کو ساتھ بھٹکھا ہے۔“ سر رحمان نے ٹرے فاختہ لیجھے میں کہا۔

”لیں سر لیں سر۔ ہمیں خود چیرت ہے۔“ ریکارڈ پر ملٹری اور وحید بیگ نے چیرت بھرے انداز میں ہٹکلاتے ہوئے کہا۔  
”لے چلو۔“ اسے ہمیڈ کوارٹر وہاں جا کر یہ خود بتائے گا کہ اس کے معلوم نہ تھا کہ اسلام شاہ میک آپ کا خصوصی ماہر ہے۔ چنانچہ جب

”شرٹ آپ۔“ ابھی تمہارا اصل روپ سامنے آ جائے گا؟“  
سر رحمان نے آس سے ڈالنٹھتے ہوئے کہا۔ اور وحید بیگ اپ چیرت گھرے انداز میں صدر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے پھرے کارنگ بحال ہو چکا تھا۔

”یہ تو نیا استینٹ ہے جناب۔ سر سلطان نے ذاتی طور پر ان کی تقریب کے احکامات جاری کئے ہیں۔“ وحید بیگ نے زبان کھولی۔

”آپ خاموش رہیں۔“ سر رحمان نے آس سے بھی ڈانٹ دیا۔  
”اسلم شاہ۔“ سر رحمان نے اس بار بیگ والے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب۔“ اسلام شاہ نے موعد بانہ لیجھے میں کہا۔  
”آس کامیک آپ صاف کر د۔ فوراً۔“ سر رحمان نے ٹرے سمجھنا نہ لیجھے میں آسے ٹھیم دیتے ہوئے کہا اور اسلام شاہ بیگ سنجدہ لے تیزی سے آگے ٹڑھا۔ اور آسی لمحے پہاڑیوں نے صدر کو دھکیل کر داپس کر سی پر بھٹا دیا اور اسلام شاہ نے بیگ کھول کر اس میں سے ایک لمبی سی یوٹل اور ایک تو لیہ زکال لیا۔ وہ سب لوگ صدر کی کرسی کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے رہتے۔ اسلام شاہ نے ٹرے بھر قی سے صدر کے منہ پر بوقت سلوشن زکال کر دالا اور چھر تو لیے سے گرٹہ نا شروع کر دیا۔ اب تک تو صدر اس لیے بھی الٹیناں تھے بیٹھا ہوا تھا کہ ایمونیا سے اس کامیک آپ صاف نہیں ہو گا لیکن آسے یہ معلوم نہ تھا کہ اسلام شاہ میک آپ کا خصوصی ماہر ہے۔ چنانچہ جب

ساختی کون ہیں ۔ ” سر رحمان نے سورپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا اور سورپر فیاض نے صفرد کو برازو سے پکڑ کر اٹھنے کا اشارہ کیا۔ ” اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ ” اچانک دروازے سے عمران کی مخصوص آواز سنائی دی اور صدر کے ساتھ ساتھ سب لوگ یہی طرح چونک ٹیرے۔ دروازے میں عمران ۔ چہرے پر چھاٹوں کا نقاب چڑھلے کھڑا تھا۔

” تم یہاں کیسے داخل ہوئے ۔ ” سر رحمان نے عمران کو دیکھتے ہی غصے سے بھرے ہوئے لہجے میں کہا۔ البتہ صدر کے چہرے پر اب اطمینان سا چھا گیا تھا۔

” اپنی ٹانگوں پر چل کر ٹیڈی۔ اور یہ آپ کے ساتھ سورپر فیاض کیوں اکڑا کھڑا ہے۔ لگتا ہے جیسے دہلی کا لال قلعہ فتح کیے کھڑا ہو۔ ” عمران نے ٹیرے انکسارانہ سے لہجے میں کہا۔ وہ اب قدم پڑھا کر اندر آچکا تھا۔

” شٹ آپ ۔ ” میں پوچھتا ہوں تم یہاں کیوں آئے ہو۔ مجھیں سیکورٹی نے نہیں روکا ۔ ” سر رحمان کا لمحہ اور زیادہ غصیلا ہو گیا۔ ” میں نے آدھے حصے کا وہدہ کر لیا ہے سیکورٹی سے۔ اب یہ مجھ سے بھاگ کر کہاں چلے گا ۔ ” عمران نے کہا۔

” کیا مطلب ۔ ” کون بھاگ کر کہاں جائے گا ۔ ” سر رحمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

” یہ سورپر فیاض ۔ ” میں نے ٹیڈی اس سے ایک ہزار روپیہ وصول کرتا ہے۔ غصب خدا کا ایک مہینہ ہو گیا ہے۔ اس نے مجھ سے

ادھار لیا تھا اور ایک ہفتے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اب دیتا بھی نہیں۔ پیغمبر ڈیڈی اس سے رقم دلاد تھے۔ آج محل غربت کا درود ورہ ہے：“ عمران نے ٹرے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

” بخواں مت کرو۔ یہ مکھارا پر ایوب معااملہ ہے۔ یہاں وہ ڈیوبٹ پیر ہے اور میں سیکورٹی کے خلاف رپورٹ کروں گا کہ غیر متعلقہ افراد کو یہاں کیوں آنے دیتے ہیں ۔ ” سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ” ڈیوبٹ پر۔ اور یہاں کیا اس کا ٹرانسفر ہو گیا ہے ۔ ” عمران نے حیرت سے آنکھیں چھاٹے تھے ہوئے کہا۔

” فیاض لے چلو مجرم کو ۔ ” سر رحمان نے اس بار عمران کو جواب دینے کی بجائے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

” اجی قبلہ والدگرامی صاحب۔ ذرا چھری تلے دم تو لستے دیجئے۔ کون مجرم۔ ” کیا مجرم ۔ ” عمران نے آنکھیں چھاٹے ہوئے کہا۔ ” اسے بھی گرفتار کرو۔ ہنگڑیاں ڈال دو اس کے ہاتھوں میں۔ اس نے سرکاری فرمانیں مداخلت کی ہے ۔ ” سر رحمان غصے کی ثابت سے اب ٹرے۔ اور پہاہی تیزی سے عمران کی طرف ٹڑھے۔

” لئے ارسے رک جاؤ۔ یہ بایپ بیٹی کا معاملہ ہے ۔ ” عمران نے ہاتھ اٹھا کر انھیں روکنا چاہا۔ مگر اس بار فیاض تیر کی طرح عمران کی طرف چھپتا۔ اس نے جیب سے ہنگڑیاں کا سیٹ نکال لیا تھا۔ اور پھر اس کے لیے اس سے بہتر موقع اور کون سا ہو سکتا تھا کہ وہ غرمان کے ہاتھوں میں ہنگڑیاں ڈالنے کی حسرت پوری کر لے تھا۔

” ڈال دو اس کے ہاتھوں میں ہنگڑیاں ۔ ” یہ میرا حکم ہے؟

بھی اپنے باتھوں سے گولی مار دوں گا۔ ”سر رحمان غصہ کی شدت سے ناچنے لگے۔

”ڈیڈی — تایید آپ پر بھی سوپر فیاض کی صحبت کا اثر ہو گیا ہے۔ بہر حال اس غریب کو چھوڑ دیں۔ یہ میرا دوست ہے۔ اور میرے دوست کو آپ اپنے ساختہ نہیں لے جا سکتے ورنہ۔۔۔“ عمران نے ہونٹ بخچتے ہوئے کہا۔

”درنہ تم کیا کرو کے۔“ سر رحمان نے دانت پیستہ ہوئے کہا۔ ان کا پھرہ غصہ کی شدت سے سیاہ پڑھ کا تھا۔ اور دسرے لمحے انھوں نے ڈیڈی پھری سے جیب سے روپا لوز کاں لیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے یہاں۔“ اچانک دردازے سے سر سلطان کی آداز سنائی دی۔ وہ یحربت سے اس سچوشن کو دیکھ رہے تھے۔

”ڈیڈی کو سمجھا میں جناب۔ یہ ظفر الحسن کو گرفتار کر کے لے جائیں ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ظفر الحسن میرا دوست ہے اور اس کی یہاں تقریبی سفارش بھی میں نے کی تھی۔“ عمران نے انہتہائی سنجیدہ یہی میں کہا۔

”اسے لے جاؤ سلطان۔ میری نظروں سے دُور لے جاؤ۔ ورنہ میں اسے گولی مار دوں گا۔ تمہارے سامنے گولی مار دوں گا۔“ سر رحمان نے پُری طرح سے دانت پیستہ ہوئے کہا۔

”رحمان صاحب پیتر۔ صورت حال کو تماشا نہ بنائیں۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔ کچھ تپہ بھی تو چلے۔“ سر سلطان نے عمران اور سر رحمان کے درمیان آتے ہوئے کہا۔

سر رحمان نے چنختے ہوئے کہا اور فیاض نے آگے بڑھ کر عمران کے ہاتھ پکڑنے نے چاہے۔ مگر وہ دوسرا لمحہ چینتا ہوا پکیلی دیوار سے جاٹکرایا۔ عمران نے ایک زور دار جبکہ دیبا بھا اور فیاض کے پاؤں زمین سے اکھڑ کئے تھے۔

”کیا احمد سپر نڈنڈ پالے ہوئے ہیں آپ نے۔ اور آپ بھی سوچے تمجھے بغیر حکم دیتا شروع کر دیتے ہیں۔ کم از کم اپنی نہیں تو میری غصت کا خیال کر لیجئے۔ آخر میں ڈاٹر بیکٹر جزل کا بیٹا ہوں کبھی موجی نانی کا تو نہیں۔“ عمران نے قدے طفتریہ لیجئے میں سر رحمان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے پھرے پر یک لمحت سنجیدگی چاکتی تھی۔

”تم تم مجھے کہہ رہے ہو۔ بمباری، یہ جرأت میں بھی گولی مار دوں گا۔“ سر رحمان کے لونٹا ہر بے پوچھے جسم میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔ ”انٹیا جنس سما ڈاٹر بیکٹر جزل ہونے کا یہ مقصد تھے کہ آپ اپنے بیٹے کو یہاں جی چاہے گولی مار دیں۔ آپ مجرم تو آپ کے سامنے گوپیاں کھانے کے لیے آنے سے رہے۔ لستانہ بازی کی مشق کے لیے بیٹا ہی رہ گیا ہے اور آپ نے اس بیچاۓ کو کیوں ہٹکڑیاں لگا رکھی ہیں۔ اس کا قصور۔ یہ تو ظفر الحسن تھے۔ میرا دوست ہے۔“ عمران کے ہیچے میں چٹاں کی ہسی سنجیدگی تھی۔ وہ اس وقت کوئی نیا ہی عمران لگ رہا تھا۔

”تم اس ایجسٹو کے بل پر ناچ رہے ہو۔ مجھ پر لنتر کر رہے ہو۔ تھاری یہ جرأت میں خود اپنے باتھوں سے بھی بہنچ کر دیاں رکادیں گکا۔ میں دیکھتا ہوں تھارا ایجسٹو بھی کس طرح بچاتا ہے میں اسے

تفییش کروں گا۔ اگر یہ تمہارا آدمی ثابت ہو اب اسے چھوڑ دوں گا۔ درنہ نہیں۔ ” سر جمان صدیں آگئے۔ شاید اب انہوں نے اسے اپنی عزت کا مسئلہ بنایا تھا۔

” پلینیر جمان صاحب۔ میری درخواست ہے کہ آپ اسے صد کا مسئلہ بنایاں۔ اس طرح مند الچھ جائے گا اور ہم آپس میں ہی الچھ کر دہ جائیں گے۔ ” سر سلطان نے حتی الوضع اپنے آپ کو نرم رکھتے ہوئے کہا۔

” میرے راستے میں مت آئیے سلطان صاحب۔ آپ جانتے ہیں۔ جو میں کہہ دیتا ہوں وہ غائب ہوتا ہے اور میرے اختیارات اتنے ہیں کہ میں جسے چاہوں گرفتار کر سکتا ہوں۔ جتنا کہ میں چاہوں تو آپ کو بھی ہیڈ کوارٹر لے جاسکتا ہوں۔ ” سر جمان کا چنگیزی خون شاید پوری طرح جوش میں آگیا تھا۔

” پلینیر جمان صاحب پلینیر۔ یہاں اختیارات کا مسئلہ نہیں ہے۔ ” سر سلطان نے بچانے کے سامنے وہ شاید ایسی بات کہی برداشت نہ کر سکتے۔

” میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ ڈالیں اور اس ناسخوار کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔ میں اس بھرم کو ہر قیمت پر ساتھ لے جاؤں گا۔ ہر قیمت پر۔ ” سر جمان نے انہیں ضریب ہیجے میں کہا۔

” اگر صدر مملکت آپ کو اسے چھوڑنے کا کہہ دیں تب۔ ”

” ہونا کیا ہے۔ بھیجیں معلوم ہے۔ صدر مملکت نے کافرستان کی پیشہ سیکرٹ ایجننسی کا کیس ہمارے محلے میں ٹرانسفر کیا ہے۔ اور مجھے اللاح ملی ہے کہ یہاں ریکارڈ روم میں جو نیا استینٹ آیا ہے۔ وہ مجرموں کا آدمی ہے۔ چنانچہ میں نے یہاں ریڈ کیا اور آسے گرفتار کر لیا۔ یہ میک آپ میں بھتا۔ میں نے اس کا میک آپ فتا کیا ہے اور اب اسے گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر لے جا رہا ہوں گے۔ یہ احمد۔ اتو۔ یہاں پیک پڑا۔ اور مجھے سرکاری فرائض کی ادائیگی سے روک رہا ہے۔ ” سر جمان نے بیز بیجے میں کہا۔

” اوه۔ ” تو یہ ظفر الحسن کا مسئلہ ہے۔ رجمان صاحب آپ کم از کم مجھ سے توصیرت حال ڈسکس کر لیتے۔ اس کی تقریب میں نے کہے اور میں نے ہی اسے ہدایت کی تھی کہ یہ میک آپ میں رہ کر یہاں کام کرے۔ اور آپ نے بغیر مجھ سے بات کئے یہاں ریڈ بھی کر دیا اور اسے گرفتار بھی کر لیا۔ ” سر سلطان نے تباہ بیجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

” تمہارا آدمی۔ ” اور میک آپ میں۔ ” کیا مطلب کیا یہ بھرم نہیں ہے۔ ” سر جمان کے بیچے میں حیرت کا عنصر ابھرا آیا۔ ” آپ اسے چھوڑیں۔ اپنے آدمیوں کو وہ اپنے بھیجیں اور میرے دفتر میں آ جائیں۔ میں آپ کو تمام صورت حال بتاتا ہوں۔ ” سر سلطان نے نرم بیچے میں کہا۔

” سوری سلطان صاحب۔ ” میں اس طرح اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ میرا بھرم ہے۔ میں اسے ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا۔ اور

"اچھی طرح چیک کرے یجھے۔ بلکہ بطور ثبوت اپنے پاس رکھے یجھے میں اسے خود ہی والپس لے لوں گا۔ اور اب بھی آپ ظفر الحسن کی ہتھکرٹیاں نہیں لھو لیں گے۔" عمران کا ہجھ سنجیدہ سخت خود وہ "فیاض اس کی ہتھکرٹیاں کھول دو۔" سر رحمان نے شکست پر ہو گی۔ میں آپ سے یہاں ہجھکڑا نہیں کرنا چاہتا۔ ورنہ اگر میں جانپو تو۔۔۔" سر سلطان نے دانت پیشیتے ہوئے ہیا اور پھر تیری سے دروازے کی طرف مڑنے لگے۔

"چلو ظفر میرے ساتھ۔" عمران نے صدر سے مخاطب ہو کر کہا اور صدر مسکراتا ہوا عمران کی طرف بڑھنے لگا۔ "اسے اپنے پاس ہی رکھیے ڈیڈی۔" شاید آپ کے بھی بھی کام آجائے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر صدر کا پازدیکڑ کہ اُسے کھینچتا ہوا انتہائی تیزی سے کمرے کے دردارے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"تو عمران سپریم کراس ہولڈر ہے۔ یہ نالائق۔ احمد، اُتو سپریم کراس ہولڈر ہے۔" سر رحمان نے ان دونوں کے جانے کے بعد بڑھاتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر اب عجیب سے تاثرات اچھا نہیں تھے۔ اپنی شکست کے بھی اور ساتھ ہی اپنے بلیٹ کے سپریم کراس ہولڈر ہونے کے خر کے بھی۔ دھاچھی طرح جانتے تھے کہ سپریم کراس ہولڈر کے کیا اختیارات ہوتے ہیں۔

سر سلطان نے دانت کاٹتے ہوئے کہا۔ "تب بھی اسے کم از کم یہاں نہیں چھوڑوں گا۔ ہمیں کوارٹر جاکسہ شاید چھوڑ دو۔" سر رحمان نے قدرے نرم یہجے میں کہا۔

"تو لے جائیے اسے۔ اس کے بعد کیا ہو گا اس کی ذمہ داری آپ پر ہو گی۔ میں آپ سے یہاں ہجھکڑا نہیں کرنا چاہتا۔ ورنہ اگر میں جانپو تو۔۔۔" سر سلطان نے دانت پیشیتے ہوئے ہیا اور پھر تیری سے دروازے کی طرف مڑنے لگے۔

"ظہر یئے سلطان صاحب۔ اگر ڈیڈی صد میں آسکتے ہیں تو ان کا بیٹا ان سے زیادہ صدی ہو سکتا ہے۔ اچانک عمران کی آداز کمرے میں گونجی اور سر سلطان ہجھک کر رک گئے۔

"نہیں عمران۔ یہاں تم نے کچھ نہیں کہنا۔ آدمیرے ساتھ۔" سر سلطان نے عمران کا بازو پیکڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں اگر آپ جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں۔" عمران نے کہا اور پھر جیب میں ٹاہنڈا ڈال کرہ اس نے ایک چھوٹا سا زیج زکالا۔ یہ بیج پیتل کا بنا ہوا تھا۔ اس کے درمیان ایک گول مہرسی کھدی ہوئی تھی۔ جس پر کچھ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ اب کو جائز نہ بنائی ہے۔

"آپ اسے پہچانتے ہیں ڈیڈی۔" عمران نے مہر سر رحمان کی طرف ٹھہر لتے ہوئے کہا اور سر رحمان یوں آنکھیں چھاٹے مہر کو دیکھنے لگے۔ جیسے ان کی نظریں۔ دنیا کا نواں عجوبہ دیکھ رہی ہوں۔

"یہ سپریم کراس۔ یہ یہ تمہارے پاس۔" سر رحمان نے جیرت کی شدت سے ہمکلاتے ہوئے کہا۔

پس پریم کراس ہولڈ رچا ہے تو صدر محلکت کو بھی حکم دے سکتا ہے اور صدر محلکت بھی اس کا حکم ملتے ہے مجبور ہیں۔ لیکن یہ بات ان کے تصور میں بھی نہ ہتھی کہ ان کا اپنا بیٹا عمران جسے وہ آج تک احمد، آوارہ گرد اور نکما سمجھتے چلے آئے تھے پس پریم کراس ہولڈ رہو سکتا ہے۔

"آس پر پس پریم کراس نہیں بلکہ پس پریم کراس ہوئے کہا۔  
نظر میں پس پریم کراس ہی نظر آتا ہے اور نیچے گوئی  
لی، بجا لے گروہ فار پا کیشیا لکھا ہوا ہے۔" سر سلطانی وزارت  
ہوئے کہا۔ اور سر رحمان پہلے تو اسے غور سے دیکھتے ہے، پرانی بھاجا تھا  
بڑا مُرخ ہونے لگا۔

"فراد، دھوکہ۔ میرے ساتھ دھوکہ۔ میں اسے گولی مار دوں گا۔"  
تاریا دھوکہ۔ اودہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ "سر رحمان  
اقتنی غفتے کی شدت سے اچھل پڑے۔ وہ واقتنی نقتوں بھی رکھ سکتے  
تھے کہ عمران انھیں اس طرح سب کے سامنے وقوف بنانے  
کا میاب ہو جائے گا۔

"غفتہ مت کرو۔ میرے ساتھ آؤ۔" سر سلطان نے ٹری  
بی سے ان کے بازو پر ہاتھ لکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ اب میں کوئی سفارش نہیں سنوں گا۔ ہرگز نہیں؛"  
رحمان نے ٹریے غصیلے انداز میں ان کا ہاتھ جھٹکا اور پھر نیڑی  
کے دروازے کی طرف ٹھہر چکئے۔ غفتہ اور ندامت نے ان  
بجیب سی حالت کر دی تھی۔ وہ آج تک فیاض کو ہی احمد اور اتو  
تھے آئے تھے لیکن آج ان کا اپنا بیٹا فیاض اور پاہیوں کے سامنے  
کے پے وقوف بنانے کا جلا گیا تھا اور فلاہر ہے وہ کم از کم اسے

پس پریم کراس ہولڈ رچا ہے تو صدر محلکت کو بھی حکم دے سکتا ہے  
اور صدر محلکت بھی اس کا حکم ملتے ہے مجبور ہیں۔ لیکن یہ بات  
ان کے تصور میں بھی نہ ہتھی کہ ان کا اپنا بیٹا عمران جسے وہ آج تک  
احمد، آوارہ گرد اور نکما سمجھتے چلے آئے تھے پس پریم کراس ہولڈ رہو سکتا ہے۔

"تم نے مجھے آج تک بتایا ہی نہیں کہ یہ احمد پس پریم کراس  
ہولڈ رہے۔" سر رحمان نے سر سلطان سے مخاطب ہو کر  
کہا اور ان کے لیے ہمیں شکایت ہتھی۔

میں بھی پہلی بار اس بات سے آگاہ ہوا ہوں۔ اور بھاری  
طرح میں بھی یہ رہا۔ لیکن یہ کراس بھٹکے پاس کیوں چھوٹ  
گیا ہے۔ فراد کھانا نہیں۔ سر سلطان نے کہا اور سر رحمان  
نے ٹرے خریہ انداز میں ہاتھ میں پکڑا ہوا کراس سر سلطان کی طرف  
پڑھا دیا۔ سر سلطان خود بھی یہ رہا۔ ان کے اپنے لقصوں  
میں بھی نہ تھا کہ عمران پس پریم کراس ہولڈ رہو سکتا ہے۔ ان کے خیال  
کے مطابق آج تک پاکیشیا میں کبھی سی کو پس پریم کراس ہولڈ رہ  
بنایا بھی نہ گیا تھا۔ انھوں نے غور سے اس کراس کو دیکھا اور  
دوسرے لمحے وہ چونک ٹرے۔ اور ایک بار بھر غور سے کراس  
کو دیکھنے لگے۔ دوسرے لمحے ان کے چہرے پرے پرے اختیار  
مکراہٹ ابھر آئی۔

"وہ چوٹ دے گیا رحمان۔ ہم دونوں کو چوٹ دے گیا۔ یہ پس پریم  
کراس نہیں۔" سر سلطان نے کہا اور سر رحمان بے اختیار

اگر پہلک فون لوٹھ سے کسی کو کال کیا اور چیر حضور مصطفیٰ آفی۔ ڈی کی دو جیپیں دفتر میں پڑھیں اور بیھر حضور پتہ چلا کہ سنٹرل انٹلی جنس کے ڈائریکٹر ڈائزئل اور سپرینٹنڈنٹ فیاض نے وحید بیگ کے دفتر میں ریڈ کیا ہے۔ اعظم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”سنٹرل انٹلی جنس کا ریڈ اور وحید بیگ کے دفتر میں۔“ نواب پیارے میاں کے چہرے پر بوکھلا ہٹ سی طاری ہو گئی۔

”حضور آپ کو علم ہے کہ میں اور اکبر نے بطور چیڑا سی وزارت خارجہ کے دفتر میں نوکری کرنی ہے۔ تو حضور پہلے تو میں بھی یہی بمحابا تھا کہ شاید ہماری بات کھل لئی ہے اور یہ ریڈ وحید بیگ صاحب پر کیا گیا ہے مگر صاحب وہاں تو عجیب ہی مکر حل کیا حضور۔ یہ ریڈ اسی نتائج سنت خلف الرحمن کو گرفتار کرنے کا تھا۔ وہ حضور میک آپ میں تھا اور ایک اہم بات اور حضور ڈائریکٹر ڈائزئل نے وہاں ہماری ایجنسی کا نام بھی سن لیا ہے۔“ اعظم نے کہا۔

”ہماری ایجنسی کا۔ کیا مطلب۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہماری ایجنسی کے متعلق یہاں والوں کو کیا معلوم۔“ نواب پیارے میاں بے اختیار اچھل پڑے۔

”میں درست عرض کر رہا ہوں حضور۔ انہوں نے کافرستان پیش کیا۔“ ایک ایجنسی کے الفاظ کہے تھے حضور۔ میں نے خود اپنے کانوں سے ہجھ میں کہا۔

”حضور آپ کے حکم کے مطابق میں اور اکبر وحید بیگ کے دفتر دہاں کھڑا تھا۔ انہوں نے خلف الرحمن کا میک آپ صاف کیا۔ وہ میک آپ میں تھا حضور۔ پھر انہوں نے اسے مجھکر یاں لگوادیں۔ اسی لمحے

میک حاضر ہو سکتا ہوں حضور۔“ دروازے میں کھڑے اعظم نے بڑے عاجزانہ لمحے میں پوچھا۔ ”اوہ اعظم میاں آپ آگئے۔ آئیے۔“ نواب پیارے میاں نے سامنے رکھی ہوئی کتاب سے سراہٹا تے ہوئے کہا۔ ”حضور ایک عجیب سی روپرٹ ہے۔ سمجھدیں نہیں آ رہا کہ کیا عرض کروں۔“ اعظم میاں نے کمکے میں داخل ہوتے ہوئے عجیب سے بچے میں کہا۔

”عجیب سی روپرٹ۔ کیا مطلب۔ آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں کھل کر بیات کیجئے۔“ نواب پیارے میاں نے جیرت بھر کیا۔

”حضور آپ کے حکم کے مطابق میں اور اکبر وحید بیگ کے دفتر کی نگرانی کر رہے تھے۔ آج وحید بیگ کے دفتر میں ایک نئے اسم تعینات ہوئے ہیں۔ خلف الرحمن۔ انہوں نے دوبار دفتر سے

رائے دریکیں۔ "حکیم بڑھن نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور نواب پیارے میاں نے اعظم کی نکمل روپرٹ تفصیل سے انھیں سنادی۔ "اوہ تم خواہ مخواہ گھبرا گئے پیارے میاں۔ اسی لیے تو ہم تمہارے ساتھ رہتے ہیں۔ اس ساری کہانی سے یہ بات اظہر مناشمیں کی طرح سامنے آ جاتی ہے کہ ابھی انھیں وحید بیگ پر شک نہیں ہوا۔ انھوں نے شاید احتیاجاً یہ کارروائی کی تھی۔ ورنہ وہ وحید بیگ سے ضرور بات کہتے۔ البته اب ایسا ہو سکتا ہے کہ وحید بیگ اس ساری کارروائی سے خوفزدہ ہو کر انھیں از خود سب کچونہ بتا دیں۔ " حکیم بڑھن نے سر ہلاتے ہوئے پڑھے فیصلہ کرن لیجے میں کہا۔

"تواب ہمیں کیا اقدام کرنا چاہیے۔ کیا وہ فائل حاصل کرنے کا کوئی نیا طریقہ سوچیں اور خود اندر کر افتد چلے جائیں۔" نواب پیارے میاں نے ابھی ہوئے لیجے میں کہا۔

"ہاں سوچنا تو ایسا ہی پڑھے گما۔ ہمارا پہلا اقدام تو بہ حال مشکوک ہو گیا ہے۔ اور اب ہمیں نئے روپ میں کام کرنا ہو گا لیکن میرا خیال ہے اگر ہم سے ہے۔ یہ تو انتہائی خطرناک بات ہے۔" نواب پیارے میاں نے پریشان لیجے میں کہا۔

"اعظم میاں ذرا دائر لیں فون یہاں لائیے۔" نواب پیارے میاں نے اعظم سے مخاطب ہو کر کہا۔ "بہتر حضور۔" اعظم نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھانا کرے سے باہر نکل گیا۔

"یہ عمران تو بہت ہی عیار ثابت ہوا ہے۔ ہمیں اس سے ایسی عباری کی امید نہ تھی۔ ہمارے خیال میں اگر عمران کا خاتمہ پہلے کر دیا جائے تو ہم زیادہ

عمران میاں وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے کہا کہ ظفر الحسن ان کا دوست ہے۔ وہ ڈاٹریکٹ جنرل کو ڈریڈی کہہ رہے تھے۔ مگر ڈاٹریکٹ جنرل نہ مانے۔ پھر وزارت خارجہ کے سینکڑی سر سلطان وہاں پہنچ گئے حضور۔ انھوں نے ظفر الحسن کو چھوڑنے کے لیے کہا۔ مگر حضور ڈاٹریکٹ جنرل صد میں آگئے وہ نہ مانے۔ تب حضور ایک عجیب واقعہ ہوا۔ عمران میاں نے جیب سے ایک کراس نکال کر ڈاٹریکٹ جنرل کو دیا۔ اسے وہ سپریم کراس کہہ رہے تھے۔ اس کراس کو دیکھتے ہی انھوں نے اسی ملے ظفر الحسن کو چھوڑ دیا اور عمران میاں اسی ظفر الحسن کو لے کر چلے گئے۔ "اعظم نے تفصیل سے روپرٹ بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔" اس کا مطلب ہے کہ عمران میاں ہمیں پکڑ دے رہے ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ ہم نے وحید بیگ کو استعمال کیا ہے۔ اسی ہیں انھوں نے اپنا آدمی دہاں تعینات کر دیا۔ تاکہ وہ ہمارے خلاف ثبوت حاصل کر سکیں اور انھیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارا تعلق سپیشل سینکڑ ایجنٹ سے ہے۔ یہ تو انتہائی خطرناک بات ہے۔" نواب پیارے میاں نے پریشان لیجے میں کہا۔

"کیا بات سے نواب میاں۔ پریشان کیوں ہو رہے ہو۔" دیوانہ سے مکینم بڑھن کی آواز سنائی دی اور تواب پیارے میاں احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے۔

"قبلہ ہماری بساط ہی الٹ گئی۔ ہم بھی نظروں میں آگئے حضور۔" نواب پیارے میاں نے کہا۔ "وہ تیکیے ہمیں بھی تو بتائیے۔ ہو سکتا ہے ہم آپ کو کوئی مفید

بعد انھوں نے وجید بیگ کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ اب اگر اس کاں کو ٹریس بھی کیا جاتا تو یہ معلوم ہوتا کہ یہ کمال پیک فون بوخت سے کی گئی ہے۔

”یہ ریکارڈ ردم انچارج وجید بیگ پیکنگ ۔۔۔“ رالبط قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے وجید بیگ کی آواز سنائی دی۔  
”قبلہ وجید بیگ صاحب آپ کی عزت ماب زوجہ محترمہ اور آپ کے معصوم بچے ابھی تحریرت میں نا۔۔۔“ نواب پیارے میاں نے ٹڑے نرم اجھے میں کہا۔

”اوہ۔ آپ۔ آپ نے فون کیوں کیا ہے۔۔۔“ دوسری طرف سے

”جگہر ایتے نہیں۔ ہمارا مقصد تو صرف آپ کی زوجہ محترمہ اور معصوم بچوں کی تحریرت معلوم کرنا تھی۔ ہمیں معلوم ہے کہ آپ ٹڑے مصروف ہیں۔

آپ کے دفتر میں ڈرائے ہوتے ہیں اور ٹڑے اداکاروں نے اداکاری کے چوہر دکھائے ہیں۔ مگر قبلہ آپ ان یاتوں کا خجال نہ کیجئے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ اور معصوم بچوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان بیچاروں کا مستقبل آپ کی راہ دیکھ رہا ہے۔۔۔“ نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ آپ بنے فکر رہیں۔ آپ کا کام ہو جگا ہے۔ وہ ہیں نے پہلے ہی کمر دیا تھا۔۔۔“ دوسری طرف سے وجید بیگ نے سرگوشیا نہ انداز میں کہا۔

”اوہ۔۔۔ آپ داقعی غطیم آدمی ہیں۔ آپ داقعی اپنی اہلیہ سے محبت

انہیں سے کام کر سکیں گے۔۔۔“ اعظم کے باہر جاتے ہی نواب پیارے میاں نے کہا۔

”ہمیں اپنے اصول سے ہٹ کر کام نہیں کرنا چاہیے۔ آپ باتے ہیں کہ ہم نے ٹڑے ٹڑے معرکے مارے ہیں اور آج تک ہم نے ایک آدمی کا بھی خون نہیں بہایا اور نہ ہی کبھی اس کی ضرورت پڑی۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اس پار بھی ہم کا میاں رہیں گے۔۔۔“ حکیم ڈھن نے کہا۔

اور اس سے پہلے کہ نواب پیارے میاں کو فی جواب دیتے۔ اعظم اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نئی ساخت کا ٹیلی فون سیٹ تھا جس کے ساتھ ایک اوپنچاسا ایریل لگا ہوا تھا۔ اس نے وہ سیٹ ٹڑے مودباڑے انداز میں نواب پیارے میاں کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

”آپ کو وجید بیگ کا نام معلوم ہے۔۔۔“ حکیم ڈھن نے پوچھا۔ ”جی ہاں قبلہ۔۔۔“ نواب پیارے میاں نے سر حالاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ یہ دائریں سیٹ ایک بالکل چدیدیا بیجاو دھتی۔ اس میں سے کسی بھی فون کے نمبر گھما کر ایک بیٹن دیانے سے فون کا تعلق اس فون سے جڑ جاتا تھا۔ اور پھر مطلوبہ نمبر لگانے کے بعد اس پر بات کی جاسکتی تھی۔ آپ کاں کو ٹریس نہ کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ تجھنکی طور پر یہ کمال اُسی ٹڑے ہوئے فون سے ہی سمجھی جاسکتی تھی۔ پھر انچارج نواب پیارے میاں نے جو نمبر پہلے گھائے وہ گلفشاں کا لوئی کے چوک پر موجود پیک بوخت کے تھے۔ نمبر گھمانے کے بعد انھوں نے سائیڈ میں لگا ہوا سیکنڈ بیٹن دیا یا تو رسیور میں ٹوں ابھر آئی۔ اس کے

”آپ بے فکر رہیں حضور۔ کوئی کوتاہی نہ ہوگی۔“ اعظم میاں نے کہا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف ہٹا۔

”مُحْمَّد وَ أَعْظَمْ مِيَاْنَ۔ مِيرَى بَاتِ سَنُو۔“ اچانک حکیم ڈھن بول پڑے۔

”جی حضور فرمائیے۔“ اعظم نے ڈر کر مواد بانہ لیجھے میں کہا۔

”اس امر کی احتیاط لازمی ہے کہ آپ کی نگرانی نہ ہو رہی ہو۔ ہوسکتا ہے عمران نے دہاں نگرانی کا ڈول ڈال رکھا ہو۔ اور سنو یہ قلم رہیاں مرت لے آنا۔ اسے لے کر تم نے سیدھا زلار روڈ پر واقع کیفے نشاط جانایے اور دہاں عالیجہ کا پوچھ لینا۔ وہ دہاں کا ذریرہ موجود ہو گا۔ اسے یہ قلم دے دینا اور کہہ دینا کہ حکیم ڈھن کی امانت ہے اور اس کے بعد تم نے وہی سے ہمیں فون کر دینا ہے۔ مزید ہدایات ہم تھیں بعد میں دیں گے۔“ حکیم ڈھن نے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

”بہتر حضور ایسا ہی ہو گا جیسا کہ اگر اور میں اکٹھے دہاں جائیں۔“

اعظم نے پوچھا۔ نواب پیاۓ میاں خاہوش بیٹھے رہے۔

”نہیں وہ آپ کی نگرانی کرے گا۔“ حکیم ڈھن نے کہا اور اعظم سر ہلا کاہوا دروازے کی طرف ہٹا۔

”قبلہ.....“ اعظم کے باہر جاتے ہی نواب پیاۓ میاں نے کچھ کہتا چاہا۔

”آپ کی حیرت بجا ہے نواب میاں۔ مگر آپ ہمارے ساتھ آئیے ہم آپ کو ایک چیز دکھانا چاہتے ہیں۔“ حکیم ڈھن نے

کرنے والے شہر اور اپنے معصوم بچوں کے مستقبل کے محافظہ ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ ابھی حکوری دیر بعد ایک شخص آپ کے دفتر میں آئے گا۔ وہ آپ سے صرف اتنا کہے گا کہ آپ کے والد صاحب کی صحبت لکھی ہے اور آپ بے فکر ہو کر اسے دے دیں۔ اور مطمئن ہو کر اپنے بچوں کے پاس جائیں۔ دہاں آپ کے لیے شاندار دعوت کا انتظام پہلے سے ہو چکا ہو گا۔“ نواب پیاۓ میاں نے سکراتے ہوئے کہا۔

”مگر یہاں ہمارے ڈیپارٹمنٹ میڈائل منوں ہے۔“ وجید بیگ نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں قبلہ۔ مجہت کرنے والوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔“ نواب پیاۓ میاں نے جواب دیا۔

”مُحْمَّك سے۔“ دوسری طرف سے وجید بیگ نے ابھے ہوئے بچے میں کہا اور نواب پیاۓ میاں نے تیزی سے رسیور کر میڈل پر رکھ دیا۔ ”کام ہو گیا قبلہ۔ ہمارا کام ہو گی۔ اعظم تم فوراً اپس جاؤ۔ اور خود جاگرہ وجید بیگ سے وہ قلم لے آؤ۔ کوڈ تم نے سُن لیا ہے۔“ نواب پیاۓ میاں نے اعظم کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب میں ابھی جاتا ہوں۔ میں آسانی سے لے آؤ گا اور اگر کوڈ اپس لیتا آؤں۔“ اعظم نے سُرت بھرے ہوئے میں کہا۔

”ہاں اسے بھی داپس لے آؤ۔ اب وہاں تم دلوں کا ٹھہرنا فنولے اور سنو اعظم میاں اب سارا کام تم دلوں کی احتیاط کا ہے۔“ نواب پیاۓ میاں نے کہا۔

یہاں نے آئے بلکہ اُسے عالیجاه کے حوالے کر دے۔ تاکہ اُسے جلد از جلد یہاں بھجوایا جاسکے ۔۔۔ حکیم بڈھن نے کہا۔ مگر قبلہ تیر کی حرکت ہے ۔۔۔ نواب پیارے میاں نے ان لمحے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اب تمام صورت حال سامنے آگئی ہے۔ اب بھی آپ پوچھ جائے ہیں۔ یہ کارست ان عمران کے سوا اور کسی کی ہو سکتی ہے۔ وہ کسی پورے اسرار انداز سے اندر پہنچا اور یہ ریکارڈ وار لیس رکا کروال پس چلا گیا اور یہی علم تک نہ ہوا اور شاید اُسے اسی ریکارڈ کی وجہ سے وجد بیگ کے متعلق علم ہوا ہو گا۔ لیکن وہ شاید اصل بات نہ سمجھ سکا ہو۔ ورنہ وہ یقیناً اپ تک وجد بیگ پر باحتہ ڈال چکا ہوتا اور آپ نے تو خود ملاحظہ کیا تھا کہ وجد بیگ کس قدر نہ زد رقتِ ارادی کا مالک ہے۔ وہ فوراً ہی بتا دیتا۔ اور شاید اصل حقیقت کی تھے تک پہنچنے کے لیے اس نے اپنا آدمی وجد بیگ کے ساتھ تعینات کیا ہو گا ۔۔۔ حکیم بڈھن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مگر قبلہ آپ کو اس کا علم کب اور کیسے ہوا ۔۔۔ نواب پیارے میاں نے پوچھا۔

”آج صبح ہمیں اس کا علم ہوا۔ اور وہ محی الفاق سے ہم تخت پوش پہ بیٹھے دفالف کی ادائیگی میں مصروف ہتھے۔ کہ ہماری تسبیح کا دھانگہ الفاقا نٹوٹ گیا اور تسبیح کے دانے فرش پر بھر گئے۔ ہم نے انھیں جمع کیا تو معلوم ہوا کہ ایک دانہ کم ہے۔ اس کی تلاش کے لیے ہم نے جب الماری کے تیجے جھانکا تو ہمیں یہ لھیل نظر آگیا۔ پہلے تو ہمیں

اٹھتے ہوئے کہا۔ ”کون سی جیز قبیلہ۔ آپ پہلی بھوارے ہیں ۔۔۔ نواب پیارے میاں نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا لیکن وہ کرسی سے اٹھ لھڑا کھا۔ ”آپ بس خاموش ہیئے نگاہ ۔۔۔ حکیم بڈھن نے کہا اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے تیجے چلتے ہوئے راہداریوں اور کمروں سے گزر کر ایک بڑے گردے میں پہنچے۔ یہ حکیم بڈھن کی آرامگاہ تھی۔ حکیم بڈھن کرے ہیں داخل ہوتے ہی سیدھا ایک الماری کی طرف بڑھا اور پھر اس نے الماری کی پشت کی طرف اشادہ کیا اور نواب پیارے میاں نے آگے بڑھ کر جیسے ہی الماری کی پشت پر جھانکا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ حیرت کے آثار ایھرا آئے۔ وہ چند لمحے اُسے غور سے دیکھتا رہا اور پھر حکیم بڈھن کے اشادے پر کمکتے سے باہر آگیا۔ وہ دونوں اُسی طرح خاموشی سے چلتے ہوئے دلپس پہلے دالے کمرے میں آئے۔ ”اب بتائیے نواب میاں۔ کیا ہماری ہدایات بے معنی ہیں ۔۔۔ حکیم بڈھن نے کہا۔

”اوہ قبلہ۔ ہم سخت حیرت زدہ ہیں۔ یہ تو وار لیس ریکارڈ رہے۔ لیکن اس کی آپ کی آرامگاہ میں پر اسرار انداز میں موجودگی کے آخر کیا تھا۔ ”نواب پیارے میاں کا لہجہ حیرت میں ڈالیا ہوا تھا۔ ”جب ہم نے اسے پہلی بار دیکھا تھا تو ہم بھی اسی طرح حیرت زدہ ہوئے ہیں۔ اس کی دہان میں موجودگی سے صاف ظاہر ہے کہ کچھ لوگوں کے ہاتھ ہمارے گریاں تو تک پہنچ چکے ہیں۔ لیکن انھیں اپنی ثبوت چاہیے۔ صرف ثبوت۔ اس لیے میں نے اعظم میاں کو کہا تاکہ وہ ثبوت

نواب پیاے میاں نے کہا۔  
 "ہاں ہمیں یاد ہے۔ یہی کہا جاسکتا ہے کہ کسی پر اسرار ذریعے سے  
 اس بارے میں انھیں علم ہو گیا ہو۔ لیکن وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ  
 ہمارا تعلق اس ایجنسی سے ہے۔ آپ توجہ نہیں ہیں کہ ہماری ایجنسی کے  
 بارے میں سوائے معدودے چند افراد کے اور کسی کو علم نہیں ہے۔ بہرحال  
 جب ہم کامیاب ہو جائیں گے تو پھر یہ لوگ سوچتے رہیں جو ان کا جی  
 چاہے۔" حکیم ڈھن نے جواب دیا اور نواب پیاے میاں سر ٹلا  
 کر خاموش ہو گئے۔ ظاہر ہے حکیم ڈھن ہی ایجنسی کے اصل روح روایت  
 کرتے اور ان کی ذہانت کا سکھ ایک عالم مانتا تھا۔

"پھر تقریباً آدھا لفڑی کر میں خاموشی سی چھانی رہی۔ وہ دونوں  
 ہی اپنی اپنی سوچ میں خرق ملے۔ کہ میر پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی لفڑی  
 بچ اٹھی۔ لفڑی اس ٹیلیفون کی بھی صیحتی کا باقاعدہ منبر تھا۔ کیونکہ باہر  
 سے والیں سیٹ پر رابطہ قائم نہ ہو سکتا تھا۔

"جی فرمائیے۔ آپ نے کس سے ملاقات فرمائی ہے۔"  
 نواب پیاے میاں نے رسیور اٹھا کر بڑے نرم لہجے میں کہا۔  
 "میں اعظم بول رہا ہوں حضور۔ کیفے نشاط سے عالیجاه صاحب  
 سے ملاقات ہو چکی ہے حضور۔" دوسری طرف سے اعظم کی  
 آواز سنائی دی۔

"حکیم صاحب سے بات کیجئے۔" نواب پیاے میاں نے  
 رسیور حکیم ڈھن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔  
 "اعظم میاں۔ سب کام درست طور پر ہوا ہے نا۔" حکیم ڈھن

یہ خیال آیا کہ شاہزاد اکبر میں سے کوئی ہمارے ساتھ خداری کا  
 مرتكب ہو رہا ہے۔ لیکن پھر، ہم نے یہ خیال جھٹک دیا۔ یہ دونوں ہمارے  
 خاص آدمی ہیں۔ ان سے ایسی توقع بھی نہیں کی جاسکتی۔ اس کے  
 بعد ہمارے ذہن میں عسراں کی مشکوک نظریں اپھریں اور ہم آئیں تینجے  
 پر پہنچ گئے۔ لیکن ہمیں یقین اب اعظم کی روپرٹ سے ہو لے ہے۔"  
 "مگر قبلہ ایک اور بات بھی ملغیر ہی چاہیے کہ کیا واقعی وجہ بیگ  
 نے کام کر دیا ہے اور صحیح طریقے سے سراج نام دیا ہے۔" نواب  
 پیاے میاں نے کہا۔

"یہ بات ہمارے درمیان میں بھی ہے۔ اس لیے ہم نے اعظم کو مزید  
 بڑیات دینے کی بات کی تھی۔ فالجہاہ ہمارا خاص آدمی ہے۔ ہم اس کے  
 ذریعے اسے چیک کر لیں گے اور جب ہم مطمئن ہو جائیں گے تو پھر ہم  
 اس کے ہاتھوں کافرستانی مغارت خانے میں پہنچوادیں گے۔ اس  
 کے بعد ہم یہ مطمئن انداز میں یہاں سے جائیں گے۔ پہلے آپ اعظم  
 اور اکبر جائیں گے۔ بعد میں ہم بھی پہنچ جائیں گے۔ ہمارے کاغذات بالکل  
 درست ہیں۔ اسی لیے بغیر ثبوت کے ہم پر کوئی ہانتہ نہیں ڈال سکتا۔"

"آپ کی بات درست ہے قبلہ۔ الشام اللہ ایسا ہی ہو گا اور ہم  
 باقاعدہ غمراں سے الوداعی ملاقات کر کے یہاں سے جائیں گے لیکن  
 ایک اور بات پر آپ نے غور نہیں فرمایا کہ ڈاٹریکٹر جنرل ایٹلی جنس  
 کے وہاں باقاعدہ ہماری ایجنسی کا نام لیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟"

کے بعد ظاہر ہے وہ بھوت کی طرح ہم سے چیٹ جلتے گا۔  
نواب پیارے میاں نے گھبراہٹ میں پوری تقریر کر ڈالی۔

”حضرت! دھیرج دھیرج۔ آپ تو بہت حذر باقی ہو جاتے ہیں۔  
آپ کو علم ہے کہ ہم جہاں بھی کام کرتے ہیں۔ انتہائی سادگی سے کرتے  
ہیں۔ ہم زندگی حلیے بدلتے ہیں نہ ہی پستول اور مشین گھٹیں چلاتے ہیں۔  
اور نہ ہی نقلی نام رکھتے ہیں۔ جیسے کہ عام اور گھٹیا درجے کے جاسوس  
کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جہاں بھی گئے ہیں ہمیشہ کامیاب ہی رہے  
ہیں۔ آپ ہم آپ کی پاتوں کا جواب دیتے ہیں۔ بغرضِ محال عمران کو یہ  
پتہ لگ جاتا کہ وجد بیگ سے ہم نے مال حاصل کیا ہے تو کیا ہو گا وہ  
ہم پر چڑھ دوڑے گا تین ہمارے پاس سے مال وصول نہیں ہو گا۔  
ہم پر وہ تشدید اس لیے نہیں کر سکتا کہ ہمارے سفارت خانے کی  
طرف سے ہمیں مکمل تحفظ ملا ہوا ہے۔ ہمارے کاغذات اصل ہیں ہمارے  
علیے اصل ہی۔ ہمارے نام اصل ہیں۔ اور ہم کسی بھی غیر قانونی کام میں  
ملوث ثابت نہیں کیے جاسکتے۔ ایسی صورت میں عمران ہم سے کیا حاصل  
کر سکتا ہے؟“، حکیم ڈھن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ کی رائے درست ہے حضور۔ لیکن اگر ہم اندر گراونڈ چلے  
 جائیں۔ مال ہمیں مل ہی گیا ہے۔ تو اس سماںے عذاب سے پچ  
 نہیں سکتے۔“ نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

”تھیں نواب پیارے میاں۔ یہ راستہ ہمارے لیے نقصان دہ  
رہے گا۔ اس طرح ہم پرشک مکمل ہو جائے گا اور ہمیں گھیر پیا جائے  
گا۔ دوسری بات یہ کہ ابھی مال پیک ہونا ہے۔ پیک ہونے کے بعد اگر مال

نے بڑے مطمن انداز میں پوچھا۔  
”جی حضور بالکل درست طور پر ہم نے انتہائی احتیاط سے کام  
لیا ہے۔“ اعظم نے جواب دیا۔

”خدا کا شکر ہے۔ اچھا آپ دونوں اب تشریف لے آئے۔“  
حکیم ڈھن نے ایک طویل سالس لیتے ہوئے کہا اور پھر ہاتھ پر ٹھاکر  
رسیود رکھ دیا۔  
”اب یہ کیسے چیک ہو گا کہ وجد بیگ نے درست کام کیا ہے۔“  
نواب پیارے میاں نے کہا۔

”سب ہو جائے گا۔ نواب پیارے میاں گھر لئے مت۔ جب تک  
ہمیں ڈھن زندہ ہے آپ کو گھرا نے کی ضرورت نہیں ہے۔ عالیجاہ کو پہلے  
ہی پدایا ت دی جا چکی ہیں۔ جیسے ہی مال اس کے پاس پہنچا ہو گا وہ  
پدایا ت کے مطابق کام شروع کر دے گا اور ہمیں نتیجہ کا علم ہو جائے گا۔“  
حکیم ڈھن نے بڑے نیازانہ اور مطمئن لمحے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

” قبلہ آپ کی بات درست ہے۔ واقعی آپ کے ہوتے ہوئے ہمیں  
گھر نے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر پیچ پوچھئے تو اس وائر لیں ریکارڈر  
کو دیکھنے کے بعد ہمارا ذہن بہت پراندہ ہو گیا ہے۔ اس سے ظاہر  
ہوتا ہے کہ ہمارے خلاف کام کافی آگے ٹھہر چکا ہے۔ اگر آپ کے خمال  
کے مطابق یہ کام عمران کا ہے تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ عمران کو وجد بیگ  
پرشک ہوا اور وہ اس پر تشدید کر کے سب کچھ اگوارے۔ وجد بیگ  
ہم دونوں کا چھرہ شناس س ہے اور جیسے ہی اس نے عمران کے  
سامنے ہمارے حلیے بیان کئے عمران فوراً ہی سمجھ جائے گا اور اس

اصل نکلا تو ہم یہیں رہیں گے اور مال سفارتخانے کے دریے خود بخود اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد ہم اطمینان سے یہاں

اور صدر سفیر میں پڑا۔ وہ مجھ گیا کہ عمران نے کوئی نقلی کر اس سر رحمان کے ہاتھوں میں پڑا اکر جان پھردا فی ہے۔ وہ دونوں یزیر تیز قدم اھلۃ دزارت خارجہ کے دفتر سے باہر نکل آئے۔

”اب کیا پروگرام ہے۔“ صدر نے گیٹ سے پار آتے ہی پوچھا۔

”اب تھاکے اس دیجید بیک کو ٹولتا ہے۔ وہ آدمی کچھ مشکوک لگتا ہے، تم ایسا کرو کہ فوری طور پر میک اپ بدل لو۔ اور پھر اس کی تکرانی کرو۔ جب وہ دفتر مامن ختم کر کے گھر جانے لگے تو اس کا تعاقب کرو۔ اور اسے راستے میں اغوار کر کے داشت منزل پہنچا دو۔ دہاں آکیٹو س کی چیان بین کرے گا۔ اور میں جا کر ایکٹو کو اس سپرمن کر اس کی روپرٹ دیتا ہوں۔ کیونکہ جیسے ہی ڈیڈی کو علم ہوا، انہوں نے قیامت پر پا کر دینی ہے۔ اور ہو۔ کہتا ہے مسئلہ صدر مملکت تک پہنچے اس لیے کہے عطا کے چو ہے کو پہلے ذہنی طور پر اپنے حق میں ہموار کرنا پڑے گا اور نہ وہ خود مجھ پر چڑھ دوڑے کا۔“ عمران نے صدر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”لیکن آپ تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کو ایکٹو کی پرواہ ہی نہیں ہے۔“ صدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اے پرواہ تو مجھے ڈیڈی کی بھی کبھی نہیں رہی۔ وہ بے چارا پرہنیشیں ڈیڈی کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن پارسچی بات یہ ہے کہ مجھے اس سے ڈرخت اس بات سے لگتا ہے کہ وہ غصے میں آکر جو بیا سے شادی نہ کرے اور بے چارا تو یہ ملتا ہی رہ جائے۔ آخر تنور ہمارا سماحتی ہے۔ اس کا بھی تو جیاں رکھنا ہی پڑتا ہے۔“

اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد ہم اطمینان سے یہاں سے جا سکتے ہیں۔ آپ گھبرا یہی مت اگر کوئی بات ایسی ہوئی بھی تو ہم خود ہی سنبھال لیں گے۔“ حکیم ڈھن نے کہا اور نواب پیارے میاں نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔ وہ ذہنی طور پر اب مطمئن ہو چکا تھا۔



”عمران صاحب آپ کے پاس سپریم کر اس ہے۔ پھر تو آپ ایکٹو سے بھی زیادہ اختیارات کے مالک ہیں۔“ صدر نے یاہر نکلتے ہی اپنی ذہنی خلش ظاہر کر دی۔

”اے چُپ ہو جاؤ اور جلدی یہاں سے نکلو۔ اگر ڈیڈی نے اُسے غور سے پڑھ لیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت مجھے ان کی گولی سے نہیں بچا سکے گی۔ تم بے فکر رہو۔ ایسے کئی کر اس ہر دفت میری جیوں

کافیصلہ کر چکا تھا۔  
دانش منزل پہنچ کر اس نے جب بیک زیر و کو سارا قصہ سنایا تو  
بیک زیر و کے ہنستے ہنستے پیٹ میں بل ٹڑ گئے۔ وہ اس وقت کا تصور  
کر کے ہنس رہا تھا جب سر رحمان کو اس کراس کی حقیقت کا علم ہوا  
ہو گا۔ عمران امتحن کر لیسا رڑی میں چلا گیا۔ تاکہ دائر لیس ریکارڈز میں اگر  
کوئی گفتگو ٹیپ ہوتی ہو تو اس سے سُن سکے۔ لیکن جب اس نے ٹیپ  
سنایا تو اس میں مشنوی مولانا روم پڑھے جانے کی بھی آواز سنافی دیتی رہی۔  
اور یہ آواز حکیم پڑھن کی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات ہی نہ تھی۔  
عمران نے برا سامنہ بناتے ہوئے ٹیپ ایک طرف ڈالا اور آپریشن روم  
میں بیک زیر و کے پاس پہنچ گیا۔  
” دائیر لیس ریکارڈرنے کچھ دیا۔“ بیک زیر و نے پوچھا۔

” ہاں مشنوی مولانا روم سنوادی ہے۔ بڑا عرصہ ہو گیا تھا۔ اُسے پڑھے  
ہوئے۔ چلو اس پہانے دوبارہ پڑھوں ۔۔۔“ عمران نے برا سامنہ  
بناتے ہوئے کہا اور اس کے سامنہ ہی اس نے ٹیلیفون کو اپنی طرف  
کھسکایا۔ مگر اس سے پہلے کہ ذہ ریسیور امتحانتا۔ ٹیلیفون کی گفتگی شکا گئی۔  
اور عمران نے بیک زیر و کو آنکھ مارتے ہوئے ریسیور امتحانیا۔ اس کا اندازہ  
ہتا کہ سر سلطان کا فون ہو گا۔

” ایکسو ۔۔۔“ عمران نے محفوظ بھیجے میں کہا۔  
” عمران کہاں ہے ظاہر ۔۔۔“ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز  
سنائی دی۔  
” سر عمران تو یہاں نہیں آیا ۔۔۔“ عمران نے اس بار بیک زیر و

عمران نے ٹپے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور صدر اس کی سنجیدگی  
پر ایک بار پھر تہس ٹڑا۔  
” اچھا اچھا سمجھے تھا۔“ واقعی آپ تنور سے ہمدردی نہیں کر ری گے  
تو اور کون کرے گا ۔۔۔“ صدر نے سرہلاتے ہوئے کہا۔ اس  
دوران وہ دونوں چلتے ہوئے سیکرٹریٹ کی عمارت سے باہر ایک  
طرف کھڑی ہوئی عمران کی کار کے قریب پہنچ چکے تھے۔ عمران نے سیٹ  
کے بچھے موجود پاکس سے صدر کو میک اپ پاکس زکال کر دیا۔ تاکہ  
صدر کسی غلیچہ جگہ پر میک اپ کر سکے اور پھر اس کے جانے  
کے بعد وہ کار چلاتا ہوا اپس دانش منزل کی طرف چل ٹڑا۔ وہ واقعی  
بیک زیر و کو اس کے بالے میں سریف کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ  
اُسے اپنی طرح علم بتا کہ جیسے ہی سر رحمان کو اس کے نقلی ہونے کا  
پتہ چلا اخنوں نے قیامت برپا کر دینی ہے۔ سر رحمان کی خند سے وہ  
ابھی طرح رافت تھا۔ اس لیے اس نے آخری چارہ کار کے طور پر  
اُسی شعبدے کو استعمال کیا تھا۔ اور اسے لقین بتا کہ ذہنی تناد کی اس  
صورت حال میں یہی شعبدہ ہی کام کر سکے گا۔ اور نتیجہ اس کی توقع کے  
عین مطابق نہ کلا۔ وہ دراصل صدر کو سی آفی ڈی ہیڈ کوارٹر نہ بھیجا چاہا تھا  
ہتا۔ کیونکہ اسے معلوم بتا کہ سر رحمان اسے مجرم سمجھ کر اس پر لشاد  
کریں گے اور پھر صدر ایسا ذہن کا پر کا ہے کہ وہ تشدید سہہتے ہیں ایک  
اس یات کا اقرار نہ کرے گا کہ وہ ایکسو کا آدمی ہے اور دوسری بات  
یہ کہ سر رحمان کون ہیں۔ اس لیے وہ ان کے خلاف کوئی حجہ امنی کا رواز  
بھی نہ کرے گا۔ یہی وجہ ہتی کہ عمران اسے ہر قیمت پر دہاں بننے نکلنے

طرح سر رحمان بھی ملئن ہو یا میں گے اور آپ کی پرایشی بھی دور ہو جائے گی، ویسے ایک بات ہے اگر وحید بیگ ہی در پردہ مجرموں سے مل گیا تو وہ آسانی سے سب کی نظرؤں میں دھول چونک تکتا ہے۔ ”عمران نے کہا، وہ بیک زیر و کے لمحے میں ہی بات کر رہا تھا۔

”نہیں۔“ وحید بیگ بہت پرانا اور قابلِ استاد ملازم ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ بہر حال جیسے ہی عمران سے رابطہ ہو اُسے کہہ دینا کہ وہ مجھ سے بات کر لے۔ ”سر سلطان نے کہا۔

”بہتر جناب میں کہہ دوں گا۔“ ”عمران نے کہا اور پھر سر سلطان کے رسیور رکھنے کی آواز سن کر اس نے بھی رسیور رکھ دیا۔

”آپ نے خود اپنے لمحے میں بات کیوں نہیں کی۔ سر سلطان سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی۔“ بیک زیر و نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”یار سر الہجہ ذرا جلدی پڑھی سے اتر جاتا ہے۔ اس لیے میں نے سوچا اس لمحے میں بات کی جملے جو پڑھی سے نہ اترے۔ عمران نے کہا اور ساختہ ہی اس نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈال کرنے شروع کر دیے۔ بعد نموجوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”جو لیا اسپیکنگ۔“ دوسری طرف سے جو لیا کی آواز سنائی دی۔

”ایکسو۔ کیپن شیکل اور تنویر کی طرف سے کوئی روپرٹ۔“ ”عمران نے ایکسو کے خصوص لمحے میں کہا۔

”سر اجھی تک کوئی روپرٹ نہ صول نہیں ہوتی۔“ دوسری طرف سے

جو لیا نے موددانہ لمحے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے انھیں واپس بلاو۔ نکرانی کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔“

کی آواز میں کہا اور بیک زیر و کراویا۔

”تو سو عمران جہاں کہیں بھی ہو اُسے تلاش کر کے کہہ دو کہ وہ فردی طور پر کہیں چھپ جائے۔ اس نے سر رحمان کو زبردست ڈاچ دیا ہے اور صدر رکو دہان سے لے گیا ہے اور اب سر رحمان غقد سے پاگل ہو ہے ہیں۔ انھوں نے صدر مملکت سے نہ کاہیت کی ہے جس پر صدر مملکت نے مجھے کہا ہے کہ میں ایکسو سے اس سلسلے میں بات کروں۔ صدر مملکت نے کافرستان پیش سیکرت ایجنٹ کا کیس سر رحمان کو ٹرانسفر کر دیا ہوا ہے۔ اس لیے وہ زیادہ غقد میں ہیں کہ ان کے کام میں کیوں مداخلت کی جا رہی ہے۔“ سر سلطان نے بڑے سنجیدہ لمحے میں کہا۔

”مجھے عمران صاحب نے فون پر تمام کہا فیضانی تھی۔ ویسے سر آپ خود سوچیں اگر عمران صاحب عین موقع پر یہ داؤ نہ کھلتے۔ تو سر رحمان کی صندکی وجہ سے صورت حال کس قدر مفہوم کہ خیز ہو جاتی۔“ ”عمران نے کہا۔

”ہاں مجھے اس کی ذہانت کا احتیاط ہے۔ اس نے صورت حال کو بڑے عجیب طریقے سے سنبھال لیا۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ سر رحمان یا صندک کو ہٹا کر اس کی جگہ فیاض کو ریکارڈ روم کا اپنچارج بنادیا جائے تاکہ اگر مجرم ریکارڈ روم سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہیں تو وہ نہ کہہ سکیں۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ریکارڈ روم میں انتہائی اہمیت کی فایلیں موجود ہیں اور فیاض قطعاً احمد ہے۔“ سر سلطان نے کہا۔

”آپ ایسا کریں کہ فیاض کو وحید بیگ کا اسنٹ بناوادیں۔ اس

عمران نے کہا۔

"بہتر سر۔" جولیا نے جواب دیا اور عمران نے رسپورٹ کھدیا۔  
"کیوں اخیں والپس کیوں بلا لیا آپ نے۔ کیا ان لواب اور حکیم ڈیمن پر  
شک ختم ہو گیا۔" بلیک زیر و نے حیرت بھرے لہجے میں لوچا۔  
"ظاہر ہے جب ہم بہاں بیٹھے مشنواری مولانا روم شن رہے ہیں۔ تو  
وہاں کھڑے گلستان سعدی ہی سین گے اور اخیں فارسی آتی نہیں۔ اس  
لیے ان کا دہاں رہنا بے کار ہی ہے۔" عمران نے جواب دیا اور بھراں  
سے پہلے کہ بلیک زیر و کوئی جواب دیتا۔ اچانک ٹرانس میر فون کی گھنٹی  
نج اٹھی اور عمران نے ہاتھ پڑھا کر رسپورٹ ٹھالیا۔

"ایکھٹو۔" عمران نے کہا۔

"میں کیٹین شکیل پول رہا ہوں سر۔ مس جولیا نے میری اور تنوری کی ڈیلوی  
گلفشاں کا لوپن کی کوٹھی نمبر بارہ کی نگرانی پر رکائی تھی۔ میں نے ابھی مس جولیا  
کو فون کیا تو ان کا فون انکھیج محتا۔ اس لیے میں آپ کو کال کر رہا ہوں۔"  
کیٹین شکیل کی سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"جولیا کا فون انکھیج محتا تو کچھ لمحے انتظار کر لیا ہوتا۔" عمران نے کرخت  
ہجھے میں کہا۔

"سوری سر۔" میں نے سوچا کہ مس جولیا نے بھی تو آپ کو ہی رپورٹ  
دنی ہے اسی لیے کیوں نہ میں ڈاکریکٹ رپورٹ دوں۔" کیٹین  
شکیل نے مغدرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیٹین شکیل صلب طے کا جیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ تم سمجھدار آدمی ہو  
اس لیے فی الحال اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔ آئندہ محاط رہنا۔" عمران نے

سخت لہجے میں جواب دستے ہوئے کہا۔

"ویری سوری سر۔ آپ کو آئندہ شکایت نہ ہوگی سر۔" کیٹین شکیل  
نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کاں کر لیا ہے تو بتاؤ کیا رپورٹ ہے۔" عمران نے اس  
پار قدرے نرم لہجے میں کہا۔ اس کے جیال کے مطابق کیٹین شکیل جیسے  
آدمی کے لیے اتنی ہی ڈوز کافی ہے۔

"سر مس جولیا کے حکم کے مطابق ہم دونوں صحیح ہی کوٹھی کی نگرانی کے  
لیے پہنچ گئے تھے۔ صحیح دہاں دونوں جوان لٹکے اور رکشا میں بیٹھ کر چلے  
گئے۔ میں نے تنوری کو ان کی نگرانی کے لیے بھیجا۔ تو تنوری نے رپورٹ  
دی کہ دونوں وزارت خارجہ کے سیکریٹریٹ میں گئے ہیں اور تنوری نے  
یہ بھی معلوم کر لیا کہ وہ دونوں وہاں چڑا سی ہیں۔ تنوری نے مجھے رپورٹ  
دی تو میں نے کہا کہ وہ بس ان کا جیال لے گئے۔ اور میں خود کوٹھی کی نگرانی  
کرتا رہا۔ تھوڑی دیر پہلے ان میں سے ایک نوجوان واپس کوٹھی میں آیا۔  
ہے اور ہماں کچھ وقت گزارنے کے بعد وہ واپس وزارت خارجہ کے  
سیکریٹریٹ چلا گیا ہے۔ تنوری چونکہ ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس لیے

سر اس نے مجھے ٹرانس میر رپورٹ دی تھی۔ اس نے یہ بھی رپورٹ  
دقیق ہے کہ ایکیں جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان اور پیپر نیڈ نیٹ فیاض  
کی مشترکہ نیم نے وہاں ریکارڈر میں ریکر کیا۔ پھر عمران بھی وہاں پہنچا  
ہے۔ بعد ازاں ایک آدمی عمران کے سامنے واپس پاہرا یا تو تنوری اس  
آدمی کو پہچان گیا وہ صفت رکھا میک آپ کہئے ہوئے۔ صفت رکھی اب  
وہاں نگرانی کر رہا ہے۔ اللہ تنوری نے ابھی ایک محیب رپورٹ دی

پیا ہیے۔ اس قلم کو کسی صورت بھی گم یا ضائع نہ ہیں،  
عمران نے تیز پہنچ میں جواب دیا۔

"بہتر سر—" دوسری طرف سے کیپن شکیل کی آواز سائی رو  
"اور سنو—" اس عالیجہ کو رانا ہاؤس پہنچانے کے بعد تم  
دونوں واپس اپنے فلیٹوں میں پہنچ چاڑھے اور مزید احکامات کا انتشار  
کرو گے۔

"جو لیکی کمال آئے تو اُسے کہہ دینا کہ وہ مجھ سے بات کئے  
عمران نے کہا۔

"بہتر سر—" دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے رسیور کھل دیا۔  
"بلی میتیلی سے باہر آہی گئی—" عمران نے رسیور رکھتے ہی کہا۔  
"ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے—" بلیک زیر و نے سر ہلاٹتے  
ہوئے کہا۔

"دفتر کا وقت اب ختم ہونے والا ہے تم صدر کو ٹولسیمیر کمال کر کے  
کہہ دو کہ وہ وجہ بیگ کو اپ اخواہ کر کے رانا ہاؤس پہنچا دے۔ اب  
وجہ بیگ کا دہاں پہنچنا ضروری ہو گیا ہے اور سنو میں اس چکر کو ختم کرنا  
چاہتا ہوں۔ تم خود بھی رانا ہاؤس پہنچ جاؤ۔ میں وہیں مخفیں مزید ہدایات  
دوں گا—" عمران نے کہا اور بلیک زیر و کا جواب سے بغیر  
وہ تیز تیز قدم احتشامی کے دروازے کی طرف پڑھتا گیا۔

ہے کہ آفس ڈبوفیٹ کے دوران وہ دونوں چیپر اسی یکنخت کام چھوڑ کر  
چل دیئے۔ جبکہ ان میں سے ایک جو کہ کوھنی میں واپس آیا تھا۔ ریکارڈر م  
کے انپارچ کے پاس جاتا ہوا بھی دیکھا گیا اور چیپر فوراً ہی وہ دونوں  
وہاں سے نکلے اور زلار ردڈ کے ایک کیفے نشاط میں پہنچے۔ تنوریہ کی  
رپورٹ ہے کہ اس نوجوان نے جو کوھنی سے واپس آیا تھا۔ اور جو ریکارڈر م  
انپارچ کے پاس بھی کیا تھا۔ اس نے ایک عجیب ساخت کا قلم کیفے نشاط  
کے کاؤنٹر پر موجود ایک نوجوان کو دیا اور سائھہ ہی اُسے کہا کہ یہ حکیم ہیں  
کی امانت ہے۔ اس کے بعد اس نے وہی سے فون کیا۔ اس نے  
کہا کہ وہ اعظم پول رہا ہے اور عالیجہ سے ملاقات ہو چکی ہے اور یہ  
بھی کہا کہ سب کام درست طور پر ہوا ہے اور انتہائی احتیاط سے بھی۔  
اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے چل کر سیدھے واپس کوھنی پہنچ گئے۔  
ہی اور اب اندر ہیں۔ تنوریہ نے جب وہاں سے مجھے رپورٹ دی تو میں  
نے اُسے وہیں اس کاؤنٹر میں کی جس کا نام عالیجہ ہے کی نگرانی کا کہہ دیا  
کیونکہ تنوریہ نے یہ بتایا تھا کہ ان دونوں نے کیفے نشاط سے رکشا پکڑا تو  
اُسے مکلفشاں کا لونی کا کہا۔ اس لیے تنوریہ مجھے رپورٹ سینے کے  
لیے وہیں رک گیا۔ اب آپ جیسے حکم فرمائیں "کیپن شکیل  
نے تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا اور عمران کی آنکھیں رپورٹ  
کے سائھے سائھے پھیلتی چلی جا رہی تھیں۔

"تم نے بہت اچھا کیا کہ تنوریہ کو وہیں رک دیا۔ تم خود بھی کوھنی کی  
نگرانی چھوڑ کر وہیں پہنچ چو اور اس عالیجہ کو اس قلم سمیت وہاں  
سے اگوا کر کے رانا ہاؤس سی پہنچا دو۔ تمام کا انتہائی احتیاط سے ہوتا

”ایکسٹو کا آدمی۔۔۔ فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔۔۔  
”احمق، اُتو۔۔۔ گدھے۔۔۔ متحاری حماقت کی وجہ سے ہی۔۔۔ مجھے ہر جگہ مترمندگی  
انھانی پر تھی ہے۔۔۔ کیا تم نے سننا نہیں کیا کہ سر سلطان کیا کہہ ہے ہے تھے۔۔۔  
کہ وہ ظفر الحسن ان کا آدمی ہے۔۔۔ ان کا آدمی ہونے کا مطلب یہی ہو  
سکتا ہے کہ وہ سبکر سروس کا آدمی تھا ایکسٹو کا۔۔۔“ سر رحمان  
فیاض پر چڑھ دوڑے۔۔۔

”جی۔۔۔ جی۔۔۔ میں سمجھ گیا۔۔۔ سر وہ ایکسٹو کا آدمی تھا۔۔۔ سر۔۔۔“ فیاض نے  
بُری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔۔۔

”میرا سر سمجھ گئے میں پوچھ رہا ہوں کہ وہ وجد بیگ کی نگرانی کیوں کرے  
رہا تھا۔۔۔ بلو کیوں کر رہا تھا۔۔۔“ سر رحمان نے غصت سے میر پر مکہ ماتحتے  
ہوتے پوچھا۔۔۔

”سر وجد بیگ مشکوک ہو گا۔۔۔ ویسے بھی سر جب ہم اندر داخل ہوئے  
تھے تو وجد بیگ کارنگ یکلخت زرد پڑھ گیا تھا۔۔۔“ فیاض نے  
جان چھڑانے کے لیے کہا۔۔۔

”اوہ ویری گڈ۔۔۔ واقعی ایسا ہو گا۔۔۔ اب مجھے بھی جنال آ رہا ہے۔۔۔ اس  
کا مطلب ہے کہ وجد بیگ مجرموں سے مل چکا ہے۔۔۔ گڈ تم اب سمجھدار  
ہوتے جا رہے ہو۔۔۔“ سر رحمان یکلخت خوش ہو گئے۔۔۔ ان کا  
مزاج ایسا ہی تھا اوہ ذرا سی بات پر مشتعل ہو جاتے تھے اور خوش  
بھی ذرا سی بات پر ہو جاتے تھے۔۔۔ اور انھیں خوش دیکھ کر فیاض  
کا سینہ پھول گیا۔۔۔

”اُسے گرفتار کر لوں سر۔۔۔“ فیاض نے فوراً ہی پوچھا۔۔۔

سر رحمان کا غصہ اپنے پوے عوج پر تھا۔۔۔ وہ سبکر طریقے  
سے نکل کر سیدھے اپنے دفتر پہنچ گئے اور فیاض سہما ہوا ان کے سامنے  
کھڑا تھا۔۔۔ اس نے سر رحمان کو اس سے پہلے کہی اتنے غصتے میں نہ دیکھا  
تھا۔۔۔ انھوں نے صدر محلکت کو فون کر ٹھکے تمام صورت حال بتانی اور  
صدر محلکت نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ ایکسٹو کو منع کروادیں گے کہ  
وہ آئندہ اس کیس میں مداخلت نہ کرے۔۔۔ اور جہاں تک عمران کا  
تعلق ہتا۔۔۔ صدر محلکت نے انھیں اجازت دے دی تھی کہ اگر وہ جیا ہیں  
تو سرکاری فرائض میں مداخلت کے حجم میں اس کے خلاف مقامہ قائم کر  
کے اُسے گرفتار کر لیں۔۔۔

”متحارا کیا جیاں ہے۔۔۔ یہ ایکسٹو کا آدمی وجد بیگ کی نگرانی کیوں  
کر رہا تھا۔۔۔“ سر رحمان نے اس بار قدسے نرم لہجے میں کہا وہ  
شاہداب اپنے آپ کو ملنہ لئے میں کامیاب ہو چکے تھے۔۔۔

بھتی۔ چنانچہ ہوتی رہے گی۔ اور جو روپرٹ ملے گی وہ سرجمان کو دے دیا کرے گا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس کے ٹیلی فون کی لفڑی بھی اور اس نے مدرسی ہوا ٹھالیا۔

"یہاں۔۔۔" فیاض نے کہا۔ اور تحکما نہ بھجے میں کہا۔

"سر۔ ان پیکٹر منور آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔" دوسری طرف سے پی۔ لے کی آواز سنائی دی۔

"ان پیکٹر منور۔۔۔ ادھ فرآ بات کراؤ۔" فیاض نے چوکھے تھوڑے کہا۔ کیونکہ جن دو ان پیکٹروں کو اس نے نگرانی کے لیے بھیجا تھا۔ ان میں ایک ان پیکٹر کا نام منور تھا۔ بیا بھرتی ہوا تھا اور حاصاً چست اور ذہین تھا۔ "سر میں ان پیکٹر منور بدل رہا ہوں۔" چند لمحوں بعد ان پیکٹر منور کی آواز سنائی دی۔

"یہ کیا روپرٹ ہے۔۔۔؟ پس پڑھنے کا فیاض نے کہا۔

"سر ایک دوسرے شعبے کا چھڑا سی بڑے آزادا نہ طریقے سے دیجیدیگ تھے جا کر ملا تھا۔ جس سے میں مشکوک ہو گیا۔ کیونکہ ایک چھڑا سی اسی طرح ریکارڈر مک کے انچارج کے مکرے میں نہیں جا سکتا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس نے ایک اور چھڑا سی کو اشتارہ کیا اور پھر وہ دونوں ہی سیکرٹریٹ سے یا پر آگئے۔ اور سر ایک اور نوجوان بھی بڑے محتاط انداز میں ان دونوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ سر میں نے ان کا تعاقب کیا یہ دونوں زلار روڈ پر واقع کیفے نشاط پر پہنچے اور وہ چھڑا سی جو وجید بیگ سے ملا تھا اُس نے ایک عجیب ساخت کا قلم کا ڈنٹر پر کھڑے

"گرفتار کیوں۔ کیا اس نے کوئی آدمی مار دیا ہے۔ احمد۔ اس کی نگرانی کر دے جو آدمی اس سے ملے اس کی نگرانی کر دے۔ مگر غیر متعلق آدمی کی۔ کہیں تم پوسے سیکرٹریٹ کی ہی نگرانی نہ شروع کر دیتا۔ صرف مشکوک افراد کی نگرانی انتہائی سخت ہوئی جا ہے۔ اور مجھے روپرٹ دہ۔" سرجمان نے کہا۔

"بہتر سر۔۔۔" فیاض نے فوراً ہی تائید میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور سنو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ احمد ایکسٹو اپنی مداخلت سے باز نہیں آئے گا۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی آدمی نگرانی کر رہا ہو۔ تم نے اس کی نگرانی سے بچنا ہو گا۔ سمجھے۔" سرجمان نے اسے مددیات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب میں سمجھ گیا سر۔ آپ بے فکر ہی سر۔۔۔" فیاض نے کہا۔

"تو جاؤ۔۔۔ کھڑے میرا منہ کیا دیکھ لے ہو۔ جاؤ۔۔۔" سرجمان نے کہا اور فیاض انھیں سیلوٹ کرتا ہوا تیزی سے مڑا اور پھر دفتر سے پاہر نکل گیا۔ وہ دل ہی دل میں اتنی آسانی سے چھٹکارا مل جانے پر خوش ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے دفتر میں جاتے ہی دو ان پیکٹروں کو طلب کیا اور پھر انھیں مددیات دینے لگا کہ وہ سیکرٹریٹ جا کر وجید بیگ کی نگرانی کریں۔ جو غیر متعلق آدمی ان سے ملے اس کی بھی نگرانی کی جائے۔

اب ظاہر ہے نگرانی جیسا کام تو سپریٹر کے شایانِ شان نہیں ہے۔ یہ سی۔ آئی ڈی ان پیکٹر احرمس مرض کی دوا ہیں۔ اب مسئلہ اسی کی سمجھ کے مطابق آسان ہو گیا تھا کہ صرف وجید بیگ کی نگرانی ہی کرنی

نے تاؤ دکھانے والے بیچے میں کہا۔

”بہتر سر حکم کی تعییل ہوگی سر۔“ انسپکٹر منور نے جواب دیا۔

”خاک ہوگی۔ تم احمدت ہو۔ اچھا تم اپنا کام کرو۔ قلم میں اس سے خود حاصل کر لوں گا۔“ فیاض نے اچانک سی خیال کے تحت کہا۔

”بھیک ہے سر۔ اس آدمی کا نام عالیجہاہ ہے سر جسے اس پھر اسی نے قلم دیا ہے سر۔“ انسپکٹر منور نے کہا۔

”میں نے سُن لیا ہے۔ ہونہہ عالیجہاہ نام بھی کیسے احمدقاۃ لکھتے ہیں۔ لوگ۔۔۔“ فیاض نے عضیلے بیچے میں کہا اور پھر سیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سوچا تھا کہ خود بھی کارروائی میں حصہ لے لے تاکہ سر جہاں کو مطمئن کیا جاسکے۔ چنانچہ دفتر سے باہر آ کر اس نے سرکاری جیپ نکالی اور زلار روڈ کی طرف بڑھنے لگا تاکہ اس عالیجہاہ سے وہ قلم حاصل کرے جسے وہ احمد انسپکٹر عجیب ساخت کا کہہ رہا تھا۔

ایک نوجوان کو دیا اور پھر اس نے وہی سے کسی کو فون کیا۔ اور پھر دونوں رئیس میں بیچھہ کر کر چلے گئے۔ ان کی نگرانی کرنے والا وہی تھیسے میں ہی رک گیا۔ اور سر دہ دونوں گلفشاں کا لونی کی کوئی تحریک بارہ میں چلے گئے۔ اور میں آپ کو قریبی پبلک فون بوجھ سے آپ کو رپورٹ فے رہا ہوں؟“ انسپکٹر منور نے کہا۔

”یہ کیا رپورٹ ہے کہ چیڑا سیوں کا تعاقب کرتے پھر ہے ہو۔ احمد آدمی تھیس میں نے کہا نہیں تھا کہ صرف عیر متعلق آدمی کی نگرانی کرو۔“ فیاض نے غصہ سے چینتے ہوئے کہا۔

”سر اس میں دو یا تیس مشکوک ہیں سر۔“ ایک چیڑا سی کا افسر سے اس طرح برادر کی سلطخ پر ملنا۔ پھر ان کی نگرانی ہونا۔ پھر کیفے نشاط میں بھیب ساخت کا قلم دینا اور پھر چیڑا سی ہو کر گل فشاں کا لونی کی عظیم اثر کوئی میں جاتا۔“ انسپکٹر منور نے اپنی کارروائی کے حق میں دلائل دیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا ہوا۔ اس میں کون سی بھی بات ہوگئی۔ زیادہ سے زیادہ مسئلہ اس عجیب ساخت کے قلم کا ہے۔ تو بھیک ہے تم اس آدمی سے قلم حاصل کر کے مجھے پہنچا دو۔“ فیاض نے جسنجھ لائے ہوئے بیچے میں کہا۔

”کیا قلم اس سے جبراً حاصل کرنا ہے سر۔“ انسپکٹر منور نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

”نہیں ادھار مانگ کر لانا۔ احمد آدمی تھیس کہہ تو دیا ہے کہ قلم حاصل کرو۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم کس طرح حاصل کرتے ہو۔“ فیاض

کسی ہند سے پہ بھی ملک مارک لگا دیتے اور بیرہ بڑے اور سے داپس  
پہلا جاتا۔ اور پھر اس کے سامان کے ساتھ ہی چینی دان میں یا کسی اور چیز  
میں چھپوئی طسی بھیتی انھیں مل جاتی جسے وہ بڑے اطمینان سے اپنی جیب  
میں منتقل کر لیتے اور پھر جیب بل آتا تو وہ اس کی مقرر کردہ رقم بھی بل  
کے ساتھ ادا کر دیتے اور اطمینان سے اٹھ کر پہلے جاتے۔ اس طرح  
عالیجہ کا دھنڈا روز رو زرع رج پر جا رہا تھا۔ اور اب تو نشیات  
خوبیدتے والوں کو بیرے اور عالیجہ خود بھی پہچانتے لگ گیا تھا۔ اس  
کی تیز نظریں ہر بات کا جائزہ لیتی رہتی تھیں۔ آج بھی وہ کاؤنٹر پر کھڑا  
بڑے اطمینان سے اپنے کار دبار کو دیکھ رہا تھا کہ دو افراد اندر دخل  
ہوئے اور پھر وہ کسی میزگی طرف جانے کے بجائے سیدھے اس کی  
طرف بڑھتے آئے۔ ان دونوں نے چیڑا سیوں کی دردی بہنی ہوئی تھی۔  
عالیجہ چونک کرا فھیں دیکھنے لگا۔

"کیا آپ ہی کا اسم شریف عالیجہ ہے۔" ان میں سے ایک  
نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر بڑے پر اسرار سے انداز میں کہا۔  
"جی ہاں فرمائیے۔" عالیجہ نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔  
اور اس نوجوان نے یونیفارم کوٹ کی اندر ونی جیب سے ایک عجیب  
سمی ساخت کا قلم نکالا اور پھر اسے عالیجہ کی طرف بڑھاتے ہوئے  
کہا یہ حجیکم ڈھن کی امانت ہے۔ حکیم ڈھن کا نام سننے سے عالیجہ  
پوچھ پڑا۔ اور دسمبرے لمبے اس نے قلم اس نوجوان کے ہاتھ سے  
لے کر تیزی سے اپنی اندر ونی جیب میں رکھ لیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو  
ہم ایک فون کر لیں۔" قلم قبیلے والے نوجوان نے کہا اور عالیجہ

کیفے نشاط کے کاؤنٹر پر کھڑا عالیجہ کیفے میں آنے والے گاہوں  
کو اور تیزی سے ان گاہوں کو سامان خورد تو شپنچانے والے بیوں  
کو دیکھ رہا تھا۔ وہ خود اس کیفے کا ماک تھا۔ اور اس نے یہ کیفے ایک  
ماہ میں کھولا تھا۔ اس کے کیفے کی شہرت جلد ہی پر لگا کہ شہر جہر میں  
پھیل گئی۔ کیونکہ اس کے کیفے میں ہر قسم کے نشیات سنتے داموں ہمیا  
ہو جاتی تھیں۔ اس لیے کیفے کا ہاں ہر وقت گاہوں سے بھرا رہتا تھا۔  
نشیات کی سپلانی کے لیے اس نے عجیب طریقہ استعمال کیا تھا۔ کیفے  
کے پینوں کے نیچے اس نے نشیات بکے کوڈ نام چھپوائے ہوئے تھے جو  
ہندوؤں کی صورت میں تھے۔ اور لظاہر یوں لگتا تھا جیسے یہ ہند سے  
اس مینوکی تعداد اشاعت اور تاریخ اشاعت بتاتے ہوں۔ مگر نشیات  
خریدنے والے آہستہ آہستہ ان کوڈز سے واقف ہوتے جا رہے تھے۔  
اس لیے وہ بڑے اطمینان سے دوسرے سامان کے ساتھ ان میں سے

رُنٹ پیٹا اور سمجھیلی کی پیشت اس پڑی پر رکھ کر اُس سے پہلے جسے انداز بیس اور پر سے نیچے لے آیا۔ جیسے ہی اس کا ہاتھ نیچے آیا۔ کھٹاک کی ہلکی سی آداز سنافی دی اور سیف کے دونوں پٹ خود بخوبی مکملہ چلے گئے۔ سیف کے خانوں میں مختلف قائمیں اور وہات کے بنے ہوئے تھیوں پھولے کنیٹر رکھے ہوئے تھے۔ ان لینٹروں میں شاید نسبت کا فخرہ تھا۔ عالیجہاہ نے سیف کے سچلے خانے کے اندر ہاتھ ڈالا اور اس کے آخری حصے میں لگے ہوئے ایک چھوٹے سے مٹن کو پیش کر دیا۔ مٹن کے پشت ہوتے ہی خانہ تیزی سے تیچھے ہستا چلا گیا اور فلک جگہ کے نیچے ایک اور خانہ نظر آنے لگا۔ اس خانے میں صرف ایک فال موجو خود تھی۔ عالیجہاہ نے جیب سے وہی عجیب ساخت کا قسم کا لالا اور اُس خانے میں فال کے سامنہ رکھ کر پہلے خانے کو دوبارہ کھینچ کر واپس اپنی جگہ پر پہنچا دیا۔ اب نیچے والا خانہ فائی ہو چکا تھا۔ اس کے بعد عالیجہاہ تیزی سے سیدھا ہوا۔ اس نے تیزی سے سیف کے دونوں پٹ بند کر کے اوپر درسا دبا دیا تو کھٹاک کی آواز آئی اور سیف بند ہو گیا۔ عالیجہاہ نے تصویر پر والی جگہ دوبارہ تھیلی کا دبا دیا تو دیوار سر کی تیز آداز سے برابر ہو گئی۔ تصویر دوبارہ تھیلی کا دبا دیا تو دیوار درمیان میں سے بھٹ کر دونوں اطراف میں سمرٹ گئی۔ اور اب جس جگہ دیوار تھی وہاں ایک ٹرا اور مضبوط سا سیف کا دروازہ نظر آرہا تھا جس پر کوئی ہمینڈل وغیرہ نہ تھا۔ اسی سپاٹ سے دروازے تھے۔ جن کے درمیان فولادی پٹی موجود تھی۔ عالیجہاہ نے پڑے اطمینان سے اس پڑی پر اور پر سے نیچے تک ہاتھ پھیرا اور پھر اُسی ہاتھ کو نیچے سے اور پر تک لے گیا۔ اس کے بعد اس نے تھیلی کا

کے سر بلانے پر اس نے کاڈنٹر پر کھے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا۔ عالیجہاہ کے چہرے پر اب بے چینی کے آثار نمایاں تھے۔ اسی لمحے میں نظری کاؤنٹر کے بالکل قریب موجود میز پر بیٹھے ہوئے ایک لمبے تڑتکے نوجوان پیر ٹپیں جوڑے مطمئن انداز میں بیٹھا کسی بیرے کا انتظار کر رہا تھا، یہ گاٹک عالیجہاہ کے لیے بالکل نیا تھا۔ لیکن اسی لمحے اس نوجوان نے فون پر بات شروع کر دی اور عالیجہاہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فون پر گفتگو کرنے کے بعد جب وہ دونوں نوجوان بیرونی دروازے کی طرف پڑتے تو عالیجہاہ تیزی سے کاؤنٹر کا عقبی دروازہ کھول کر اندر چکھس گیا۔ اس نے اس نوجوان کو بھی نہ دیکھا جو عیز کچھ کھا تے پہنچے ان دونوں کے تیچھے چلتا ہوا کیفیت سے باہر چلا گیا تھا۔

کاؤنٹر کے عقبی دروازے کا راستہ اس کے مخصوص دفتر میں کھلتا تھا۔ جس کا دوسرا دروازہ بائیں طرف والی راہداری میں بھی تھا۔ عالیجہاہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ٹری پھر تی سے دیوار پر لگی ہوئی ایک بڑی سی تصویر کو دونوں ہاتھوں سے ایک طرف کھسکایا۔ تصویر کے تیچھے بھی دیوار خالی تھی۔ عالیجہاہ نے اس خالی جگہ پر سمجھیلی رکھ کر اُسے زور سے دیا دیا تو لقبیہ دیوار درمیان میں سے بھٹ کر دونوں اطراف میں سمرٹ گئی۔ اور اب جس جگہ دیوار تھی وہاں ایک ٹرا اور مضبوط سا سیف کا دروازہ نظر آرہا تھا جس پر کوئی ہمینڈل وغیرہ نہ تھا۔ اسی سپاٹ سے دروازے تھے۔ جن کے درمیان فولادی پٹی موجود تھی۔ عالیجہاہ نے پڑے اطمینان سے اس پڑی پر اور پر سے نیچے تک ہاتھ پھیرا اور پھر اُسی ہاتھ کو نیچے سے اور پر تک لے گیا۔ اس کے بعد اس نے تھیلی کا

دوسری طرف سے کہا گیا۔

"بہتر جناب اور۔" عالیجاه نے حواب دیا۔

"اوورائینڈ آں۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور عالیجاه نے انگوٹھے کو آہستہ سے دیا کر رکھ مسحے سے علیحدہ کر دیا اور اس کے ساتھ، ہی مسحے کے کانوں میں موجود ہاؤں کا رنگ دوبارہ سفید ہو گیا۔ اب وہ ایک عام سماجیم لگ رہا تھا۔ عالیجاه بڑے اطمینان سے مڑا اور پھر دردراز سے نکل کر دوبارہ کافر نظر کے پیچھے بیخ گیا۔ اس نے بڑے اطمینان سے ہاں کا جائزہ لیا۔ اور پھر اس کی نظر اسی نوجوان پر چمکیں جو ابھی تک اُسی میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے کو کاکولا نکلنے لگیں۔ عالیجاه کا انگوٹھا میں تو عسے کے کانوں میں پڑے ہوئے دبایا تو عسے کے کانوں میں پڑے ہوئے ہاؤں کا رنگ تیزی سے سُرخ ہوتا چلا گیا اور مسحے کے کھلے منہ سے سرسر اہمیت کی ہلکی ہلکی آوازیں نکلنے لگیں۔ عالیجاه کا انگوٹھا میں تو راس ہار پر جما ہوا تھا۔

"یہ چیف۔" ایں ایں۔ اے اور۔" سرسر اہمیت پر ایک ہلکی سی آواز غالب آگئی۔ لہجہ مردانہ اور غاصبا کرخت تھا۔ عالیجاه بول رہا ہوں جناب۔ ابھی ابھی حکیم بڑھن نے ایک عجیب ساخت کا قلم بطور امانت لہیجا ہے اور۔" عالیجاه نے انگوٹھے سے ہار کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ سرگوشیا نہ ہی تھا۔

"ادہ اُسے سنبھال کر دھتنا۔ وہ یقیناً کوئی خاص چیز ہوگی اور پھر جیسے حکیم بڑھن حکم دے دیسے کرنا۔ وہ سپیشل سیکرٹ اینجنسی کا نمبرون ہے۔ اس لیے حکم کی تجھیں، برقراری چاہیے اور۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ سر۔" تھیل ہو گی سرا اور۔" عالیجاه نے حواب دیا۔

"بوجہڑیا یات وہ تھیں جسے اس کے متعلق مجھے روپورٹ ضرور دینا اور۔"

کے کانوں میں سفید رنگ کے بڑے بڑے حلے موجود تھے۔ اس عورت کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اور اس کے دونوں بازوں کہنیوں سے کہے ہوئے تھے۔ اس جیسا ڈیکوریشن کھلونا دار الحکومت کی تقریباً تمام دکانوں پر ملتا تھا۔ کیونکہ یہ افریقیہ کی پنگو لا دیوی کا دیو تھا۔ جسے خوشحالی اور برکت کی دیوی کہا جاتا تھا۔ اس لیے لوگ اکثر اس کو اپنے ڈائٹ رومنی پر رکھتے تھے۔ عالیجاه نے اس بھتھے کے گھے میں پڑے ہوئے سفید رنگ کے ہاروں کے درمیانی ہار کو انگوٹھے سے مخصوص انداز میں دبایا تو عسے کے کانوں میں پڑے ہوئے ہاؤں کا رنگ تیزی سے سُرخ ہوتا چلا گیا اور مسحے کے کھلے منہ سے سرسر اہمیت کی ہلکی ہلکی آوازیں نکلنے لگیں۔ عالیجاه کا انگوٹھا میں تو راس ہار پر جما ہوا تھا۔

"یہ چیف۔" ایں ایں۔ اے اور۔" سرسر اہمیت پر ایک ہلکی سی آواز غالب آگئی۔ لہجہ مردانہ اور غاصبا کرخت تھا۔

"عالیجاه بول رہا ہوں جناب۔ ابھی ابھی حکیم بڑھن نے ایک عجیب ساخت کا قلم بطور امانت لہیجا ہے اور۔" عالیجاه نے انگوٹھے سے ہار کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ سرگوشیا نہ ہی تھا۔

"ادہ اُسے سنبھال کر دھتنا۔ وہ یقیناً کوئی خاص چیز ہوگی اور پھر جیسے حکیم بڑھن حکم دے دیسے کرنا۔ وہ سپیشل سیکرٹ اینجنسی کا نمبرون ہے۔ اس لیے حکم کی تجھیں، برقراری چاہیے اور۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ سر۔" تھیل ہو گی سرا اور۔" عالیجاه نے حواب دیا۔

رہا۔ آنے والا کاؤنٹر کے سامنے آ کر رک گیا۔ اس کے پیہے پسختی کے آثار ابھرائے تھے۔

”میں سنتل انٹلی جنس کا سپر ٹینڈنٹ فیاض ہوں۔“ آنے والے نے چبا چبا کر اپنا تعارف کرایا۔

”اوہ سر۔ آپ۔ آپ۔ زیرِ نصیب آپ بہاں تشریف لانے۔ ہم تو آپ کے خادم ہیں۔ آپ نے مجھے اپنے دفتر میں طلب کر لینا تھا۔“ عالیجہا نے ٹڑے انحراف نہ لجئے میں جواب دیا۔ اور سوپر فیاض کا سینہ فخر سے پھولتا چلا گیا۔ اس کی آنکھوں میں چمک ابھرائی تھی۔

”اس کیونت کا ماں کون ہے اور تمہارا کیا نام ہے۔“ سوپر فیاض نے سخت اور سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

”سرمیرا نام عالیجہا ہے اور میں ہی اس کیونت کا ماں ہوں۔ آپ میرے دفتر میں تشریف لے چلیے۔ مجھے آپ جیسے معزز آفسیر کی نیت کر کے بے حد خوشی ہو گی۔“ عالیجہا نے کاؤنٹر سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

”کہاں ہے تمہارا دفتر۔“ سوپر فیاض نے ٹڑے فاخراً انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”آئیے ادھر تشریف لا لیے۔“ عالیجہا نے داہیں طرف والی راہداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور فیاض ٹڑے فاخراً انداز میں چلتا ہوا اس طرف بڑھنے لگا۔ مگر اسی لمحے اس کی نظری کاؤنٹر کے قریب بیٹھے ہوئے اسی نوجوان پر ٹپیں حبس کے متعلق فیاض کی آمد تے قبل عالیجہا سوچ رہا تھا۔

لیکن وہ آہستہ آہستہ کام کر لیے تھے اور پھر اسے چیف نے چار بیان پر قبضہ اطلاع دی کہ ایس۔ ایس۔ اے کے سمجھا جینٹ ایک خاص شش پر پاکیش پہنچ گئے ہیں۔ اگر دہ تھم سے رابطہ قائم کریں تو تم نے ان کی مکمل امداد کرنی تھے۔ اس کے لیے اسے صرف ایک نام حکیم ڈھن بدمجن بتا بایکا تھا۔ اس پیدے آج حکیم ڈھن کا نام سنتے ہی وہ چونکہ پڑا تھا اور پھر قلم خفیہ سیف میں محفوظ رکھنے کے بعد اس نے مناسب بھاٹھا کہ چیف تھے اس سلسلے میں بات کرے اور جب چیف نے اسے بتایا تھا کہ حکیم ڈھن ایس۔ ایس۔ اے کا نمبرون ہے۔ تو اس کے دل میں عقیدت کے جذبات خود بخود ابھرائے تھے۔ اس نے ایس۔ ایس۔ اے میں نمبرون کے کارناموں کی ٹڑی دھوم سنتی تھی۔ لیکن آج تک اس سے کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی۔ اور وہ یہی سوچتا ہوا کاؤنٹر پر آتا تھا کہ مشا بیا اس کی خواہش پوری ہو جائے اور اس کی ملاقات حکیم ڈھن سے ہو جائے لیکن کاؤنٹر پر پہنچتے ہی اس نوجوان کو دیکھتے ہی اس نے لاشور میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور وہ حکیم ڈھن کو بھول کر اس نوجوان کے بارے میں سنجیدگی سے سوچتے رکا۔ اس نے لاشور میں کھلبی سی مچی ہوئی تھی۔ اسے یہ نوجوان ماؤس سامحسوس ہوا رہتا لیکن اسے یاد نہ آ رہا تھا کہ یہ کون ہے اور اس سے کہاں ملاقات ہوئی ہے۔ ابھی وہ کھڑا اس بات کو یاد کر رہا تھا کہ کیونکہ دروازے پر ایک اور شخص نظر آیا۔ اس نے سلیٹی زنگ کا سوت پہن رکھا تھا۔ لیکن اس کے سر پر افسروں کی سی مخصوص کیپ بھی تھی۔ وہ ایک لمحے کے لیے دروازے پر رک گئے ہال کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر وہ تیز تیز قدم اٹھا تاکہ اونٹر کی طرف بڑھتا آیا۔ عالیجہا خاموش ہٹھا اسے دیکھتا

”جناب انپکٹر شاہد سے بات ہوئی تھی اور اس نے آپ کا اکاؤنٹ دیا تھا جسے ڈی۔ لے سولہ تھری سولہ میں باقاعدہ ہر ماہ اس اکاؤنٹ میں دس ہزار روپیہ جمع کر دیتا ہوں۔ انپکٹر شاہد اس کی رسید مجھ سے لے جاتا ہے۔ ویسے اس تی فلوٹیٹ بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اگر آپ ذرا میں تو میں وہ رسیدیں پیش کر سکتا ہوں۔“ عالیجہا نے جواب دیا۔

”اوہ اچھا اچھا ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔“ سوپر فیاض نے فردا ہی سرہلاتے ہوئے کہا۔ انپکٹر شاہد کا نام درمیان میں آتے ہی وہ مطمئن ہو گیا تھا کیونکہ اس قسم کے سایے دھندوں کے لیے اس نے انپکٹر شاہد کو ہی درمیان میں ڈالا ہوا تھا۔

”جی۔ ہم آپ کے خادم ہیں جناب۔“ عالیجہا نے مکارتے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا تم اس بات کو جھوڑو۔ میں تم سے وہ قلم لینے آیا ہوں جو دار خارجہ سیکرٹریٹ کے دو پڑا سیوں نے تمہیں دیا ہے۔ عجیب ساخت کا قلم۔ وہ قلم میرے حوالے کر دو۔“ سپرینٹنڈنٹ فیاض نے فردا ہی اصل بات پر آتے ہوئے کہا۔

”علم کیسا قلم۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ مجھے کسی نے قلم لا کر دینا تھا؟“ عالیجہا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ ویسے اس نے ٹری شکل سے اپنے آپ کو سنبھالا تھا۔ کیونکہ یہ تو اس کے تصور میں بھی نہ تھا۔ کہ سوپر فیاض اس قسم کا مرطاب بھی کر سکتا ہے۔ وہ تو یہی سنبھالا تھا کہ وہ نشیات کے دھندے کے سلسلے میں آیا ہوگا۔

”تم اور یہاں۔۔۔“ فیاض نے ٹھہر کر رکتے ہوئے کہا۔ ”یہاں اس جگہ آنا جرم ہے سپرینٹنڈنٹ صاحب۔“ اس نوجوان تے کاٹ کھلتے والے لمحے میں جواب دیا۔

”ای نہیں۔۔۔ میں تو سب ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔۔۔“ فیاض نے سبھلتے ہوئے کہا۔ اُس سے خیال آگیا تھا کہ عمران کا یہ ساہتی تنویر خاصا مشتعل مزاج واقع ہوا ہے۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ عالیجہا نے سامنے کوئی ایسی بات کر دے۔ جس سے اس کے رعب میں فرق آجائے۔ اس لیے اس نے بات بدی اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا عالیجہا کے پیچے چلتا ہوا اس دروازے میں داخل ہو گیا۔ جس کے باہر آض کی نام پلٹ لگی ہوئی تھی۔

”تشریف رکھتے جناب۔ اور فرمائیے آپ کیا شوق فرمائیں گے۔“ عالیجہا نے ایک ترسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تم ان باتوں کو جھوڑو۔ مجھے یہاں کا کاروبار مشکوک معلوم ہو رہا ہے۔ اور میں یہاں نشیات کی بُو بھی سوننگھ رہا ہوں۔ نمیں معلوم ہے نشیات کے سلسلے میں اس ملک کا قانون کس قدر سخت ہے۔“ فیاض نے انتہائی سخت لمحے میں کہا۔

”جناب آپ کی بات درست ہے۔ مگر جناب ہم تو آپ کا حصہ باقاعدگی سے ہنچا رہے ہیں جناب۔ کبھی کوتاہی نہیں کی۔“ عالیجہا نے جواب دیا۔ اور فیاض چونکہ پڑا۔

”وہ کیسے۔ میں تو یہی بار اس کیفے میں آیا ہوں۔“ فیاض کے پھرے پر حیرت تھی۔

”اپ کو روپرٹ کسی نے دی ہے جناب ہو سکتا ہے وہ میرا دشمن ہو۔ آخر اس جیسے کارروبار میں سینیکڑوں و شمن ہوتے ہیں۔“ عالیجاه نے دوسرے پہلو پر پیات کرتے ہوئے کہا۔

”وہ تھا را دشمن نہیں ہو سکتا۔ وہ سرکاری آدمی ہے۔“ سپرٹنڈنٹ فیاض نے جواب دیا۔

”جناب یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ تو بڑے افسر ہیں۔ آپ چھوٹے افسروں کی فطرت کا اندازہ نہیں رہے۔ یہ لوگ خواہ خواہ ہیں تنگ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بڑے افسروں کو تم حستہ دیتے ہو اور ہمیں کیوں نہیں دیتے اور آپ خود سوچیں آپ جیسے با اختیار اور بڑے افسر کے سامنے ان لوگوں کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔“ عالیجاه نے بڑی ذہانت سے جال ڈالا۔

”ان پیکٹ منور ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ صحیح آدمی ہے سپرٹنڈنٹ فیاض اس کے جال میں پھنس ہی گیا اور اس نے خود ان پیکٹر کا نام لے لیا۔

”اے وہ جن کی انکھیں بڑی بڑی اور سر پر گنگلے بیالے بیال ہیں وہی بیں نا ان پیکٹر منور۔“ عالیجاه نے چونکتے ہوئے کہا۔ اسے اچانک یاد آگیا تاکہ اس نام کا ان پیکٹر ایک بار ان پیکٹر شاہد کے ساتھ آیا تھا۔

”ہاں ہاں وہی ہے۔“ سوپر فیاض نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”وہ تو جناب کل ہی مجھ سے لڑا ہے۔ وہ کل رات میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم سپرٹنڈنٹ صاحب کو حصہ دیتے ہو۔ مجھے بھی دو درخواستیں کیے چکر میں پھنسوادوں گا۔ اور جب میں نے اسے کہا کہ میں تھا ری شکایت سپرٹنڈنٹ سے کروں گا تو اس نے مجھے دھمکیاں کیا ہے۔

”سنومٹر۔ پیسٹل مخفیات کا نہیں بلکہ اس سے زیادہ سنگین ہے۔ اگر تم وہ قلم میرے حوالے کر دو تو سابقہ تعلقات کے سسلے میں صرف اتنے لحاظ کر سکتا ہوں کہ تھا را نام درمیان میں نہ آئے گا۔ درخواست و سری صورت میں تھیں ہمیڈ کوارٹرے جاتا ہیڑے گا اور پھر قلم تھا ری روگوں میں بھی ہوا تو بھی برآمد ہو جائے گا۔ بولو۔“ سپرٹنڈنٹ فیاض نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”جناب میں آپ کا خدمت گزار ہوں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ نہ ہی مجھے کسی کے قلم دیا ہے اور نہ کسی عجیب ساخت کا قلم میرے پاس ہے۔ میں تو سیدھا سادہ کام کرتا ہوں اور جو کام کرتا ہوں۔ وہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ کو کسی نے میرے خلاف غلط روپرٹ دی ہے کہ آپ چاہیں میری بات کا یقین تکریں۔ اس کے باوجود میری کھلی آفر ہے کہ آپ چاہیں تو میری۔ میرے دفتر کی۔ پوچھے کیف کی، یہاں کے ہر آدمی کی جس طرح تسلی ہوتلاشی لے لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“ عالیجاه نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

”میری روپرٹ خلط نہیں ہو سکتی۔ تھیں ابھی کچھ دیر پہلے عجیب ساخت کا قلم دیا گیا ہے اور مجھے وہ قلم چاہیے۔ ہر قیمت پر اور ہر حالت میں۔“ فیاض نے لہجے کو اور میں زیادہ سخت بناتے ہوئے ”کہا۔ ویسے دل ہی دل میں وہ عالیجاه کے اہمیان اور اس کی اس طرح کی کھلی آفر کی وجہ سے تکھنے تذبذب ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ مساتھ یہ مسئلہ بھی تھا کہ اسے خود بھی علم نہ تھا کہ وہ عجیب ساخت کا قلم کیا ہے۔

اہمیت کا اظہار کر کے اس سے حصہ وصول کر سکے۔ اُس نے فیصلہ کر یا تھا کہ اس انپکٹر منور کو ایسا سبق سکھائے گا کہ اس کی آباد اجداد قبروں میں بلسلہ اٹھیں گے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کیفے سے نکلا اور پھر جیپ پر بیچھے کرو اپس ہیڈ کوارٹر کی طرف چلا گیا۔

سوپر فیاض کے جانتے ہی عالیجاه نے الہینان کی ایک طویل سانس لی۔ اس نے بڑی ذہانت سے سپر ٹنڈنٹ کو احمد بن اکر را پس بیچھ دیا تھا۔ یہیں اب اس کے لیے یہ مسند بن گی تھا کہ اس قلم کے متعلق سی۔ آئی۔ ڈی کو نہ صرف قلم ہو گیا بلکہ وہ اسے یہیں کے لیے پیچھے گئے تو چنانچہ وہ تیزی سے اس مجسم کی طرف بڑھا۔ تاکہ چیف کو اس پارے میں روپرٹ فرے کر بڑایات حاصل کر سکے۔ اب وہ حداز جلد اس قلم سے چھپ کارا حاصل کرنا چاہتا تھا کیونکہ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں سپر ٹنڈنٹ یا اس کا کوئی اعلیٰ افسرواقعی تلاشی یعنی نہ پیچھے جائیں۔ اس نے ٹرنس میری آن کیا۔ "لیں چیف ایس۔ ایس۔ اے سپینگ اور" — رابطہ قائم ہوتے ہی دسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"عالیجاه فرام پاکیشی اس۔ ایک اہم روپرٹ ہے سر اور۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پوری تفصیل سے تمام دافعات سنادیے۔"

"اوہ یہ تو انہی خطرناک مسئلہ ہے۔ میری ابھی انہیں سے بات ہوئی ہے۔ اس قلم میں مکمل شش موجود ہے۔ اس نے تمہیں فون کرنے کی کوشش کی یہیں تم مصروف ہتھے جو اپنے ملنے پر اس نے مجھے کاں کی تھی۔ تم ایس کرد فوری طور پر وہ قلم کا فرستان سفارت خل نے کے سینکڑ سیکرٹری مسٹر بھیگت کو پہنچا دو۔ تم ایس۔ ایس کے حوالے سے اُن سے

دیتے ہوئے کہا کہ سپر ٹنڈنٹ صاحب میرے سامنے کیسے بول سکتے ہیں۔ میں ان کی شکایت ڈاٹری بکٹری جزل صاحب سے کر دوں تو آج ہی ان کی چھٹی ہو جائے۔ میں نے اسے پہت سمجھا یا کہ تم سپر ٹنڈنٹ صاحب کے منہ نہ آؤ۔ وہ بڑے آدمی ہیں تمہیں ایک لمحے میں رگڑ دیں گے۔ لیکن وہ مجھے دھمکی دے کر چلا گیا۔ تو حضور وہ تو انہی خطرناک آدمی سے۔ آپ اس کی بات پر اعتبار نہ کریں جناب۔ یہ اس نے خواہ مخواہ چکر چلا دیا ہے۔ درنہ میں تو آپ کا خادم ہوں جناب آپ جیسے بڑے افسر کے سامنے میری جرأت ہے کہ میں جھوٹ بول سکوں —" عالیجاه نے فوراً ہی انپکٹر منور کے خلاف ایک کہانی گھر دی۔

"اوہ اس کی یہ جرأت کہ میری شکایت لکھائے میں اس کی ہدیہ تو ڈوں گا۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھے تادیا۔" "سپر ٹنڈنٹ فیاض غصے سے لال پیلا ہوتا ہوا ایک جھٹکے سے گرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "حضور میں چھوٹا سا آدمی ہوں۔ آپ بڑے افسر ہیں اور وہ آپ کا ماتحت ہے آپ جیسے چاہیں اس کے ساتھ سلوک کریں مگر حضور میرا نام درمیان میں نہ آئے میں آپ کا حصہ بڑھا دوں گا۔" عالیجہ نے فوراً ہی ہاتھ جوڑتے ہوئے بڑے انسکار انہی میں کہا۔

"بھیک ہے نہیں آئے گا۔" سوپر فیاض نے اس کے جھر اور حصہ بڑھاتے کی بات سنتے ہی بڑے شاہانہ انداز میں جواب دیا۔ اور بھروسہ ایک جھٹکے سے مڑا اور دردازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے تاثرات ابھی تک موجود ہتھے۔ اسے لقین آگیا کہ انپکٹر منور نے فلٹر روپرٹ دیا ہے۔ تاکہ اس آدمی پر اپنی

ہو جائے گی۔ قلم تو ہم تلاش کریں گے۔ اس لیے بہتر بھی بے کہ تم بتا دو کہ قلم کہاں ہے۔ ”ریواور بردار نے سخت لہجے میں کہا۔ ”میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے کسی قلم کا علم نہیں ہے۔ ”عالیجہا نے بھی جواب میں سخت لہجے کرتے ہوئے کہا۔

”ایک .....“ ریواور بردار نے بڑے خشک لہجے میں کہا اور ساختہ ہی اس نے ریواور کا لکپ ہٹا دیا۔

”دو .....“ ریواور بردار نے ہاتھ اور پنجا کرتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ انتہائی سخت ہتا۔ انہوں میں وحشت بھتی اور عالیجہا کے چہرے پر یک لخت خوف وہر اس کے تاثرات چھا گئے۔

”تین .....“ ریواور بردار نے کہا اور ساختہ ہی اس کی انگلی نے ”ریسٹر پر حرکت کی۔

”رک حاد۔ خدا کے لیے رک حاد۔ میں بتاتا ہوں۔“ عالیجہا نے بڑی طرح گڑ گڑ آتے ہوئے کہا۔

”تباؤ۔“ ریواور بردار نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

”وہ قلم ابھی ابھی سی۔ آئی۔ ڈی کے سپریزمنڈنٹ فیاض صاحب لے گئے ہیں۔ انہوں نے مجھے سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں قلم اخیں دے دوں تو وہ میرا نام درمیان میں نہ آنے دیں گے اور میں نے انہیں باوجود مطمئن لہجے میں پوچھا۔

”یکواں سوت کر د۔ تم ہمیں چکر دینا چاہتے ہو۔ سو پر فیاض کا قلم دے دیا ہے۔“ عالیجہا نے خوفزدہ سالمجہ بنلتے ہوئے کہا۔

”ایکواں سوت کر د۔ تم ہمیں چکر دینا چاہتے ہو۔ سو پر فیاض کا اس قلم سے کیا تعلق۔ اور پھر وہ یہاں سے انتہائی غصتے کے عالم میں گیا ہے۔ اگر وہ قلم لے جاتا تو مطمئن ہوتا۔“ اس بار دوسرے

مل سکتے ہوں یہ کام فوری ہو تا چاہیے اور مجھے بعد میں روپرٹ دینا۔ اوور اینڈ آل۔ چیف نے کہا اور اس کے ساتھ بی عالیجہا نے ٹرائسیمیر آف کر دیا۔ ٹرائسیمیر آف کر کے وہ مٹا اور کاڈنٹرولے دروازے کی طرف بڑھنے رکھتا کہ اپنے اسٹیشنٹ کو یہاں کے منتعل سمجھا کہ پھر وہ سفارت خلنے جائے کہ اچانک ایک دھمک سے اس کے دفتر کا دہ دروازہ کھلا جو رابری میں تھا۔ اور جس سے وہ سپریزمنڈنٹ فیاض کو اپنے ہمراہ لایا تھا۔ سپریزمنڈنٹ کے جلد نے کے بعد اس نے دروازے کی طرف توجہ نہ کی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی وہ آدمی نظر آیا جس کے پارے میں عالیجہا کا ذہن مشکوک تھا۔ اس کے ہاتھ میں سالمجہ بنلتے کا ریواور تھا۔ جبکہ اس کے پیچے ایک اور ملبہ ترانگا نوجوان تھا۔ جس کی چہرہ پاکل سپاٹ تھا۔ جیسے اس نے میک آپ کر دکھا ہو۔

”خبردار اگر حرکت کی تو گویوں سے بھون دوں گا۔“ ریواور بردار نوجوان نے اندر قدم بڑھاتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور عالیجہا نے خاموشی سے درنوں ہاتھ اور اٹھا لیے۔ دوسرا آدمی تیزی سے بڑھا دے اس نے کاڈنٹرولے دروازے کی چھپتی چڑھا دی۔

”کون ہوتم اور کیا چاہتے ہو۔“ عالیجہا نے ہاتھ اٹھانے کے باوجود مطمئن لہجے میں پوچھا۔

”وہ قلم کہاں ہے جو ابھی ابھی تھیں دیا گیا ہے۔“ ریواور بردار نے دو قدم اور آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

”قلم کیس قلم۔“ عالیجہا نے حیرت پھرے لہجے میں کہا۔ ”سنلو میں صرف تین تک گنوں گا۔ اس کے بعد موت تھا را تقدیر

آدمی نے جو دروازے کے پاس کھڑا ہتا۔ بات کرتے ہوئے کہا۔  
 ”یقین کر دیں سچ کہہ رہا ہوں ۔۔۔ عالیجہا نے کہنا چاہا مگر  
 اس سے پہلے کہ وہ فقرہ مکمل کرتا چانک روایور بردار کا ہاتھ بھی  
 کی سی تیزی سے لگوما اور عالیجہا کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے گال  
 میں کسی نے انکار کے بھروسے ہوں۔ وہ مخفیہ کھا کر لپشت کے بل زمین پر  
 گرا ہتا۔ مگر زمین پرگرتے ہی وہ ایک چھٹک سے اچھلا اور دوسرے  
 لمحے اس کے دلوں پر پوری قوت سے روایور بردار کے سینے پر  
 پڑے اور روایور بردار ضرب کھا کر اچھلا اور دروازے کے پاس  
 کھڑے اپنے ساختی سے جاتکرایا۔ عالیجہا نے ضرب لگاتے ہی  
 قلابازی کھانی اور بھلی کی سی تیزی سے سیدھا ہو گیا۔ اور بھر روایور  
 بردار بھی اپنے ساختی سمیت مٹکر اتنی ہی تیزی سے اٹھا ہتا۔ اور دوسرے  
 لمحے وہ دلوں ہی جنگلی بھینسوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے  
 نیچے کہتے ہی عالیجہا نے اچھل کر کھڑا ہونا چاہا لیکن روایور بردار اس  
 سے زیادہ تیز تکلا۔ اس نے نیچے کہتے ہی قلابازی کھانی اور اس  
 کا دلوں لاتیں اٹھتے ہوئے عالیجہا کے پیسوں پر پوری قوت سے  
 پڑی اور عالیجہا کے حلق سے بے اختیار جنگ نکل گئی۔ مگر عالیجہا نے  
 اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اس کی زندگی اس طرح کی رثا بیان لڑتے  
 ہوئے گزر گئی تھی۔ اس لیے وہ اپنے اوسان بھال لکھنے کا عادی ہو جکا  
 ہتا۔ پیسوں پر ضرب کھلتے ہی وہ تیزی سے مٹا اور اس نے بڑی  
 پھری سے روایور بردار کی گردن کے گرد آرم لاک لگا کر اُسے فرش  
 پر پٹخ دیا۔ مگر روایور بردار اس کے تصور سے کہیں زیادہ سخت حیان

نکلا۔ اس نے بچے گرتے ہی انتہائی پھری سے دلوں ہتھیاں  
 بیک وقت اس تک دلوں پہلوؤں میں ماریں۔ یہ ضرب اتنی شدید  
 تھی کہ عالیجہا کے بازو روایور بردار کی گردن کے گرد سے خود بخود کھلتے  
 چلے گئے۔ اس نے گردن جھٹک کر اپنی کھوڑی میں طلوع ہونے  
 والے سورج کو غروب کرنا چاہا مگر دوسرے لمحے اس کے سینے پر زست  
 ضرب لگی اور عالیجہا کو یوں قمحوس ہوا جسے اس کا دم گھٹ کیا ہو۔  
 اس نے بازداھا کر سانس باہر نکالنے کی کوشش کی لیکن اس کی  
 ناف والی جگہ پر ایک اور دھماکہ ہوا اور اُسی لمحے اس کی کھوڑی میں  
 طلوع ہونے والا سورج یک لمحت غروب ہو گیا۔ اور اس کے ذہن پڑتا ہیک  
 پر دھمکیا چلا گیا۔ جسے جھٹکنا اب اس کے اپنے بیس میں نہ رہا تھا۔

” قبلہ حکیم بُدھن تو یے آرام ہی ہوں گے۔ ان سے عرض کر دیجئے گے ۔“  
عمران نے سپاٹ لبھے میں جواب دیا۔

” وہ قبلولا فرمائے ہیں اور قبلولا کے درمیان انھیں جگتا یا انہیں جا سکتے ۔“ توجوان نے جواب دیا

” کوئی بات نہیں میں ان کے جاتکے کا انتظار کروں گما ۔“  
عمران نے دو قدم آگے بڑھا کے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان اس سے روکتا۔ عمران اسے دھکیلتا ہوا اندر لے گیا

” اب بھاٹک کھول دو اور میری گاڑی پورچ میں لے آؤ۔ گاڑی چلانا تو تمھیں آتی ہی ہو گی ۔“ عمران نے اندر آتے ہی اس سے مخاطب ہو کر کہا اور خود بڑے اطمینان سے چلتا ہوا پورچ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے ایک لمبے کے لیے بھی پیچھے ٹھکرنا دیکھا۔ نوجوان کھڑے دری خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ جیسے فیصلہ نہ کر پایا ہو کہ عمران کی اس حرکت سے اس کا کیا رو عمل ہو۔ پھر کندھے جھکلتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ اس نے بھاٹک کھولا اور ڈرائیور نگہ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار سٹارٹ کی اور اس سے بھاٹک کے اندر لے آیا۔ اندر لا کر اس نے کار روکی اور با پرستی کر پہنچے بھاٹک بتک دیا اور پھر دوبارہ کار میں بیٹھ کر وہ سیدھا پورچ کی طرف بڑھا جیلا آیا۔ عمران اس سے پہلے ہی پورچ میں پہنچ کر بڑے مٹھن انداز میں کھڑا رہتا۔

پورچ میں کار روک کر نوجوان بیچ آتزا۔  
” آئئے پھر تشریف رکھئے۔ میں نواب صاحب کو اطلاع کرتا ہوں۔  
اب آپ تشریف لے ہی آئے ہیں تو۔۔۔۔“ نوجوان نے بڑا سامنہ جواب دیا۔

عمران نے بڑے اطمینان سے کال بیل بھاجا اور پھر بھاٹک کے کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ اس وقت اپنے عام لباس میں بھاٹک بُدھن کی امانت کے الفاظ نے ساری حقیقت اس کے سامنے روشن کر دی۔ چنانچہ عالیجہ اور وحید بیگ کو رانا ہاؤس پہنچانے کا کہہ کر وہ خود سیدھا نواب پیا۔ میان کی کوئی گلفشاں کا لوٹ پیغام گیا تھا۔ اب وہ اس قلعے کو نمٹانا چاہتا تھا۔ چند لمبے بعد بھاٹک کی ذمی کھڑکی کھلی اور وہی نوجوان باہر نکلا جس سے اپنی پہلی آمد کے وقت وہ بات چیخت کر چکا تھا۔

” نواب صاحب سے فرمادی کہ عمران ایک اور نواسرت لے کر حاضر ہوا ہے ۔“ عمران نے بڑے نرم تھجے میں کہا۔  
” وہ تو اس وقت آرام فرمائے ہے میں جناب ۔۔۔۔“ نوجوان نے

"آداب عرض ہے۔ آپ کے آرام میں خلل ڈالنے کے لیے تہہ دل سے معافی کا خواست گا رہوں۔" عمران نے اس کے اندر داخل ہوتے ہی جھک کر آداب بجا لاتے ہوئے کہا۔

"آداب عرض ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کی آمد تو ہمارے لیے باعثِ آرام ہے۔ دوستوں سے ملاقات تو اصل آرام ہوتا ہے"

نواب پیارے میاں نے جھک کر آداب عرض کرتے ہوئے کہا۔  
دشکر یہ شکر ہے۔ آپ کا یہی اخلاق تو ہماری جان لے یہتا ہے۔ آپ کے بغیر ہمیں ایک پیل چین نہیں پڑتا۔ میں اس لیے حاضر ہوا تھا کہ میں نے آپ کی دعوت کا انتظام کیا ہے۔ ہے تو دعوتِ شیراز لیکن آپ کی شمولیت میرے لیے باعثِ افتخار ہو گی۔" عمران نے پڑے مودب ہجھی میں کہا۔

"اے آپ ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں۔ آپ کی ملاقات ہی ہمارے لیے دعوت ہے۔" نواب پیارے میاں نے حواب دیا۔

"نہیں جنا۔ آپ ہمارے مہماں ہیں۔ ہم شرمندہ ہیں کہ آپ کی منیریاتی کا حق ادا نہیں کر سکے۔ بہر حال اب آپ انکار نہیں فرمائیں گے اور قبلہ حکیم بڑھن صاحب کو بھی آپ ہی راضی فرمائیں گے۔ میری تو ان سے بات کرنے کی بھی جرأت نہیں پڑتی۔" عمران نے حواب دیا۔  
لیکن اس وقت تو قبلہ آرام فرمائے ہیں اور ہم نے ظہرا نہ کھانیا ہے۔ پھر بھی سہی۔" نواب پیارے میاں کے جان پھر ان کے سے انداز میں کہا۔

"اجی حضرت میری یہ مجال کہا کہ میں آپ جیسے معزز افراد کو ظہرا نہ نظر آئی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔

بناتے ہوئے کہا اور عمران مسکرا کر اس کے پیچے چلتا ہوا اسی نشست گا۔ میں پہنچ گیا جہاں قالمین اور گاؤں تیکے موجود تھے۔

"فرماتے ہے آپ کی بینا یہند کریں گے۔" نوجوان نے کہا۔  
گوار کے الفاظ میں تو تکلف موجود تھا۔ لیکن اہم جو وہ بانہ ہونے کی بجائے قدیے ناخوشگوار ساختا۔

شاید آپ نے میرے بیہاں اس طرح آنے کا برا منایا ہے۔ میں اس کے لیے معافی جامہتا ہوں۔ دراصل نواب پیارے میاں اور قبلہ حکیم بڑھن سے مجھے اس قدر محبت ہو گئی ہے کہ میں بجھوڑ ہو کر جیلا آتا ہوں۔ ویسے آپ پر لیشان نہ ہوں۔ میں بیہاں بیٹھی کران کا انتظار کر سکتا ہوں۔ چاہے شام ہی کیوں نہ ہو جائے۔ کم از کم مجھے اتنا تو اطمینان ہو گا کہ میں ان کے قریب موجود ہوں۔" عمران نے پڑے پر خلوص لیجے میں کہا اور نوجوان کے چہرے پر شرمندگی کے آثار بھیلی گئے۔

"میں اپنے بھی کے لیے معافی کا خواست کر رہوں۔ آپ تشریف لکھیئے میں اپنیں اطلاع دیتا ہوں۔" نوجوان نے شرمندہ سے لیجے میں کہا اور بھر تیزی سے واپس مڑ گیا۔ عمران کے چہرے پر سکراہٹ رینگنے لگی۔ وہ ایسے تکلف زدہ لوگوں کی نفیات کو اچھی طرح سمجھتا تھا اور جونکہ وہ فی الحال کوئی ایسی حرکت نہ کرنا چاہتا تھا جس سے نواب اور حکیم مشکوک ہو جائیں اس لیے اسی نے اسی انداز میں بات کی تھی۔

ھٹوڑی دیر بعد ہی دروازہ کھلا اور نواب پیارے میاں کی شکل نظر آئی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔

داپس نہ لوٹا تو عمران کو فکر ہوئی کہ ہمیں وہ مشکوک ہو گئی عقیل استے سے فرار نہ ہو جائیں اور وہ یہاں پیٹھاں کا انتظار ہی کرتا رہ جائے۔ چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر یا ہر چھا لکا۔ برآمدہ حالی پڑا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے پاہر نکلا اور پھر برآمدے کے وسط میں موجود راہداری میں سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ ابھی اس نے آدھی راہداری ہی پار کی تھی کہ اُسے راہداری کے آخری دروازے سے باتوں کی آواز سننی دی اور وہ تیز مگر متھا انداز سے آگے بڑھنے لگا۔ دروازے کے پاس پہنچتے ہی آوازیں صاف سننی دینے لگیں اور وہ وہیں رک گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں عمران کو مشکوک نہیں کہنا چاہیے۔ وہ حرف ہمیں پختہ محوں کے لیے یہاں سے بھٹانا چاہتا ہے تاکہ دائریں ریکارڈ اتار سکے اور بظاہر خطرے کی بات ہی نہیں" "حکیم بڑھن کی آواز سننی دی۔"

"مگر حضور اس طرح دشمن کے ہمراہ چلے جانا داشمندی بھی تو نہیں ہے۔ بخانے وہ ہمیں کہاں لے جائے" "نواب پیارے میاں کی آواز سننی دی۔"

"آپ بے فکر ہیں۔ اب ہم اتنے بچے بھی نہیں کہ اپنی حفاظت نہ کر سکیں۔ اس لیے تو میں نے اکبر اور اعظم کو بلا بیا ہے۔ یہ ہماری نگرانی کریں گے اور کسی قسم کے خطرے کو محسوس کرتے ہی ہماری مدد کریں گے۔ سننا اعظم تر نہ چلیں" "حکیم بڑھن نے کہا۔

"درست ہے حضور" "اسی نوجوان کی آواز سننی دی جس نے پھاٹک کھولا تھا۔

کھلا سکوں۔ میں تو سعیب سا آدمی ہوں۔ میں تو صرف مشترد ہی میش کر سکتا ہوں۔ میں صرف آپ کی تشریف آؤ دی، یہ میرے لئے باغث افتخار ہوگی۔ بہر حال یہ دعوت تو آپ کو قبول کرنے ہو گی ورنہ میں خودشی کر لاؤ گا۔ میں اپنے آپ کو جلا کر راکھ کر دوں گا۔ میں صرف اپنے قیمتی لمحات میں سے چند لمحات مجھے عنایت فرمادیجئے۔ میں آپ سے صرف چند محوں کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ خدا کے لیے ان لمحات کو میرتی جھوپی میں ڈال دیجئے۔" "عمران کا لجھ عاجزی میں ڈوبا ہوا تھا اور نواب پیارے میاں کے چہرے پر تند بذب کے شدید آثار امپراۓ چیسے رہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔

"اچھا آپ تشریف لے چکیے۔ میں قبیلہ حکیم بڑھن سے بات کرتا ہوں۔ اگر وہ چلنے کے لیے تیار ہو گئے تو بھیک ہے ورنہ مجبوری ہے۔" "نواب پیارے میاں نے آخر کار کندھے چھکتے ہوئے کہا۔

"آپ کی نوازش میرے لیے سرمایہ افتخار ہو گی" "عمران نے مشرت بھرے ہیجے میں کہا اور نواب پیارے میاں تیزی سے ملکر دروازے سے یا ہر چلے گئے۔ عمران مکرا دیا۔ وہ انھیں فوراً داش منزل کے جانا چاہتا تھا کہ ایک نو وحد بیگ اور عالیجہاں کے سامنے ہی ان کا پول کھول دے اور دوسرا بات یہ کہ وہ یہ تھیں چاہتا تھا کہ حکیم بڑھن کو عالیجہا کے انغوار کی خبر مل سکے اس طرح عمران کو خطرہ تھا کہ یہ دونوں کہیں فرار نہ ہو جائیں اور یہ فیصلہ کر کے آیا تھا کہ اگر وہ دونوں خود اپنی مرضی سے اس کے سامنہ نہ گئے تو پھر وہ انھیں انغوار کر کے ہی لے جائے گا۔ جب نواب پیارے میاں کو گئے ہوئے کچھ دیر ہو گئی اور وہ

"ہمیں قبیلہ حکیم صاحب کو راضی کرنے میں کچھ دیر ہو گئی ہے۔ آپ کو انتظار کی کوفت اٹھانی پڑی۔ ہم معدود تر خواہ ہیں۔" نواب پیارے میاں نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

"اوہ شکریہ۔ شکریہ تسلیمات۔ آپ نے مجھ پر احسان فرمایا ہے کہ قبلہ صاحب کو بھی تیار کر لیا ہے۔ اوہ آپ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔ عمران نے یہ اختیار ہوں دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ جیسے اسے سمجھنہ آہی ہو کہ وہ کس طرح شکریہ ادا کرے۔ اس کے چہرے پر انہماںی ممنونیت کے آثار نمایاں ہتھے۔"

"آپ شربت نوش فرمائیے اور مجھے چند محوں کی مہلت عنایت فرمائیے تاکہ میں تیار ہو سکوں۔" نواب پیارے میاں نے کہا۔ "اجی حضرت آپ کا دیدار ہو گیا یہی میرے لیے شربت سے کم نہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"شکریہ شکریہ ہم ابھی حاضر ہوتے ہیں۔" نواب پیارے میاں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اور پھر ملکر واپس پیدا گیا اور عمران سمجھ گیا کہ چونکہ وہ ذہنی طور پر مشکوک ہے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے کوئی خاص تیاری کرنا چاہتا ہو۔ بہر حال اسے بھی چند محوں کی مہلت چاہیے مختی۔ اس نے بھی زیادہ اصرار نہ کیا اور نواب پیارے میاں کے حاتمے ہی اس نے گھری کاف ڈبلن زور سے دبایا اور پھر اسے چیخی سے پکڑ کر یا ہر کی طرف کی پیچ لیا۔ دوسرے لمبے گھری پر بارہ کا ہند سہ تیزی سے جلنے بھئے لگا۔

"طاہر بول رہے ہوں۔" چند محوں بعد گھری میں سے باریک

"اور سنو اگر ضرورت محسوس کرو تو فوراً کافرستان سفارتخانے کو فون کر دینا۔ ایس۔ ایس۔ اے کا حوالہ کافی ہو گا۔ پھر سفارتخانہ خود ہی حرکت میں آجائے گا۔" حکیم ڈبھن نے اُسے مہایات دیتے ہوئے کہا۔

"مگر حضور آخر ہمارا اس طرح جانا کی ضروری ہے۔ ہم اس سے معدود کر لیتے ہیں۔ وہ کوئی ہم سے زبردستی کر سکتا ہے۔" نواب پیارے میاں شاید ذہنی طور پر جانے کے لیے تیار ہی تھا۔

"سنو پیارے میاں۔ جو کام سیدھا ہو رہا ہوا سے ٹیڑھا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب ہم صاف ہیں تو پھر ہمیں ڈرانے کی کیا ضرورت ہے۔ خواہ مخواہ مشکوک ہونے سے بہتر ہے کہ حالات کا براہ راست مقابلہ کیا جائے۔" حکیم ڈبھن نے اس بار قدم سخت ہجھے میں کہا۔

"ٹھیک ہے حضور۔ بہر حال آپ سمجھ دار ہیں۔ پھر ہم جا کر عمران سے کہہ دیں کہ ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی ہے۔" نواب پیارے میاں نے کہا۔

"ہاں تم اسے کہو اور اسے مشکوک مت ہونے دینا۔ اس دورانِ اعظم اور اکیر بھی گھاڑی نکال کر باہر پیچ جائیں گے۔ پھر ہم چل پڑیں گے؟" حکیم ڈبھن نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کرسی کھسکانے کی آواز سنائی دی اور عمران یہ آواز سن کر تیزی سے واپس پیٹا اور بخوبی کے مل دوڑتا ہوا امدادی کراس کر کے واپس ڈرائیگ روم میں پہنچ گیا۔ تقریباً یہی بعد نواب پیارے میاں ڈرائیگ روم میں داخل ہوئے۔

سنہل کر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے حکیم ڈھن لانٹھی ٹیکتے ہوئے درانے سے نمودار ہوتے۔ ان کے پیچے نواب پیاسے میاں ہوتے۔

"آداب عرض ہے حضور نامنہ سب وقت میں تکلیف دینے کے لیے شرمند ہوں اور معافی کا خواست گار ہوں۔" عمران نے ان کے اندر آتے ہی جھک کر ٹرے عاجزانہ لمحے میں کہا۔

"اوہ عمران میاں ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ جیسے فرمانبردار اور نستعلیق نوجوان تو ہمیں پسند ہیں۔" حکیم ڈھن نے ٹرے شفتت بھرے انداز میں عمران کے سر پر لامتحہ پھیرتے ہوئے کہا اور عمران کے ہاتھ اور زیادہ تیزی سے اپنے کان سے مکجباں اڑانے میں مصروف ہو گئے۔

"آپ کی ذرہ نوازی ہے حضور۔ ورنہ من آنکم کہ من دانم۔"

عمران نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ ہمیں دل و جان سے عزیز ہیں۔" حکیم ڈھن نے جواب دیا اور پھر وہ گاؤں تکیے سے پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ نواب پیاسے میاں اس کے ساتھ اور عمران سامنے ٹرے مودب انداز میں بیٹھ گیا۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ ہماری دعوت کرنا چاہتے ہیں۔"

حکیم ڈھن نے سنجیدہ لمحے میں کہا۔

"دعوت شیراز کی جرات کی ہے حضور۔ آپ کی شرکت میرے لیے اعزاز یہ پایا ہوگی۔" عمران نے آنکھیں جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ یہ دعوت کل تک ملتوی فرمادیں۔"

سمی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہے ہوں۔ میں نواب پیاسے میاں اور حکیم ڈھن کو لے کر رانا ہاؤس آرے ہوں۔ تم ان کی دعوت کا انتظام کرو۔ مشرقی انداز کی دعوت کا ادور۔" عمران نے کہا۔

"یہموں کی دعوت۔ یہ کیا بات ہوئی۔" بلیک زیر دنے تحریت بھرے لمحے میں کہا۔

"جب مجرم خود اندر گھس آتے ہیں تو تمہیں اعتراض نہیں ہوتا اب میں انھیں خود دعوت پرے آرے ہوں تو تمہیں اعتراض ہو گیا ہے۔ فکر نہ کرو۔ لیس سب بھیک ہو جائے گا۔ تم لیں دعوت کا انتظام کرو۔ خالصتاً مشرقی انداز ہو ادور۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جیسے آپ کی مرضی ادور۔" بلیک زیر دنے کہا۔

"سنوجو لیا کو کہہ دو کہ وہ صدقیتی اور نعمانی کو قوری طور پر گلفشاں کا لوئی کی کوئی نمبر پارہ پر بھیج دے۔ ہمارا تعاقب ایک کار میں کیا جائے گا۔ جس میں دو مقامی نوجوان ہوں گے۔ ان دونوں نوجوانوں کو اخواہ کر کے رانا ہاؤس میں پہنچانا ہے اور ان دونوں کو علیحدہ کمرے میں رکھنا۔ بعد میں جب ضرورت ہوگی۔ ان کی ملاقات کرادی جائے گی ادور۔"

عمران نے کہا۔

"بھیک ہے میں سمجھ گی ادور۔" دوسری طرف سے بلیک زیر دنے جو ایک دیا اور عمران نے ادور اینڈ آل کہہ کر ونڈ بیٹن دیا دیا۔ اب وہ مطمئن ہو گیا تھا۔

چند لمحوں بعد ہی باہر سے کسی کے کھانستے کی آواز سنائی دی اور عمران

لے جائیں اور ہماری معدودت قبول فرمائیں۔ دراصل ہم گوشہ نشین قسم  
کے آدمی ہیں۔ ہمارا دعوتوں میں شہرکت کرنا کچھ اچھا نہیں لگتا۔

بھم بڑھنے کے بعد۔  
”حضور آپ جیسے بزرگوں کی شرکت تو قابل فخر ہوتی ہے۔ ولیسے حضور  
آپ کے سوالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مجھے جیسے غریب کی دعوت  
دل فرمائے میں ابھن محسوس کر رہے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے حضور تو  
آپ پر کوئی گلم نہیں ہے۔ آپ بیشک کھل کر اسکار فرمادیں ہیں اسے  
پہ بخت کی کم نصیبی سمجھ کر خاموش ہو جاؤں گا۔“ عمران نے  
پتھرہ پر لٹے ہوئے کہا۔

”ایسی توکوئی بات نہیں عمران میاں۔ دراصل آپ کی اس  
پیشانک ناوقت دعوت نے ہمیں ابھن میں ڈال دیا ہے۔ آپ اگر ناراض  
ہوں تو ہم یہ عرض کر دیں گے کہ ہم پر دیس ہیں اور پر دیس میں رہتے  
ہے انسان کو لامحالہ محتاط ہونا پڑتا ہے۔“ حکیم بڑھنے کے  
اوہ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو صرف خدمت گزاری کا موقعہ  
لاش کر رہا تھا۔ ولیسے آپ اگر اچانک اور ناوقت دعوت کی وجہ  
سے ابھن محسوس کر رہے ہیں تو میں معدودت خواہ ہوں مجھے دراصل  
لے بات کا خیال ہی نہیں رہا۔ میں تو بس محبت میں اٹھا چلا آیا۔  
میں آپ کا فرمان بھی اپنی جگہ درست ہے۔ آپ ابھن محسوس نہ کریں  
درکوئی تاریخ اور وقت عنایت فرمادیں۔ میں اسی روذہ انتظام کرلوں  
زیادہ سے زیادہ مجھے کامے میاں سے معدودت کرنی پڑے گی۔“  
مران نے پڑے پر خلوص لجھے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اس پار

آج ضروری وظائف کرنے ہیں۔ اس طرح ہمارا ہر جبھی نہیں ہو گا  
اور آپ کی خوشی بھی پوری ہو جائے گی۔“ حکیم بڑھنے کے جواب دیا۔  
”حضور صرف چند لمحے عنایت فرمادیں۔ صرف چند لمحے۔ ہم غریبوں  
کامان پڑھ جائے گا۔“ عمران کا بھی اور زیادہ عاجز انہ ہوتا گیا۔  
”آپ نے یہ انتظام کہا کیا ہے۔ کیا اپنے دولت خانے پر یا  
کسی ہوتل میں۔“ نواب پیارے میاں نے اس بار سوال کرتے  
ہوئے کہا۔

”حضور میرا غریب خانہ تو ایک فلیٹ میں ہے۔ وہاں توجہ کے بیچے  
تک ہے، میرے ایک دوسرت راتا تھوڑی فاروقی، ان کی حوصلی میں  
بندوبست کیا ہے، وہ خود بھی آپ سے ملاقات کے بے حد منمتی  
ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”تو بھیک ہے پھر آپ شام کا وقت اُنکے لیجھتے۔ اس وقت تو  
تو سورج نصف النہار یہ ہے۔ اس وقت تو گھر سے نکلنے کچھ زیب  
نہیں دیتا۔“ حکیم بڑھنے کے کہا۔  
”حضرت یہ تو آپ پر مسخر ہے۔ اگر آپ شام کو تشریف فرمائے جائیتے  
ہیں تو میں یہیں بیٹھ کر انتظار کر لوں گا اور اگر آپ اپ تشریف  
لے چلیں تو میری یہ خستہ سی ٹم ٹم رپا مددے کے سامنے موجود ہے۔  
جیسے حضور کی خوشی، مجھے تو صرف آپ کی شرکت کا نواز چاہیے۔“  
عمران نے جواب دیا اور حکیم بڑھنے نے معنی خیز نظرلوں سے نواب  
پیارے میاں کو دیکھا۔  
”کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ نواب پیارے میاں کو اپنے ہمراہ

عمران نے نواب پیارے میاں کے سنتے ہوئے چہرے پر اطمینان کے وہ سب کار کے قریب پہنچے تو عمران نے آگے بڑھ کر بڑے موڈ بانہ آشنا داضع طور پر اپنے ہے دیکھے۔

"اب آپ نے دعوت کا کہہ ہی دیا ہے عمران میاں تو دعوت کو میاں تباہے پر تکلف انداز میں اندر بیٹھ گئے۔ عمران نے دروازہ بند روکن مسنت کے خلاف ہے۔ یہم آپ کی دعوت کو قبول کرتے ہیں۔ میاں اور پھر ڈرائیور نگ سید پر بیٹھ کر اس نے کار اسٹارٹ کی اور چشم مار دشمن دل ماشاد۔" حکیم بڑھن نے بڑے مطمئن انداز میں جلد لمحوں بعد اس کی کار کو ہٹ سے نکل کر رانا ہاؤس کی طرف بڑھنے لگی۔ مسکراتے ہوئے جواب دیا



"آپ کی اعلیٰ نظر فی دوست قلبی سے مجھے یہی آمید مختی بستیات تسلیمات۔" عمران نے خوش ہو کر باقاعدہ سلام کرتے ہوئے کہ "ایسی کوئی بات نہیں عمران میاں۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اب ہم آپ کی دعوت کے خود شائق ہیں۔" حکیم بڑھن نے جواب دیا۔

عمران دیکھ رہا تھا کہ پہلے کی نیت اب ان دونوں کے چہروں پر زیادہ اطمینان کی جھلکیاں نمایاں بھیں اور عمران اس کی وجہ پر ٹھیک طرح جانتا تھا۔ اس نے نفسیاتی داؤ کھیلا دھا اور قری اصرار چھوڑ کر ان کی مرضی پر بات چھوڑ دی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ دونوں مطمئن ہو گئے تھے کہ اگر کوئی گڑا بڑا ہوئی تو عمران یقیناً اپنی بات پر مصروف ہتا۔

"تو بسم اللہ کیجیے۔ میری کم حاضر ہے۔" عمران نے کہا اور وہ دونوں مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران بھی اٹھا اور پھر وہ سب ایک دمرے کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل کر عمران کی کار تک بڑھنے لگے۔ مراتب کے لحاظ سے سب سے آگے حکیم دفتر میں بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر تیزی سے اٹھا اور سر رحمان کے دفتر کی بڑھنے کے چیخے نواب پیارے میاں اور آخر میں عمران نکلا جیسا کہ سر رحمان کے کان

انسپکٹر منور کے خلاف بھر دیئے جائیں۔ تاکہ ان سپکٹر منور کے نکلنے کی حالیجواہ کو دیا اور پھر وہ دونوں دہان سے نکل کر سیدھے گل فشان را ہموار ہو سکے۔  
”کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں؟“ فیاض نے دروازے میں رک کر وجود میں۔ ان سپکٹر منور کو بھٹکی کی نگرانی کر رہے ہے۔ ”فیاض نے بڑے موڑ دیا تھے میں کہا۔  
لورٹ کا پہلا حصہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔

”یہ کم ان“ سر جمان نے سراہٹا کر سوپر فیاض کی طرف ”لگد کاں لو۔ وہ قلم یقیناً وجید بیگ سے لے لیا گیا ہو گا۔ اس کا دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کی آنکھوں میں چیرت کے آثار نمایاں نہیں اور فیام مطلب ہے آس قلم میں وجید بیگ نے کچھ بند کر کے دیا ہو گا۔ پھر تیز تیر قدم اٹھاتا آگے ٹڑھا اور پھر سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔ ”مر جمان نے پڑی طرح چونکتے ہوئے کہا۔ ان نے کیا کیا۔“  
”بیھو آج تم نادقت آئے ہو۔“ سر جمان نے زرم بھجے میں لے چہرے پر زبردست جوش کے آثار نمایاں ہو گئے  
کہا اور فیاض تیزی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”میں روپورٹ دینے آیا ہوں جناب۔“ فیاض نے کہا۔  
کے مالک سے ملاقات ہوئی۔ لیکن وہ بیچارہ تو ٹسیں لکھا رہا ہے  
”اچھا گلڈ۔ کیا روپورٹ ہے؟“ سر جمان نے خلاف تو قعہ دا کسی قلم کا پتہ نہیں۔ اور پھر زیادہ تفتیش کرنے پر پتہ چلا کہ ان سپکٹر  
مسکراتے ہوئے کہا۔ انھیں خوشی اس بات پر ہو رہی تھی کہ اپنور نے دعاصل ہمیں ڈالج دینے کی کوٹش کی ہے۔ سل رات ان سپکٹر منور  
فیاض بھی باقاعدگی سے کام کر رہا ہے۔ درنہ اتنی جلدی وہ روپورٹ نے اس سے جا کر رشوت مانگی۔ اس کے انکار پر اُسے کسی چیز میں  
دینے نہ آتا۔

”سر میں نے وجید بیگ کی نگرانی کے لیے ان سپکٹر منور اور ان سپکٹر منور کے بعد ایک کہانی گھٹ کر ہمیں سنادی سر۔ ایسے غیر ذمہ  
احلاق کو متعین کیا تھا۔ ہتھوڑی دیر پہلے ان سپکٹر منور نے مجھے اطلاع اپنے کو ہرگز سی آئی۔ ڈی میں نہیں رہنا چاہیے۔“ سوپر فیاض  
وہی کہ سپکٹر ٹریٹ کا ایک چھپر اسی بڑے دلیرانہ انداز میں وجید بیگ  
۔ اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

تے ملا ہے اور اس کے بعد ایک اور چھپر اسی کے ہمراہ ڈیلوٹی چھوڑ ”ہونہے۔“ تو یہ روپورٹ لے کر آئے ہو۔ تم نے ان سپکٹر منور  
کے سپکٹر ٹریٹ سے نکلا اور وہ دونوں دہان سے سیدھے زلار روٹ سے دوبارہ بات کی ہے وہ کیا کہتا ہے۔ ”سر جمان نے ہونٹ  
پر واقع ایک کیفے نشاط میں پہنچے۔ ان دونوں کی نگرانی ایک شخص بینپتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر کھچاؤ کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔  
کر رہا تھا۔ انھوں نے ایک عجیب ساخت کا قلم کیفے نشاط کے مالک

کیا یعنی انسپکٹر کی چکر بازی واضح ہے جناب۔ وہ ڈبل گیم کھیل رہا ہے  
فیاض کے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”تو متعاراً مطلب ہے میں اس سے بات کیے بغیر ابھی اس کے  
ذکری سے نکالنے کے آڑو رز جاری کر دوں۔ صرف اس لیے کہ ایک  
کھنپ کے ماں کے قم سے بیہایت کھی ہے۔“ سر رحمان نے  
جھلانکر میز پر مکہ ملتے ہوئے کہا۔

”س۔ سر میراً مطلب یہ نہ تھا سر۔ میں تو صرف آپ کو روپرٹ  
دے رہا تھا۔“ فیاض نے گھبراے ہوئے ہیچے میں حواب دیا۔

”وہ نوجوان کون تھا جو ان چھپر اسیوں کا پہلے ہی تعاقب کر رہا تھا۔ اُن  
کا کچھ پتہ چلا کہیں وہ ایکسٹو کا آدمی تو نہ تھا۔“ سر رحمان نے چند  
لحے خاموش رہنے کے بعد کہا اور ان کی بات سنتے ہی فیاض بُری طرح  
چھوٹا کر ڈالا۔ اس کے ذہن میں فوراً تغیری کی شکل گھوم گئی۔ جو کادنر کے  
سامنے ہی بیٹھا تھا۔

”تم بھوئے کبھیوں۔“ سر رحمان نے جو اسے غور سے دیکھ رہے تھے  
سخت ہی میں پوچھا۔

”جناب جب ہیں وہاں گیا تو وہاں میں نے عمران کے ایک دوست  
کو روپرٹ دیکھا تھا۔ اس کا نام تغیری ہے جناب۔“ فیاض نے  
بوکھلاہٹ میں اصل بات اگل دی۔

”عمران کا دوست۔ اودھ پھر وہ یقیناً ایکسٹو کا آدمی ہو گا۔ اس کا مطلب  
ہے۔ انسپکٹر منور کی روپرٹ درست ہے۔ اس عالیجہا نے تمھیں احمد  
سپرنڈنٹ فیاض اور لیٹریٹریوں کا اسچارج۔ یہ تو مر جانے والی بات تھی اور  
بنایا ہے۔ اور تم گدھے کی طرح کام دیائے میرے پاس انسپکٹر منور کی

فیاض اچھی طرح جانتا تھا کہ سر جمان صندی آدمی ہیں۔ اگر وہ قند پر اڑ گئے تو پھر وہ اپنی کمر کے ہی دکھائیں گے۔

"تم نے سپر ٹنڈٹ فیاض کو رپورٹ دی تھی کہ چپر اسیوں نے قلم کیفیت نشاط کے مالک کو دیا تھا۔ اور پھر وہ دونوں چپر اسی گلفشاں کا لوپنی چلے گئے تھے۔ اور —" سر جمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہی سرا درور —" انسپکٹر منور نے اس بارستھلے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ شاید وہ اپنی فوری بوکھلاہٹ پر قابو پا لیجنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"مگر سپر ٹنڈٹ فیاض نے کیفیت نشاط کے مالک کو خود جا کر چکی کیا ہے اور تم تھا ری رپورٹ غلط ثابت ہوئی ہے۔ بلکہ یہ پتہ چلا ہے کہ تم نے کل رات کیفیت کے مالک سے رشوت وصول کی تھی اور اس کے انکار پر اسے کسی چیز میں پھنسا دینے کی دھمکی دی تھی۔ اور —" سر جمان کا لہجہ بے حد تنخ ہو گیا۔

"سر جب بات غلط ہے۔ سر میں تو کل رات سردار الحکومت میں بھی نہ تھا۔ بلکہ نزدیکی شہر ہلور گیا ہوا تھا۔ اور آپ نے کل خود مجھے وہاں بھیجا تھا۔ سمجھاگانگ ریڈ پر سر۔ اور میں نے رات کو آپ کو فون پر کامیابی کی تھی رپورٹ دی تھی سرا درور —" دوسری طرف سے انسپکٹر منور نے جواب دیا۔

"اوہ بھیک ہے۔ واقعی قم تو یہاں موجود ہی نہ تھے۔ بہر حال اپنے مزید کیا حالات ہیں اور —" سر جمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اسی لیے تو انھوں نے سپر ٹنڈٹ فیاض کو احمدی اور اُلوکے خطاب سے فوراً نواز دیا تھا۔ لیکن وہی بات

فیاض اچھی طرح جانتا تھا کہ سر جمان صندی آدمی ہیں۔ اگر وہ قند پر اڑ گئے تو پھر وہ اپنی کمر کے ہی دکھائیں گے۔

"سس۔ سر۔ مم۔ مم میں معافی حاصلتا ہوں سر —" فیاض نے رو دینے والے انداز میں کہا۔ اس کی آنچھیں اپنے مستقبل کا تصویر کرتے ہی آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ پھر اس سے ہمیلے کہ سر جمان کوئی جواب دیتے۔ مکر کا دروازہ کھلا اور ایک اوہ ہیر عمر ک شخص ایک جھوٹا ٹرانسپیر اٹھا کے اندر داخل ہوا۔ یہ ٹرانسپیر ملکیت کی شکل میں تھا۔ یہ سٹورا نچارج تھا۔ اس نے یہی مودیانہ انداز میں وہ ٹرانسپیر سر جمان کے آنگے رکھ دیا۔

"انسپکٹر منور کی مخصوص فریجوپسی کیا ہے —" سر جمان نے نیاض سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سر ہفتھی سکس" الیٹ "مارکھہ الیون، سر —" فیاض نے جلدی

"تم جاستھے ہو —" سر جمان نے اسٹورا نچارج سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سلام کرتا ہوا تیزی سے مٹکر دروازے سے باہر چلا گیا۔ سر جمان نے جلدی سے فریجوپسی سیٹ کی اور پھر ہی ان کر دیا۔

"یہی انسپکٹر منور آن دی لائی اور —" جند لمほں لیدہی انسپکٹر منور کی آواز ٹرانسپیر سے اچھری۔

"رحمان سپیکنگ اور —" سر جمان نے تحملانہ لہجے میں کہا۔

"یہی سر۔ یہی سر۔ اور —" دوسری طرف سے انسپکٹر منور کی بوکھلا فی بھوئی آواز سنائی دی۔ شاید اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ ڈارکیٹ

ہے کہ سپریٹ نے فیاض صاحب اس کیفیت کے مالک عالیجہاہ سے اُن کے دفتر میں ملے تھے۔ ان کے جانے کے بعد دونوں عالیجہاہ کے دفتر میں کئے اور پھر وہ ایک عقبی راستے سے باہر نکلے۔ ان کے کامزد ہوں پر یہ ہوش عالیجہاہ لڑا ہوا تھا۔ اور سر وہ دونوں آدمی عالیجہاہ کو اس عمارت میں لے آئے ہیں اور سر یہاں پہنچا کر وہ والیں چلے گئے ہیں۔ اسی طرح وجد بیگ کو پہنچانے والا بھی اُس سے یہاں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمران صاحب ان دونوں لکھنؤی افراد کے ہمراہ اسی عمارت میں موجود ہیں سر —، انسپکٹر منور نے تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”دری گلڈ۔ تم نے اپنی الہمیت اور ذہانت ثابت کر دی ہے۔ بمحضیں یقیناً ترقی ملے گی۔ تم اس قابل ہو کہ تمھیں اعلیٰ عہدہ ویاچلے جنم دیں رکو۔ ہم خود اس عمارت کو چیک کرنے آئے ہیں۔ اور ابتدی آل سر جمان نے کہا اور سماحتہ ہی انہوں نے تیرزی سے ٹرانس میٹر کا مبن آف کر دیا۔

”ویکھو اس کو کہتے ہیں کار کر دگی۔ تمہاری طرح یوڈی مکلوں کی شیشی پاس پر ڈال کر دفتر آنے کو کار کر دگی نہیں کہتا۔“ سر جمان نے انتہائی شکنخ اور ٹنزیہ لہجے میں کہا اور فیاض نے سر جھک کالیا۔ ظاہر ہے اب وہ کیا جواب دے سکتا تھا۔ سر جمان نے میز پر پڑا ہوا فون تیرزی سے اپنی طرف کھسکایا اور اس کا مسیور اٹھا لیا۔

”یہ سر —،“ رسپورا تھختہ ہی دوسری طرف سے پی۔ اے کی آداز سنائی دی۔

”سیکرٹری وزارت خارجہ کے سر سلطان سے بات کرو تو فوڈا۔“

فیاض کو سنوا ناجا ہتے تھے۔ تاکہ اس پر اپنی حماقت ثابت ہو جائے۔ ادھر فیاض نے جب یہ سننا کہ انسپکٹر منور تو سرے سے کل یہاں موجود ہی نہیں تو اس کا دل واقعی بیٹھ گیا۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ عالیجہاہ نے اسے چکر دیا ہے اور اس نے سادہ لوچی میں آٹھ کراں کی بات مان لی ہے۔

”سر حالات بے حد ہیچیدہ ہو گئے ہیں جناب بیں اس وقت برگز روڈ سے پول رہا ہوں۔ بیں ابھی چند لمحے پہلے یہاں پہنچا ہوں۔“ گلفشاں کا لوٹی میں عمران کا رہا میں پہنچے اور کال بیل فے کر اندر چلے گئے ان کی کار وہی چیڑا سی باہر سے اندر لے گیا جس نے عالیجہاہ کو قلم دیا تھا۔ پھر جناب کچھ دیر بعد وہ دونوں چیڑا سی ایک سیاہ رنگ کی کار میں بیٹھ کر کوئی سے باہر نکلے اور کچھ فاصلے پر جا کر ایک سائیکل پر رک گئے۔ ان کے باہر جانے کے تقریباً اسی منٹ بعد عمران صاحب اپنی کار میں باہر نکلے تو دونوں طرز کا بیس پہنے ہوئے آدمی ان کی کار کی پچھلی سبک پر بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک سفید والاصھی والا بوڑھا اور دوسرا ایک نوجوان ہے۔ بیں نے ان کا تعاقب کیا ہے۔

جناب عمران انہیں لے کر برگز روڈ کی ایک بڑی سی عمارت رانیا ہوں میں داخل ہوا ہے اور سران پکڑا اخلاق بھی یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وزارت خارجہ کے سیکرٹریٹ کے دفتر کے اوقات کے بعد ریکارڈر م انجینئر وجد بیگ صاحب کو محی اخوار کر کے یہاں لا یاگی ہے۔ اور سر ایک اور اہم بات کا بھی اپتہ چلا ہے۔ بیں نے کہتے نشاط پر سب انسپکٹر وجد کی ڈیلوٹی رکھتی رکھتی تاکہ وہ اس کیفیت کے مالک کی جسے قلم دیا گیا ہے۔ بنگرانی کر سکے۔ اس نے ابھی اسی رپورٹ وی

"میں رحمان یوں رہا ہوں۔ مرسلاطان آپ اس وقت کہاں ہیں۔"

سر رحمان نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"اوہ۔ میں آفس میں ہی ہوں۔ کیوں کیا بات ہے۔" "مرسلان کا لمحہ چونکا ہوا تھا۔

"بھیک ہے میں وہی آرہا ہوں۔ ایک ضروری اور اہم مسئلہ ہے۔ اور اس میں مختاری موجودگی ضروری ہے۔ تم میرا منتظر کرنا۔" سر رحمان نے کہا۔

"اچھا کیا مسئلہ ہے۔" مرسلاطان نے چونک کر پوچھا

"وہیں آکر بتاؤں گا۔ فی الحال اتنا وقت نہیں ہے۔ خدا حافظ۔"

سر رحمان نے ٹالتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے کہا۔ دبکر دابٹھ ختم کر دیا اور پھر پی۔ اے سے سیکر ٹہری وزارت دخلہ سرار شدھیں صاحب سے بات کرانے کا کہہ کر انھوں نے رسیور رکھ دیا۔

"ستوپیاض۔" اگر تم اس عہدے پر برقرار رہتا چاہتے ہو تو فوراً حرکت میں آجائے۔ آئی۔ ڈی کی پوری فوریس کو اکٹھا کر کے اس رانی ہاؤس کو گھیر لو۔ یہ فرس مکمل طور پر ستح ہونی چاہیے۔ سمجھے۔ میں وہی پہنچ رہا ہوں۔ اور سنو کوئی جماقت نہ کرنا۔ درمیں اپنے

ہاتھوں سے تھیس گولی مار دوں گا۔ جاؤ۔" سر رحمان نے انتہائی

کرخت لہجے میں کہا اور قیاض تیزی سے اھٹا اور پھر ٹکری پھر قی سے اس نے سر رحمان کو سیلوٹ مارا اور دفتر سے باہر نکل گیا۔ اسی لمحے گھنٹی کی آواز سنائی دی اور سر رحمان نے رسیور اٹھایا۔

سر رحمان نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ "جہاں تک میری معلومات ہیں یہ عمارت داشت منزل کہلاتی ہے۔ اور ایکسو کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایکسو تیزی سے کام کر رہا ہے اور اس نے تمام مجرم دہان اکٹھے کر دیے ہیں۔ یہی لیکن یہیں ہمارا ہے۔ میں ایکسو کے منہ سے اپنا شکار چینے کی ہمت رکھتا ہوں۔" سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔ پھر جیسے ہی ان کا فقرہ ختم ہوا میر پڑھتے ہوئے ٹرانس میٹر سے تیز سیٹی کی آواز نکلی اور سر رحمان نے چونک کر اس کا ٹین آن کر دیا۔

"یہ رحمان سینکیٹ اور۔" سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔ "انسپکٹر منور پول رہا ہوں۔ ابھی ان دونوں چھڑا بیوں کو قبیلہ بھوشن کر کے اس عمارت میں پہنچایا گیا ہے سر۔ میں تے سوچا آپ کو اطلاع کر دوں۔ اور۔" انسپکٹر منور نے مودیاٹہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا "ہونہم بھیک ہے۔ تم انسپکٹر اخلاق اور سب انسپکٹر وحید اس عمارت کی نگرانی کرو اور ایڈآل۔" سر رحمان نے کہا۔ اور ٹرانس میٹر کا ٹین آف کر دیا۔ اسی لمحے میر پڑھتے ہوئے فون کی گفتگی بچ اٹھی اور سر رحمان نے رسیور جھپٹ لیا۔ مرسلاطان سے بات کیجئے سر۔ وہ لائن پر میں۔" دوسری طرف سے یہ اے نے مودیاٹہ لہجے میں کہا۔ "بات تراو۔" سر رحمان نے خشک لہجے میں کہا اور دوسرا سے لمحے ایک ہلکی سی ہلک کی آواز سنائی دی۔

"سلطان پول رہا ہوں۔" ہلک کی آواز اچھرتے ہی مرسلاطان کی آواز رسیور پر پھری۔

کام کیا ہو۔ تاک اس کے ٹیڈ کو ایکٹو کے کھاتے میں ڈالا جاسکے۔ میں چاہتا ہوں اس عمارت پر ٹیڈ کے مجرموں کو اپنی تحولی میں لے لوں۔ ” سر رحمان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

” کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ پہلے مرسلاطان سے بات کر لیں۔ ” مسراشد حسین نے جواب دیا۔

” میں ان غیں ساختے لے جائے ہی ریڈ کروں گا۔ میں صرف آپ کے کاموں سے بات نکالتا چاہتا تھا۔ تاک بعد میں الگ مرسلاطان کوئی کارروائی کر لیں تو آپ سنپھال لیں۔ ” سر رحمان نے کہا۔

” مھیک ہے میں سنپھال لوں گا۔ یہ ہمارے مجھے کام لیں ہے۔ ” مسراشد حسین نے جواب دیا۔

” شکر یہ سر لبس مجھے یہی کہنا تھا۔ ” سر رحمان نے کہا اور پھر یور رکھ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابھی انھوں نے دروازے کی طرف قدم بڑھانے کا فیصلہ کیا ہی تھا کہ اچانک مہنر پر پڑے ہوئے ترانہ میر سے سیٹی کی آداز سنائی دی اور سر رحمان نے پونک کر اسکا بٹن آن کر دیا۔ ” ان پیکٹر منور پول رہا ہوں سر اور۔ ” رابطہ قائم ہوتے ہی دوسرا طرف سے ان پیکٹر منور کی آواز سنائی دی۔

” رحمان سپیکنگ۔ کیا رپورٹ ہے اور۔ ” سر رحمان نے سخت لہجے میں کہا۔

” سر اس عمارت سے عمران صاحب کا میں بخکھے ہیں۔ میں ان کا تاقب کر رہا ہوں سر۔ ان کا رُخ زلار روڈ کی طرف ہے۔ شاپر دہ لیفے نشاط کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے سوچا آپ کو رپورٹ فر دوں۔

” سیکرٹری وزارت داخلہ سے بات کریں جناب۔ ” پی لے کی آواز سنائی دی۔

” بات کر اوف۔ ” سر رحمان نے باوقار لہجے میں کہا۔ لیکن اس بار جیسے ہی کلک کی آواز ابھری۔ سر رحمان نے فوراً بول پڑا۔

” میں رحمان بول رہا ہوں۔ ایک ایم جنسی ہے سر۔ اس لیے آپ سے بات کر فی ضروری ہے۔ ” سر رحمان نے کہا۔

” کیسی ایم جنسی سر رحمان۔ کیا بات ہو گئی ہے۔ ” سیکرٹری وزارت داخلہ نے حیرت بھرے لہجے میں لوچھا۔

” میں نے کافرستیانی سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا کھوج لگایا ہے۔ یہ لوگ مخالف کا لونی کی کوٹھی نمیر بارہ میں موجود تھے۔ ان کے دو

آدمی وزارت خارجہ کے سیکرٹری میں چرپڑی کے روپ میں موجود تھے۔ اور انھوں نے ریکارڈر میں کے اپنے خارج و جید بیگ کو آئندہ کار کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ریڈ فائل حاصل کرنی تھے۔ وجد بیگ

کے ایک عجیب ساخت کے قلم کے ذریعے اس فائل کا مسودہ ان لوگوں تک پہنچایا۔ اور یہ قلم زلار روڈ کے کیفے نشاط کے مالک

علیجہا تک پہنچایا گیا۔ میں ابھی ان لوگوں کے سر غنیہ کو مکمل نے اور دو قلم حاصل کرتے کے لیے کارروائی کر رہا تھا کہ مجھے اطلاع ملی ہے

کہ میرا بیٹا عمران مجرموں کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور وہ مجرموں کو پہناہ دیتے کیلئے برگز روڈ پر موجود ایک عمارت رانی پاؤس میں لے گیا ہے۔

عمران کو مرسلاطان نے سر چڑھا رکھا ہے اور وہ ہر بار اس کے آڑے آجائتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمران نے مرسلاطان کے سر پر یہ

ادور۔۔۔ ”ان پیکر ممنور نے کہا اور سر رحمان کے ذہن میں جھما کاسا ہوا۔ ادروہ سمجھنے کے عمران کیفے نشاط میں وہ قلم ڈھونڈنے ہے جا رہا ہو گا۔ درتہ دو بارہ کیفے نشاط کی طرف جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

”گلد پورٹ تتم اپنے آدمیوں کو لے کر کیفے نشاط کو تھیرے میں لے لو۔ لیکن صرف نگرانی میں خود وہاں بہنج رہا ہوں۔ اور ابتدہ آل۔۔۔“ سر رحمان نے تیز لمحے میں کہا اور مٹران سیڑھا بلن آف کرتے ہی وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازے سے پاہر نکلتے ہی فیاض ان سے مگر اتنے تکراتے۔ بچا۔ وہ مشابد دفتر میں داخل ہوتے کے بیٹھ رہا تھا۔

”سر میں نے فرس کو بھیج دیا ہے اس عمارت کی نگرانی کے لیے سر۔۔۔“ فیاض نے فوراً ہی کہا۔

”لعدت بھیجا عمارت پر۔۔۔ میرے ساتھ آؤ۔۔۔“ سر رحمان نے کہختا ہے جیسے میں کہا اور پھر وہ تیزی سے دفتر کے باہر موجود اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ فیاض بھی بوکھلائے انداز میں اگلی نشت پر بیٹھ گیا۔

”زلار روڈ پر کیفے نشاط لے چلو۔۔۔“ سر رحمان نے پتختے ہوئے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا جو شاید دفتر کے قریب ہی کہیں موجود تھا۔ اور سر رحمان کو کار میں بیٹھنے دیکھ کر مھاگ کر ڈرائیور نگ سیدھ پر آبیٹھا تھا۔ اور سر رحمان کے منہ سے حکم سنتے ہی اس نے کار آ کے بڑھا دی۔

”اس نے کار رانا ہاؤس کے گینٹ پور روکی اور پھر نیچے اٹر کر اس نے کال بیل کا بلن دبادیا۔ دوسرا لمحے بچا ملک خود بخود کھلتا چلا گیا اور عمران واپس آ کرہ اپنی سیدھ پر بیٹھ گیا۔“ ”بہت بڑی حوصلی ہے قبلہ رانا ہاؤس کی۔۔۔“ حکیم بدن نے کہا۔ ”اجی قبلہ رانا صاحب پوتھروں کے نیس میں ججو پر بڑے مہربان ہیں۔۔۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر کار کو کھلنے بچا ملک میں سے اندر لیتا چلا گیا۔ پورچ میں جب اس نے جا کر کار روکی تو وہاں جوزف بھڑے عجیب انداز میں کھڑا دکھائی دیا۔ اس کے چہرے پر شدید ایجاد کے آثار نمایاں تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہو۔ اس نے چوڑی دار پاجامہ۔ سفید انگر کھا اور سر پر دبپی لوپی پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے پیروں میں سلیم شاہی جو تیجتی تھتی عمران نے جوزف کو اس حلیے میں دیکھ کر بڑی مشکل سے اپنا قہقہہ روکا۔

ہوئے جوزف کے نام پر چیختی کسی۔

”آئیے تشریف لائیے۔“ عمران نے ایک اور دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور نواب پیارے میاں اور حکیم بڈھن خور سے عمارت کا جائزہ لیتے ہوئے اس دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جوزف نے تیزی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اور حکیم بڈھن خور سے جوزف کو دیکھتے ہوئے لاہیٰ کے سہماں کے تکڑے کے اندر داخل ہوتے۔ یہ کمرہ خاصاً بڑا تھا اور کمرے کے درمیان پچھے ہوئے قالین پر سفید جاندی پچھی ہوئی تھی۔ درمیان میں دستِ خوان بھی۔ بیکہ سائیڈوں میں گاؤں تیکے اور ہر گاؤں تیکے کے سامنے ایک بیک دان بھی موجود تھا۔ دستِ خوان کے درمیان میں اگر دان تھی رکھا ہوا تھا۔ جس میں اگر بتیاں جل رہی تھیں اور اگر بتیوں کی مخصوص خوبصورتی سے پورا کمرہ مہکا ہوا تھا۔

”تشریف لکھنے حضور۔“ عمران نے بڑے موڈانہ لمحے میں کہا اور حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں دونوں گاؤں تیکے سے نیچتے لگا کر بیٹھ گئے۔ حکیم بڈھن نے اپنی سونے کے دستے کی چھڑی گاؤں تیکے کے ساتھ رکھ لی اور چھر دسرے ہاتھ میں بتا می ہوئی نر نگاہ تھیں کامنہ کھولنے لگے۔ تاکہ اس میں سے سامان پان نکال سکیں۔ نواب پیارے میاں نظریں گھما گھما کر کمرے کا جائزہ ملے ہے تھے۔

”اجی یوسف ثانی۔“ عمران نے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیں۔ اوه جی یا اس۔“ جوزف نے گاڑھ بڑا کر کہا۔

اس کے ذہن میں بھی نہ تھا کہ جوزف کو بھی اس طلبے میں دیکھے گا۔ یہ شاید بیک زیر و کی ذہنی اختراع تھی۔ بہر حال خوب تھی۔ ”کار رکتے ہی عمران نیچے اُترا اور پھر اس نے تیزی سے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ نواب پیارے میاں اور حکیم بڈھن یا ہر آگئے۔ اُسی لمبے جوزف تیزی سے آگے بڑھا۔

”حضور فیض گنجو ب موقع چور کیا مصیبت ہے آگے کیا تھا۔ سخا نے کیا حور مور تھا۔ بہر حال باس آپ کی یہاں آمد پر۔ خوش۔ خوش۔ ولیکم۔ موسٹ ولیکم۔“ جوزف نے ہمکلاتے ہوئے بچھے میں کہا۔ اس کے چہرے پر بیک وقت بے بسی اور بیزاری کے تاثرات نمایاں تھے۔ شاید بیک زیر و نے اُسے استقبالیہ فقرے رٹا کر بھیجا تھا۔ مگر جوزف بیبول گیا۔ اور اُس کا قصور بھی تھا۔ تھا۔ اتنی کاڑھی اردو اس نے شاید زندگی میں پہلے بھی سنی ہی نہ تھی۔ بولنا تو ایک طرف رہا۔

”آداب عمرن ہے۔ آپ کا اسم مبارک شاید رانا تہور حلی صندوق ہے۔“ حکیم بڈھن نے کہا۔

”اچی قبلہ یہ رانا صاحب کے ملازم خاص یوسف ثانی ہیں۔ آپ کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔“ عمران نے فوراً ہی لفظ دیتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ جوزف ابھی دوسرے لمحے سارا کھیل بگاڑ رہے گا۔ اس سے کہاں یہ سارے تکلفات پوکے ہوں گے۔

”اوہ بہت خوب۔ رانا صاحب بڑے خوش ذوق واقع ہوئے ہیں۔ اُس کا مسلسلی ہیں یہ یوسف ثانی۔“ حکیم بڈھن نے سکلتے

"اپھا چپورڈ واس بات کو یہ بتاؤ وحیدیگ اور عالیجہاہ کے متعلق  
کیا رپورٹ ہے" "عمران نے پوچھا۔

"وہ دو توں پہنچ چکے ہیں۔ دونوں علیحدہ علیحدہ کروں میں بندیں" "بیک زیر و نے جواب دیا۔

"اور وہ قلم کہاں ہے" "عمران نے کہا۔

"وہ عالیجہاہ کے پاس سے نہیں ملا۔ لیکن شکیل اور تنوری کے  
مطابق انہوں نے عالیجہاہ کے دفتر کی مکمل تلاشی میں حصی۔ لیکن وہ قلم  
نہیں مل سکا اور عالیجہاہ نے اخیں یہ بتایا مختاکہ قلم سپرنٹنڈنٹ  
فیاض اس سے لے گیا ہے" "بیک زیر و نے جواب دیا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض دہاں کیسے پک پڑا" "عمران نے سیران  
ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اپ یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ بہر حال تنوری کی رپورٹ بھی یہی ہے  
کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض عالیجہاہ کے ساتھ دفتر میں رہا ہے" "بیک زیر و  
نے جواب دیا۔

"کم از کم یہ بات میں نہیں مان سکتا کہ اس پاتے کے باوجود مجرم  
اس مرح آسانی سے سویر فیاض کو اصل مال فرے دیں۔ یہ تو کھپلا ہو گیا۔  
اس ساری محفل کا اصل دوہما تو وہی قلم تھا کہ سن مرے میں ہے  
وہ عالیجہاہ" "عمران نے تیز لمحے میں پوچھا۔

"پیوروم میں یہ ہوش پڑا ہے۔ میں نے اسے دہاں اس لیے  
ینچا دیا ہے کہ شاید آپ اس سے پوچھ چکریں" "بیک زیر و  
نے سمجھ دیجے میں کہا۔

"آپ مہمان گرامی کے پاس چھپ رہے ہیں۔ میں رانا صاحب کو مہمان  
کی آمد کی اطلاع بھی دے دوں اور ما حضر کا نے کے لیے بھی کہہ دوں" "عمران نے حوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اجب قبلہ تکلف درت کیجئے اور جو دال ساگ ہو وہ ہمارے بیت نعمت  
خیر مرتقبہ ہے" "نواب پیارے میاں نے کہا۔

"حضرت ہم میں کس قابل دال ساگ ہی ہو سکتا ہے" "عمران نے جواب دیا اور بھروسہ تیز تیز قدم امتحاناً کمرے سے باہر نکلتا  
چلا گیا۔ ساختہ والے کمرے میں بیک زیر و موجود تھا۔ اس نے بھی  
لکھنؤی لباس زیب تھا کہ رکھا تھا۔ کیونکہ عمران نے داشت منزل  
کے ڈرینگ روم میں ہر سائز اور سائز کے لباسوں سے ایسا بیاں  
بھر رکھی تھیں۔ تاکہ کسی بھی وقت کہسی بھی ممکنہ صورت حال سے فوری ہو  
پر منٹا جاسکے۔ بیک زیر و اسی ڈرینگ روم سے ہی حوزف کا  
اور اپنالیاں سالے آیا ہو گا۔

"عمران صاحب، یہ آپ نے کس میمیت میں بھنسا دیا۔ باقاعدہ  
کشتی لڑ کر تو میں نے یہ چوڑی دار پا جامہ پہنا ہے اور حوزف نے  
توڑا اور حرم مجا یا لیکن میں نے آپ کا حکم سننا کہ تم سے مجبور کر دیا" "بیک زیر و نے عمران کو دیکھتے ہی گلہ کر دیا۔

"تو آپ کو کس نے کہا تھا کہ آپ خود بھی یہ لباس پہنیں اور  
ہوزف کو تھی پہنادیں" "عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسے کمال ہے۔ آپ نے خود تو کہا تھا۔ مشرقی انداز کی دعوت  
ہو گی" "بیک زیر و نے آنکھیں بچاٹتے ہوئے کہا۔

کس دیتے۔ اس کے بعد وہ تیزی سے مشین کی طرف بڑھا یہ لا شور چیک کرنے کی جدید ترین مشین تھی اور چونکہ عمران کے پاس وقت کی شدید لگی تھی۔ اس لیے اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ بجاۓ عالیجاه کو ہوش میں لا کر اس سے پوچھ گچھ میں وقت ضائع کرنے کے لئے آں مشین کے ذریعے ہی اس کے لاشمور کو ٹھوٹ کر اصل بات معلوم کرے۔ اس نے مشین کا پٹن آن کیا تو مشین میں زندگی کی ڈر دوڑ نے لگی مختلف پلٹ تیزی سے جلنے بھجنے لگے اور مشین پر موجود کمی ڈالنے پر سویاں بھر ہترانے لگیں۔ عمران نے ایک ناب کو گھما یا اور پھر درمیان میں موجود ایک بڑے سے ڈائل پر موجود سوئی کو ایک مخصوص ہند سے پر پنجا پر اس نے ناب سے ہانپہ بھتا لیا۔ اس کے بعد اس نے اس ڈائل کے نیچے رکا ہوا ایک ٹری اس امر نجیں پیش کیا اور پھر مشین کی دوسری ٹری اس کے ساتھ میں لٹکا ہوا مایک ہاتھ میں لے لیا۔ عالیجاه کے سر پر چڑھا ہوئے کنٹوپ کو چیک کیا۔ کنٹوپ کے مرے پر روشنی کی لکریں چلتی ہوئی نظر آرہی تھی۔

"متحار نام کیا ہے۔" عمران نے بڑے اطمینان پر بھیجے۔ میں پہلا سوال کیا۔

"عالیجاه۔" آں مشین کے نچلے حصے میں موجود جایوں میں سے ایک کھڑکی ہوئی آدا نہ لکلی۔

"تمہارا تعقیل کس تنظیم سے ہے؟" عمران نے دوسرا

"سپیشل سیکرٹ ایجنسی سے۔" عالیجاه نے جواب دیا۔ اس

"اچھا تم ان دونوں کے پاس ہیچچو۔ تم رات تھوڑے صندوقی ہو۔ اور جو زف تھا را ملازم یوسف شانی ہے۔ اور سنو یہ دونوں انہیں عیار اور چالاک مجرم ہیں۔ لظاہر پڑے سادہ مگر میری بھی جس کہہ رہی ہے کہ ان کا کامنا پانی بھی نہ مانگتا ہو گا۔ اس لیے ہوشیار بھی رہتا اور ساتھ ہی انھیں کسی بھی طرح مشکوک نہ ہونے دیتا۔ میں ذرا عالیجاه سے دد دہ باتیں کر لوں۔" عمران نے کہا اور بھر بلیک زیر و کے سر ہلاتے ہی وہ تیزی سے اس کمرے سے بکھلا اور باہمیں ٹھوٹ را بدل دی میں ٹھوٹ را بدلتا چلا گیا جہاں بیبوردم میں عالیجاه موجود تھا۔ عمران نے مخصوص انداز میں لاک کھولا اور بھر ایک جھٹکے سے دد داڑھ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ بکھر کے وسط میں ایک نوجوان بے ہوش بڑا ہوا تھا۔ عمران نے دروازہ بند کر کے اسے لاک کیا اور بھر تیزی سے دایمیں طرف کی دیوار کی طرف ٹھوٹتا چلا گیا۔ اس نے دیوار کے ایک مخصوص حصے پر ہاتھ بھیڑا تو دیوار درمیان سے ہٹتی جی کی۔ اور دیوار کے ہٹتے سے بننے والے خلام کی دوسری طرف ایک اور کمرہ نظر آ رہا تھا۔ جس کے درمیان میں ایک مشین زمین میں نصب ہتی۔ اس مشین کے ساتھ ایک بیڈ بڑا ہوا تھا۔ عمران تیزی سے پلٹا اور اس نے یہ ہوش پڑے ہوئے عالیجاه کو ابھا کہ کامنہ ہے پر ڈالا اور تیزی سے اس بچوٹے کمرے میں بھیچ گیا۔ اس نے عالیجاه کو اسی بیڈ پر لٹایا۔ بیڈ کے ساتھ لٹکے ہوئے چڑھے کے تسموں کو اس کے جسم کے گرد باندھنے کے بعد اس نے مشین کے ساتھ لٹکے ہوئے بک سے لٹکا ہوا سوال کیا۔ ایک کنٹوپ نکال کر اس سے عالیجاه کے سر پر چڑھا کر اس کے تسمے

آفی۔ ڈی کا سپر ٹنڈٹ فیاض آگیا اور پھر دو اجنبی — ” عالیجہاہ نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے مائیک تیزی سے داپس کہ میں لٹکایا اور میشین کے میں آف کرنے سے شروع کر دیتے۔ وہ ضریب وقت ضائع نہ کرتا چاہتا تھا۔ بلکہ سب سے پہلے اس قلم پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ میشین کے میں آف کرنے کے بعد اس نے عالیجہاہ کے پھرے سے کنٹوپ مٹا کر اس سے بھی میشین کے ساختہ لٹکادیا اور پھر عالیجہاہ کو اٹھا کر داپس اس پڑے کمرے میں پہنچا دیا۔ دوار سربر کر کے وہ تالاکھوں کہ بلووروم سے باہر نکلا اور پھر اسے لاک کر کے دو تیزی سے ایک طرف پڑھتا چلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ پہلے حکیم ڈھن کے پاس جا کر اور ان سے احازت لے کر جائے گا تین راستے میں پڑے کمرے میں بلیک زیر و کو دیکھ کرہیں رہ گیا۔

” عمران صاحب آپ وقت پر آئے۔ درخت میں آپ کو دیں بلوور میں اطلاع دینے آ رہا تھا۔ آپ کے مہماں کا تعاقب کرنے والوں کو صدیقی اور نعمانی پہنچا گئے ہیں — ” بلیک زیر و نے کہا۔

” اچھا ٹھیک ہے۔ تم ان یانکوں کو سنبھالو۔ میں ذرا اس قلم پر قبضہ کرلوں۔ اس کے بعد ان سے یہی دو دو باتیں ہوں گی — ” عمران نے کہا۔

” آپ بھی خواہ مخواہ مختلف کے حکم میں پڑ گئے ہیں — ” بلیک زیر و نے مسکراتے ہوئے کہا۔

” یارِ منہ کا ذائقہ بدلتا ہے تو کوئی ہرج نہ نہیں ہے — ” عمران نے کہا اور تیزی سے باہر نکل کر وہ اپنی کار کی طرف پڑھا اور اس کی کافی سفارت خانے کے سینکڑ سیکڑ تکی کے پاس پہنچا دوں۔ مگر سی

کے ہونٹ اس سے کنٹوپ کے اندر رہتے ہوئے صاف نظر رہے تھے۔ ” حکیم ڈھن اور نواب پیارے میاں کو جانتے ہوں — ” عمران نے پوچھا۔ ” حکیم ڈھن کو جانتا ہوں۔ نواب پیارے میاں کو نہیں جانتا۔

” عالیجہاہ نے جواب دیا۔ ” حکیم ڈھن کا تعلق کس تنظیم سے ہے — ” عمران نے پوچھا۔ ” وہ پیشیل سیکرٹ ایجنٹی کا نمبر دن ہے۔ مجھے چیف نے آج ہی بتایا ہے — ” عالیجہاہ نے جواب دیا۔

” چیف کون ہے — ” عمران نے پوچھا۔ ” میں اس سے ذاتی طور پر نہیں جانتا۔ وہ پیشیل سیکرٹ ایجنٹی کا پاس ہے — ” عالیجہاہ نے جواب دیا۔

” اچھا وہ قلم کہاں ہے جو تھیں حکیم ڈھن کی امانت کے طور پر ملا ہتا۔ ” عمران نے برادر اسٹ سوال کرتے ہوئے پوچھا۔

” وہ میرے دفتر میں ہے۔ سیف میں — ” عالیجہاہ نے جواب دیا۔ ” سیف کہاں ہے — ” عمران نے پوچھا اور جواب میں عالیجہاہ نے سیف کی تفصیل بتادی۔

” سیف کو کیسے کھولا جاتا ہے — ” عمران نے پوچھا اور جواب میں عالیجہاہ نے پوری تفصیل بتادی۔

” اس قلم میں کیا ہے — ” عمران نے اور سوال کیا۔ ” مجھے معلوم نہیں۔ مجھے تو یہی حکم ملا جتنا کہ اس قلم کو کافرستانی سفارت خانے کے سینکڑ سیکڑ تکی کے پاس پہنچا دوں۔ مگر سی

رانا ہاؤس کے گیٹ سے نکل کر سیدھی زلاں روڈ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

شکریہ سرسلطان۔ آپ کچھ وقت مجھے دیجئے۔ میں آپ کو ایک  
مارت میں لے جانا چاہتا ہوں۔ ”سررحمان نے خشک ہجے  
میں حواب دیتے ہوئے کہا۔

”تشریف تو رکھیے اور مجھے تفصیل بتائیے کہ آخر مسئلہ کیا ہے؟“  
سرسلطان نے کہا۔

”بیٹی کا وقت نہیں ہے۔ آپ میرے ساتھ آئیے۔ راستے میں  
وشاہد ہو جائے گی۔“ سررحمان نے حواب دیا۔

”اچھا بھیک ہے چلیے۔“ سرسلطان نے مجوراً احمد بھتر  
ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سررحمان عمران کے باپ میں جب  
تک وہ خود نہیں چاہیں گے۔ ان سے کچھ لوپ چینا بیکار ہی ہے۔

”سیکرٹریٹ سے نکل کر وہ حب پارکنگ میں پہنچے تو وہاں سررحمان  
کی کار موجود تھی۔ پرٹنڈنٹ فیاض ڈرائیور کے ساتھ کھڑا ہفا فیاض  
نے سرسلطان کو دیکھتے ہی بڑے موڈیاٹہ انداز میں سلام کیا اور سرسلطان  
نے سرپلاکر حواب دیا اور بھر سرسلطان سررحمان کے ساتھ کار کی

بچکی لشکر پر بیجوگئے۔ فیاض آگے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔  
”برگر رود پر چلو۔“ سررحمان نے ڈرائیور سے مخاطب  
ہو کر کہا اور ڈرائیور نے سرپلاکر گاڑی آگے ڈھادی۔

”برگر رود، یہ کون سی سڑک ہے۔“ سرسلطان نے حیرت میرے  
لہجے میں لوچھا۔ وہ شاید اس طرف بیھی نہ گئے تھے۔

”ہے ایک سڑک۔ آج تھا را چھتیا میرے ہاتھوں سے بال بال  
بچا ہے۔ ورنہ آج میں اس سے یقیناً گولی مار دیتا۔“ سررحمان



”سنٹرل انٹلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سررحمان تشریف  
لائے میں سر۔“ فی۔ اے کی آواز ریسور پر سنا فی دی۔

”بھیک تے انھیں بھجواؤ۔“ سرسلطان نے انٹریکم کا ریسور  
رکھنے سے پہلے کہا۔ ان کے چہرے پر الجھاڑ کے آثار نمایاں تھے جب  
سے سررحمان نے انھیں فون کیا تھا کہ وہ ایک اہم منے پر ان سے بات  
چیز کر ناچاہتے ہیں۔ اس وقت سے وہ یہی سوچ لئے تھے کہ ہزار ایں  
کون سامسلہ ہو سکتا ہے جس کے لیے اتنی رازداری بر قی چارہ ہے۔  
یہیں کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

”آئیے سررحمان تشریف لایے۔“ سررحمان کے اندر داخل  
ہوتے ہی سرسلطان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور میں تمہیں اس لیے ساختے لے جا رہا ہوں کہ تم اس کے سب سے پڑے جمایتی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سامنے ساری کارروائی ہوتا کہ تم بعد میں گلہ نہ کرو۔ ”سر رحمان نے غصیلے لمحے میں کہا۔ ”اس میں آخر اتنے غصے میں آنے کی کیا بات ہے۔ عمران کو گھر بلاؤ کر دو چار جو تیار مار لینی ہتھیں۔ اس کے لیے اتنا کافی تھا۔ سر سلطان نے مسخر کر کر سر رحمان کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کہا۔ ”وہاں اس کی ماں اس کی سب سے پڑی جمایتی ہے۔ وہ گلے پڑے چاتی ہے۔ ”سر رحمان نے بے لبس میں جواب دیا۔ اور سر سلطان قہقہہ لگا کر نہیں پڑے۔

”اس کا مرطب ہے گھر میں رعب نہیں چلتا۔ بہر حال دیکھو رحمان عمران پڑا فرمادا ز بچتہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ فرمانتہ داری چھوڑ کر تمہارے منہ لگ جائے۔ اس لیے سمجھ داری لاسی میں ہے کہ تم برا اور راست اس سے کوئی بات نہ کرو۔ میں اسے خود سمجھا لوں گا۔ ”سر سلطان نے سر رحمان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”میرے منہ آکر تو دیکھے اگر پورا لیو اور اس کے جسم پر خالی نہ کروں تو۔ مجھے رحمان نہ کہنا۔ ”سر رحمان نے چینکا تے ہوئے کہا۔ اور سر سلطان خاموش ہو گئے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ سر رحمان کو چکیوں میں اڑانا عمران کا یابیں ہاتھ کا کھیل ہے اور انھیں سر رحمان سے عہد رکھتی کہ انھیں پتہ ہی نہ تھا کہ جس بیٹے کو وہ احمد، نالائق اور نامہنجار کہتے ہیں۔ وہ درحقیقت کیا ہے؟ ”سر رمگہر روڈ آگیا ہے۔ اچانک ٹرائیور کی موڈیا نہ آوانے سے تکلیح کیا۔

”میرا چہتیا۔ کس کی بات کر رہے ہو۔ ”سر سلطان نے حیرت پھرے لیجے میں کہا۔ ”اسی احمد، نامہنجار اور نالائق عمران کی بات کر رہا ہوں میرے منہ سے شکار چھپیں لیتا چاہتا ہے۔ ہونہہ۔ اس نے آج تک فیاض کو ہی بے وقوف بنایا ہے۔ اب میں اسے بتاؤں گا کہ رحمان کیا حیثیت رکھتا ہے۔ ”سر رحمان نے غصے سے چپن کارتے ہوئے کہا۔

”آخر ہوا اکیا۔ یار تم خواہ مخواہ غصے میں آجائے ہو۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے اور اب کیا تم عمران پر اپنا غصہ اٹا رتے جا رہے ہو۔ ”سر سلطان نے سکراتے ہوئے کہا۔ وہ پہنچا سمجھے تھے کہ سر رحمان کو برگ روڈ پر کہیں عمران کا پتہ چلا ہو گا اور اب وہ اس پر رعیت جھاڑنے جائے ہوں گے۔

”دیکھو سلطان تم میری فطرت کو اچھی طرح جانتے ہو۔ فرانس کی ادائیگی کے سامنے میں کسی رشتے کا خیال نہیں کرتا۔ پیش سیکرٹ ایکسیس میرے پاس ہے۔ میرے آدمیوں نے مجرموں کا کھوج لگایا۔ لیکن اس احمد عمران نے مداخلت کر دی۔ اور پھر سمجھے پتہ چلا کہ وہ ایک ضروری چیز حاصل کرتے کے نیے ایک کیفیت میں کیا ہے۔ میں نے کوٹش ش توکی بھتی کہ اسے دہی پڑا توں۔ لیکن ایک ٹرینیک بلاک کی وجہ سے مجھے دریہ گئی اور جب میں دہاں پہنچا تو وہ پہلے ہی دہاں سے تکلیح کیا۔ بہر حال اب وہ میرے باہت سے پسخ نہیں سکتا۔

سنائی دی۔

"بہباد ایک عمارت ہے رانا ہاؤس۔ اس کے قریب روک دو۔" سرجمان نے کہا اور ڈرایور نے سرہلا دیا۔ فیاض خاموش بیٹھا تھا۔ وہ اس بیتے یاں نہ کر ریا تھا کہ اس کے بوتے ہی سرجمان اس پر چھڑھ دوڑی کے اور وہ کم از کم سرسلطان کے سامنے اپنی بے عنقی نہ کر انا چاہتا تھا۔ ڈرایور نے ھٹوڑی ہی دور آگے جا کر کار انک طرف روک دی۔ اور وہ سب تیزی سے باہر تکل آئے۔ ان کے باہر آتے ہی ایک لوگوں ایک ٹکلی سے نکلا اور اس نے سرجمان کو سلام کیا۔ "کیا رپورٹ ہے انسپکٹر منور۔" سرجمان نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"سرفوس نے مکمل طور پر عمارت کو گھیر رکھا ہے۔ عمران اور دوسرے لوگ سب اندر ہیں۔ عمران ابھی ھٹوڑی دیکھ ہوئے والیس آیا ہے۔" انسپکٹر منور نے موادیات لے جیے میں جواب دیا۔

"گلڈ۔ آؤ سلطان اب میں دیکھتا ہوں کہ عمران مجھ سے بچ کر کیسے جاتا ہے۔" سرجمان نے رپے طنز یہ انداز میں سکراتے ہوئے کہا اور عمارت کے بیچا مک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ہپر اس فیاض اور انسپکٹر منور ان کے پیچے گئے۔ پس پنڈاٹ

"یہ دوسرے لوگ کون ہیں۔" سرسلطان نے حیرت پھر بچے میں پوچھا۔ اب ان کے چہرے یہاں کے تاثرات نمایاں تھے۔ کیونکہ اب تک تو وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ سرجمان کو عمران کی ایسی بودگی کا علم ہو گیا ہے اور وہ اس سے سرسلطان کے سامنے ڈانٹ لے پڑے۔

کرتا چاہتا ہے میں۔ لیکن بہباد پوری فرسن کا گھیرا و اور دوسرے لوگوں کی بایقشن کرو وہ ذہنی طور پر اچھے گئے تھے۔ وہی عمارت ان کے نامعلوم صدقی۔ اس سے پہلے وہ بھی اسی عمارت میں نہ کئے تھے۔ عمارت کے بڑے سے گیٹ پر رانا تھوڑے صلی صندوقی کی نیم پیٹ موجود تھی اور جیسا مکابنہ تھا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔" سرجمان نے شک لے جیے میں کہا اور پھر پھی مک کے قریب پہنچ کر وہ تیکھے آتے انسپکٹر منور کی طرف آئے۔

"انسپکٹر۔ ہو سشارہ رہنا اور جیسے ہی میں اشارہ کروں پوری فرسن عمارت کے اندر داخل ہوئی چاہتے ہیں۔ اور انہوں کو کوئی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کروئے تو بے شک گولی مار دینا۔" سرجمان نے سخت لے جیے میں بدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر۔" انسپکٹر منور نے جواب دیا اور سرجمان نے ہاتھ انھا کر کال بیل کا پہن دیا۔ دُور کہیں لکھنی بھجنے کی آواز سنائی۔ اس کے بعد بیل کا پہن دیا۔ دُور کہیں لکھنی بھجنے کی آواز سنائی۔ دی اور ھٹوڑی دیکھ کر جوزف کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ہپر اس میں سے جوزف یاہر تکل آیا۔ جوزف کو دیکھتے ہی سرسلطان اور سرجمان فیاض اور انسپکٹر منور ان کے پیچے گئے۔

دونوں چونک پڑے۔ جوزف جو عجیب و غریب صلی میں تھا۔ اس نے غالباً ناہستوی لیا۔ اس پہن رکھا تھا اور سرپر دو پی ٹوپی اور پریں میں سلیم شاہی جو تی بھی تھی۔

"ارے یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جوزف۔" سرسلطان سے ریا نہ گیا تو وہ بول پڑے۔

"ب ب اس کا حکم ہے حضور۔" جوزف نے گٹڑاتے ہوئے لمحے میں کہا اور اس نے سپاہیانہ انداز میں سلیوٹ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن انحرکھی کی تمنی نے اس کا پورا بازو پوری طرح نہ اٹھنے دیا۔

سر رحمان اُس سے بات کیے بغیر اسے ایک طرف ڈھکھلتے ہوئے اندر داخل ہو گئے اور محبور اس سلطان کو بھی اندر جانا پڑا۔ سوپر فیام اور ان پیغمبر منوران کے پیچھے بھئے اور جوزف یحیت سے انھیں اس طرح اندر جاتا دیکھتا رہا۔ پھر وہ بھی سرہلا تاہوا اندر چل گیا۔

ہمارے جب کمرے میں داخل ہوا تو اس نے پیکر دیدیکر دیدیکار کا دیکھی سے پشت رکائے بڑے مہندیاتہ انداز میں پیچھے ہوئے دیکھا کئی رقباء میں حکیم ڈڈن اور نواب پیاسیے میاں کے سلسلہ پیچی ہوئے تھیں اور جوزف ہاتھ میں گلاس اور جگ اٹھائے دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا۔

"اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بندہ معافی کا خواست گار ہے کہ چند لمحے غائب رہا۔" عمران نے اندر داخل ہوتے ہی بڑے بذریت بھرے ہیجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار دنیا یاں بھئے۔ "ہم آپ ہی کے منتظر تھے عمران میاں، رانا صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ سی خاص چیز کا بندوبست کرنے تشریف لے گئے تھے۔" حکیم ڈڈن نے قدے ناخوشگوار ہیجے میں کہا۔

"حضرت عین وقت پر رانا صاحب کے یا ورچی نے ہمیں تباہیا کہ دہی

ٹینان کے آثار نہیاں ہو گئے۔ اگر ان کے ذہن میں کوئی شے مخفتو  
کھانے کو دیکھ کر وہ قور ہو گیا تھا۔ اسی لمحے دور گھنٹی بخنے کی آواز  
سنائی دی۔

"حضرت یوسف ثانی صاحب ذرا دیکھئے۔ اس وقت کون حب  
شریف لائے ہیں۔ اور ناپسندیدہ افراد سے مخدرات فرمادیجھے؟"  
uran نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور جوزف نے جگ اور  
لاس ایک طرف رکھے اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔  
"قبلہ بسم اللہ کیجھے" عمران نے ایک بار پھر کہا۔

"آپ لیجھے، ہم تو اس چکیں کے" "حکیم بڑھن نے کہا  
رساختہ ہی اس نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ان کے ہاتھ  
کھاتے ہی تواب پیاسے میاں نے جھی ہاتھ پڑھایا اور عمران جد  
تسلیمات بجا لائے میں مصروف ہو گیا کہ حکیم بڑھن اور تواب پیاسے  
لے از راہ عنایت اس کی دعوت قبول کر لی ہے۔

اسی لمحے باہر سے تیز تیز قدموں کی آواز ابھری۔ دوسرے لمحے عمران  
بیلک زیر دے دروازے پر نمودار ہونے والے سر رحمان اور سلطان  
بیک کہ بُری طرح چونک پڑے۔

"خبردار اگر کسی نے حرکت کی۔ سب اپنے ہاتھ ادپنے کرو" "سر رحمان نے اندر داخل ہوتے ہی گردبار آوازیں کہا۔ ان کے ہاتھ میں  
وہ چک رہا تھا۔ سر سلطان جبریت سے اس دعوت کو دیکھ رہے  
در غاص طور پر انہیں بیلک زیر دے کے لکھوی بیاس پر حیرت تھی۔  
اے قبلہ آپ رحمان صاحب اور قبلہ سلطان صاحب۔ اے

کھٹا ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم حصہ میہاد ہی ڈھونڈنے نکلے۔ اور قبلہ  
یقین کیجئے پورا شہر جہاں مارا ہے۔ تب جا کر میہاد ہی ملا ہے۔  
حصہ معاافی کا خواست گار ہوں۔ عمران نے اور زیادہ شرمندہ  
بھی میں کہا۔

"آپ نے تکلف فرمایا ہے عمران میاں۔ ہم بھلا اس قدر کھانا  
کھا سکتے ہیں۔ بہس تو ویسے بھی قبلہ حکیم نایا سنبھالی تے پرہیزی  
کھانا کھانے کا حکم دیا ہے" "حکیم بڑھن نے جواب دیا۔  
"یہ تودعوت شیراز ہے حصہ اور بھر صرف میری طرف سے ہے۔  
قبلہ را نا صاحب تو بڑے آدمی ہیں وہ تو پورے شہر کی دعوت کر  
لئے ہے آپ کے اعزاز میں۔ مگر میں نے عرض کیا کہ قبلہ حکیم بڑھن اور  
تواب پیاسے میاں گوشہ نشینیں ہیں۔ وہ برا مانیں گے" عمران  
نے جواب دیا اور بھر وہ بڑے مودبانہ انداز میں ایک گاڈی کی سے  
پشت لے کر بیٹھا گیا۔

"ہم نے پہلے ہی عرض کی ہے کہ عمران میاں کے مہمان ہمارے مہمان  
ہیں۔ اور ہم اس قدر کم مقدار کی دعوت پر بھیشہ شرمندہ رہیں گے۔ مگر  
عمران میاں ملنے ہی نہیں" "بیلک زیر دے کے بڑے پر تکلف  
لیجئے میں کہا۔

"قبلہ بسم اللہ کیجھے۔ اور اس غریب کی والی ساگ کو قبول نہیں کیے" "هران  
نے کہا اور حکیم بڑھن اور تواب پیاسے میاں قابوں پر موجود  
سر پوش ہٹاتے۔ قابوں میں واقعی مختلف اقسام کا کھانا موجود تھا۔  
کھانے کو دیکھتے ہی تواب پیاسے میاں اور حلیم بڑھن کے بیہڑی پر

آپ تشریف پے آئے ہیں۔ خوش آمدید۔ ” عمران کی اور قلم کا دہان کیا کام قلم تو سٹیشنری کی دکانوں پر ملتا ہے۔“ نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

” خبردار اپنے ہاتھ ادبیج کر لو۔ درتہ میں گولی مارنے سے دریغ نہیں۔ ان نے جواب دیا۔“ ان پکڑ ۔“ سر رحمان نے بغیر طرف پہنچنے کھڑے اپ پکڑ منور کر دی گا۔“ سر رحمان نے انتہائی سخت تباہی میں کہا۔

” رحمان تھیں کیا ہو گیا ہے۔ آخر قلم دیکھنے نہیں نہیں کہ دعوت ہو رہی ہے ایکش اور پوری عمارت کی تلاشی لو۔ جو ملے اسے یہیں لے آؤ۔“ ہے اور شریف لوگ یہاں موجود ہیں۔ تھیں یہ مجرم نظر آتے ہیں۔“ رحمان نے سخت لمحے میں جواب دیا۔

مر سلطان نے اس بار خوشگوار تباہی میں کہا۔

” یہ حکیم ڈھن ہیں۔ اور یہ نواب پیارے میاں ہیں۔ ہمارے مہماں اور ہمان نے یہاں کے رئیس اعظم ۔“ عمران نے ہوئے ہوئے تباہی میں کہا۔

فوراً جی مہماں اور بیک زیر و کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔ ابھی پتہ لگ جائے گا تو یہ وہ حکیم ڈھن جو اس سماں سے ڈرامے کا اور قبیلہ حکیم صاحب کے بڑے بے تکلف دیکھا۔ سر رحمان نے تیز نظر از میں سے حکیم ڈھن کی طرف دیکھتے ہیں۔ سڈھل انٹیلی خبیث کے ڈائریکٹر چیل سر رحمان اور ان کے ساتھ فرزد ہے۔

خارجہ کے سینکڑی مر سلطان ہیں۔ قبیلہ رحمان صاحب چونکہ ہر وقت مجرموں کے ہتھیں میں اس لیے ان کی عادت ہے کہ جہاں بھی داخل ہوتے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ قبیلہ ہم تو شرفاً سے تعلق رکھتے ہیں اور عمران بھرے رہتے ہیں۔ اس لیے اپنے دعوت کے بیلے لے آئے تھے۔ ہمیں یہ معلوم نہ ہتا کہ ہماری روپاں در بھی زیکال لیتے ہیں اور ہاتھ بھی اونچے کرایتے ہیں۔“ عمران اس طرح بے عزتی کی جدائے گی۔“ حکیم ڈھن نے پہلی بار زبان نے فردی بات بدلتے ہوئے کہا۔

” شدھ آپ۔ بکواس مرت کرو۔ وہ قلم کہاں ہے۔ بخوبم کیا لتھے تو ہے کہا۔“ ابھی تمہاری پسرافت کا بھانڈا بچوٹ جاتا ہے۔ عمران تم وہ قلم شرافت نشاط سے لے آئے ہو۔ وہ مجھے دے دو۔“ سر رحمان نے انتہا تکھے دے دو۔ درتہ یاد رکھنا میں پائل لمحاظ نہیں کرنے گا۔“ سر رحمان تکھے ہے میں کہا اور قلم کا سنتے ہی عمران کے ساتھ ساتھ حکیم ڈھن اونچے دے دو۔ نہایتی سخت لمحے میں کہا۔

نواب پیارے میاں دونوں لے اختیار چونک پڑے۔ حکیم ڈھن کا نہایتی سخت لمحے میں کہا۔ میں کچھ عرض کر سکتا ہوں۔ میں اس عمارت کا مالک ہوں اور آپ یاس رکھی ہوئی اپنی چھتری پر جرم گیا۔

بغير اجازت یہاں داخل ہو کر میرے ہاتھوں کو دھماکا لے ہے میں کیا میں  
ہاتھوں میں ہتھکریاں موجود تھیں۔

صدر مملکت سے بات کر دیں — ”اچانک بیک زیر و قبول پڑا۔ اس  
کا بچہ رکھ رکھا و دالا ہونے کے ساتھ انہیں تلخ تھا۔  
” تم خاموش رہو۔ مجھے معلوم ہے تم جتنے بڑے رئیس ہو۔ یہ ملکی  
طرح اپھلے۔

” اور فیاض ہاتھ میں روپا اور سنبھالے تیزی سے عمران کی طرف بڑھنے لگا۔

” اسے اسے رک جاؤ۔ مجھے ان آتشی کھنوں سے ڈر لگتا ہے۔  
مجھے پوری عمارت میں تیز تیز قدموں کی آوازیں اچھریں۔ اور بچہ پاسخ گن لے  
عمران نے بڑے خوفزدہ انداز میں پیچھے سنتے ہوئے کہا اور اسی لمحے اچانک  
تیزی سے اس کمرے میں داخل ہوئے۔ انھوں نے اپنی گنوں کا رخ ان حکیم بڈھن کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بچھری کے دستے پر چمکتی اچھری اور  
سب کی طرف کر دیا۔

” فیاض — ”سر جمان نے چیخ کر اپنے پیچے کھڑے سورپر فیاض۔ ایک لمحے کے لیے حرمت سے بیت نہ رہ۔ لگے اور دوسرا لمحہ انھوں  
کے حرکت کرنی چاہی مگر وہ سب یوں منجد ہو گئے جیسے ان کے جسم عجم ہمبوں  
خاطب ہو کر کہا۔

” میں سر — ” فیاض نے اینٹشن ہوتے ہوئے کہا۔ اسار دپ دھار کئے ہوں۔ البته حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں بڑی  
ان سب کو ہتھکریاں لگادو اور جو مراجحت کرے اسے گولی مار ترقی سے آگے بڑھے اور بچہ نواب پیارے میاں ایک سپاہی کے ہاتھ  
دو۔ ” سر جمان نے تیز لمحے میں کہا۔

” میری بات تو سین قبده آپ تو نخواہ جنواہ آتش زیر پا ہو ہے میں۔ ورانھوں نے بڑی تیزی سے عمران کی تلاشی لینی شروع کر دی۔  
ہم نے کیا جسم کیا ہے۔ اگر آپ کو بھوک لگی ہے تو تشریف کریں۔ را۔ اے اے۔ اسے مجھے گردگردی ہوتی ہے۔ ” اچانک عمران کے منہ سے  
صاحب کا دستِ خوان یے حد دیجع ہے۔ ” عمران نے جلدی جلدی بھلا اور دوسرا لمحہ حکیم بڈھن فلایا زیاں کھا کر پیچے فرش پر گئے  
میں کہتا ہوں خاموش رہو۔ ” سر جمان نے غصتے سے پاؤں پر کہا ان کی بچھری عمران کے ہاتھ میں ہتھی۔ نواب پیارے میاں بچپاہی  
ہوئے کہا۔

” سر یہ سب لوگ مختلف کمروں سے مل گئے ہیں۔ ” اچانک تیس سے بڑے۔ بلگہ اسی لمحے پیارے میاں کی آداز منتہ ہی  
عقب سے ان پیکم ڈھنور کی آداز سنائی دی اور بچہ دوسرا لمحہ پیارے میاں بک لخت ساکت ہو گئے۔ اس بار دھماکہ عمران کے ہاتھ میں  
نے عالیجاہ، اعظم، اکبر اور وجید بیگ کو اندر دھکیل دیا۔ ان سب بڑی ہوئی بچھری میں سے ہوا تھا۔ اور نواب پیارے میاں کے ساتھ ساتھ

بغير اجازت یہاں داخل ہو کر میرے ہاتھوں کو دھماکا لے ہے میں کیا میں  
صدر مملکت سے بات کر دیں — ” اچانک بیک زیر و قبول پڑا۔ اس  
کا بچہ رکھ رکھا و دالا ہونے کے ساتھ انہیں تلخ تھا۔  
” تم خاموش رہو۔ مجھے معلوم ہے تم جتنے بڑے رئیس ہو۔ یہ ملکی  
سلامتی کا کیس ہے۔ ” سر جمان اس پر جڑھ دوڑھے۔ اسی  
لمحے پوری عمارت میں تیز تیز قدموں کی آوازیں اچھریں۔ اور بچہ پاسخ گن لے  
عمران نے بڑے خوفزدہ انداز میں پیچھے سنتے ہوئے کہا اور اسی لمحے اچانک  
تیزی سے اس کمرے میں داخل ہوئے۔ انھوں نے اپنی گنوں کا رخ ان حکیم بڈھن کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بچھری کے دستے پر چمکتی اچھری اور  
سب کی طرف کر دیا۔

” فیاض — ” سر جمان نے چیخ کر اپنے پیچے کھڑے سورپر فیاض۔ ایک لمحے کے لیے حرمت سے بیت نہ رہ۔ لگے اور دوسرا لمحہ انھوں  
خاطب ہو کر کہا۔

” میں سر — ” فیاض نے اینٹشن ہوتے ہوئے کہا۔ اسار دپ دھار کئے ہوں۔ البته حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں بڑی  
ان سب کو ہتھکریاں لگادو اور جو مراجحت کرے اسے گولی مار ترقی سے آگے بڑھھے اور بچہ نواب پیارے میاں ایک سپاہی کے ہاتھ  
دو۔ ” سر جمان نے تیز لمحے میں کہا۔

” میری بات تو سین قبده آپ تو نخواہ جنواہ آتش زیر پا ہو ہے میں۔ ورانھوں نے بڑی تیزی سے عمران کی تلاشی لینی شروع کر دی۔  
ہم نے کیا جسم کیا ہے۔ اگر آپ کو بھوک لگی ہے تو تشریف کریں۔ را۔ اے اے۔ اسے مجھے گردگردی ہوتی ہے۔ ” اچانک عمران کے منہ سے  
صاحب کا دستِ خوان یے حد دیجع ہے۔ ” عمران نے جلدی جلدی بھلا اور دوسرا لمحہ حکیم بڈھن فلایا زیاں کھا کر پیچے فرش پر گئے  
میں کہتا ہوں خاموش رہو۔ ” سر جمان نے غصتے سے پاؤں پر کہا ان کی بچھری عمران کے ہاتھ میں ہتھی۔ نواب پیارے میاں بچپاہی  
ہوئے کہا۔

” سر یہ سب لوگ مختلف کمروں سے مل گئے ہیں۔ ” اچانک تیس سے بڑے۔ بلگہ اسی لمحے پیارے میاں کی آداز منتہ ہی  
عقب سے ان پیکم ڈھنور کی آداز سنائی دی اور بچہ دوسرا لمحہ پیارے میاں بک لخت ساکت ہو گئے۔ اس بار دھماکہ عمران کے ہاتھ میں  
نے عالیجاہ، اعظم، اکبر اور وجید بیگ کو اندر دھکیل دیا۔ ان سب بڑی ہوئی بچھری میں سے ہوا تھا۔ اور نواب پیارے میاں کے ساتھ ساتھ

ہوئے کہا اور پھر ماس نے قریب جا کر پہلے سرسلطان کی گردان کی پیش پڑھنی سی بھری۔ چیخی بھرتے ہی سرسلطان کا جسم ایک لمحے کے لیے پڑی طرح کاپنا۔ دوسرا لمحان کے منہ سے ایک طویل سانس نکلا۔ وہاب حرکت نہ سکتے تھے۔

”یہ سب کیا ہے۔“ سرسلطان نے بے حسی ڈود ہوتے ہی بھرتے ہیجئیں کہا۔

” قبلہ حکیم بہن کا صدری نشوہ ہے حصور۔ اب یہ اتفاق ہے کہ میں نے بھی حکمت پڑھ رکھی ہے اور مجھے زیدۃ الحکما کی ڈگری بھی ملی ہوئی ہے۔“ عمران نے سررحمان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

” قبلہ ہے تو گستاخی کہ آپ کے چیخی بھری جائے یہیں اس کا ملاج بھی ہے۔“ عمران نے سررحمان کے قریب جا کر ٹڑے مود بانہ بھی میں کہا اور ساختہ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر سررحمان کی گردان کی پیش پر زور سے چیخی بھر دی اور سررحمان بھر بھری لے کر سیدھے ہو گئے۔

” جیسے ہی سررحمان کے جسم میں حرکت ہوئی عمران یتیزی سے ان کے سامنے گھنٹوں کے بل جھکتا چلا گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے فلموں میں جھنوں کو بیلی کے سامنے ہاتھ پھیلایے دکھایا جاتا ہے یہیں عمران ہوتے ہیں کہا۔ اور سپاہیے اخدبیا مرٹا چلا گیا۔

” یہ لمحے حصور۔ محمد غریب کی طرف سے ہدیہ عقیدت قبول فرمائے۔“ عمران کا ہجھ بڑا عاجزانہ تھا۔

فرش پر سے اٹھنے کی ووشش کرتے ہوئے حکیم بہن بیکھرت ساكت ہو گئے۔

” ڈری کار آمد چھڑی ہے یہ تو۔“ عمران نے بیوی حیرت بھرتے لمحے میں چھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ یہ سارے کار نامہ اس چھڑی نے انجام دیا ہے۔

” بھردار ہاتھ اٹھاؤ۔“ اچانک دروازے سے چھختی ہوئی آواز سنائی دی۔

” شہزاد آپ یو ناں نس۔ باہر ٹھہرو۔“ تھیں نہیں معافم ہیاں بزرگوں کی دعوت ہو رہی ہے۔“ عمران نے بھی جواب میں چھختے ہوئے کہا اور اس ٹھہری اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک مرصح رنگ کا کارڈ کو دیکھتے ہی اور دروازے پر ٹھوڈا رہنے والا گن بردار اس کارڈ کو دیکھتے ہی اپنیش ہو گیا۔ اس کے جھرے پر شدید لوکھلا ہٹ ابھر آنی پھتی۔“ اپنے ساتھیوں کو لے کر عمارت سے باہر تکل جاؤ۔ فوراً اٹ آرڈر۔“ عمران نے انتہائی کرخت اچھے میں کہا۔

” مم۔ مگر سرڈا ہر بھیر۔“ سپاہی نے گل گڑا تھے ہوئے لمحے میں کہا ” تھا۔“ ڈاٹر بھیر جنرل صاحب کو بھوک لگی ہوئی ہے۔ وہ کھانا کر کر آئیں گے۔ سنا نہیں تم نے آیا۔“ عمران نے چھ

” تو جناب ڈاٹر بھیر جنرل صاحب۔ آپ قلم لینے آئے تھے۔ اس کے لیے آتی دروسی کی کیا ضرورت تھی۔ آپ وہیں بھیجی کر حکم فرمائے تو آپ کو قلم مہینجا دیا جاتا۔“ عمران نے سررحمان کی طرف بڑھ

”چکر کیا ہوتا ہے۔ قبده عالم۔ کافرستان کی سپیشل سیکرٹ انجینئری کامپریٹ حکیم ڈھن کے روپ میں اپنے اسٹنٹ نواب پیارے بیبا اور دو تو جوانوں اکبر اور اعظم کے ساتھ آیا۔ ان کا مشن مقاومہ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم سے ریڈی فائل اڑالی جائے۔ چنانچہ انہوں نے وحید بیگ صاحب کو آلة کار بنا لایا اور یہ قلم نما کبیرہ اُسے دیا۔ وحید بیگ نے فائل کا فول اس تیمرے میں بند کر کے ان کے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ جنہوں نے یہ قلم کیفیت نشاط کے ماںک عالیجہاں تک پہنچا دیا۔ عالیجہاں یہی سپیشل سیکرٹ انجینئری کا رکن ہے۔ اس نے یہ قلم کافرستانی سفارت خانے میں پہنچانا مقاومہ میں درمیان میں کو دڑپا۔ اور پھر قلم کے ساتھ ساتھ میں نے اس کیمیل میں شرکی سب افراد کو ہمال اٹھا کر لیا۔“ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مگر کمیوں تم کیوں پیک پڑے۔ مجھیں نہیں معلوم کہ یہیں ہمالے محکمے کے پاس ملتا۔“ سر جمان کا اچھا ایک بار ہیر دل گیا۔ ”قیلہ اب میں کیا حوصلہ کروں۔ آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ کا بیٹا کتنے حالات سے گزر رہا ہے۔ میری کوئی لوگوں نہیں جہاں سے بچے تخریج ملے۔ میرے پاس اپنا فلیٹ تک نہیں۔ آخر میری ضروریات بھی ہیں۔ میں بیمار بھی ہوتا ہوں۔ مجھے کہڑے بھی چاہیں۔ کھانے کے لیے روٹی بھی چاہیے۔ آپ سے جب تبھی بات کرنے کی کوشش کی آپ نے جھرک دیا۔ آخر میں نے بھی پیٹ یالنا ہے۔ اب میں جو روی بھی نہیں کر سکتا۔ ڈاکے بھی نہیں مار سکتا۔ تو گوں کی جیسیں بھی نہیں کاغذ سکتا۔ جو ابھی نہیں کھیل سکتا۔ نشیات نہیں بیچ سکتا۔ کیونکہ پھر نے کہا۔

سر جمان نے جسپیٹ کر قلم اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لیکن اس بار ان کے چہرے پر سختی کے بجائے مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔ ”تم پورے شبیطان ہو۔ جبیث ہو۔ الحق ہو۔“ سر جمان نے یہ اختیار کہا۔

”ہوں تو آپ ہی کا بڑی حضور۔ لیس اپنے لیے اپو کا لفظ ان خطاب کے ساتھ رکا تھی۔ یعنی الہا شیطان۔ الہا تھیث۔ یہ خطاب آپ کے ہو جائیں گے۔“ عمران نے رڑے نیازمندانہ لہجے میں کہا۔ اور مسلمانوں کے حق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ سر جمان بھی جھینپک گئے۔

”آخر اس چھڑی میں کیا تھا۔“ سر جمان نے شاید موصوع بدلتے کے لیے کہا۔

”اعصاب کو منجد کر دینے والی گیس مخفی قبلہ زلام گیس۔“ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن تم تو بھیک ہے۔“ سر جمان نے قلم جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

”میں تو آپ کی دہشت کی وجہ سے پہلے ہی منجد تھا۔ اس لیے اس گیس نے مجھ پر الٹا اثر کیا تھا۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے مذکور بھیک زیر واور پھر انہیں طرف کھڑے ہوئے اس پیکر مسروکی گردنوں میں چلکیاں بھر کر انہیں درست کیا۔

”آخر یہ مسارا پکرہ کیا ہے۔ کچھ بھجے بھی تو پتہ چلے۔“ مسلمان نے کہا۔

سندنے کہنا ملتا کہ سر رحمان کا بیٹا عمران یہ کام کر رہا ہے۔ آپ کی عزت بہر حال مجھے عزیز ہے اور میری رگوں میں بہر حال آپ کا شریفانہ خون کہ اپنی حیان سے تخلی پر رکھ کر مجرموں کو سکرنا ہوں اور پھر اعیش متعال میں سچا کہ سیکرٹ سر دس کے چیف کو پیش کر دیتا ہوں جس کے معاوضے میں چند روپے مجھے مل جاتے ہیں اور میں اپنا وقت تکمیل لیتا ہوں۔

عمران نے انتہائی گلوگیر بیجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپٹ پ کرنے لگے اور سر رحمان بنت نے کھڑے عمران کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر انتہائی خجالت کے آثار ابھر آئے تھے۔

”تت تت تت۔ قتنے مجھے بھی بتایا ہی نہیں۔“ سر رحمان کا بیجہ گلوگیر ہو گیا۔ سخت مزان ہونے کے باوجود آخر وہ باب تھے اور عمران ان کا اکوتارٹ کا مفتا۔

”کیا بتاؤں آپ سنے ہی نہیں۔ آپ تو میری بات سننے کی بجائے مجھے جیل بخوبانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ بہر حال میری قسمت میں کیا غلط کروں۔“ عمران کی اداکاری عروج پر ملتی۔

”یکن تم تو کاروں میں گھومنتے ہو۔ اعلیٰ لباس پہننے ہو۔ مجھے تو یہی اطلاع ملی ملتی۔“ سر رحمان نے کہا۔

”بس ڈینی۔ کیا بتاؤں سب چیزیں مانگے کی ہوئی میں۔ فلیٹ آپ کے سپر میلانٹ فیاض کا ہے۔ وہ ہر وقت میری بے عزقی کرتا رہتا ہے۔ میں کرایہ ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیے مجبوراً اس کی بھی نوکری کرنا پڑتی ہے۔ آتنا ادھار میرے سر جپڑھ چکا ہے کہ اب مجھے ہر وقت میک آپ

میں رہنا پڑتا ہے۔ آپ سر سلطان سے پوچھ لیجئے۔ میں ان کا کلت مقرر ہوں۔ خدا ان کا بھلا کرے ان کا دم فیضت ہے۔ بے چالے وقت یہ وقت امداد کر دیتے ہیں۔ ”عمران کا بھی ایک بار پھر لوگہ ہو گیا۔“ اوہ تو تمہارا یہ حال ہے۔ لعنت ہے مجھ پر اور میری آبائی جایہ داد پر بس تم آج سے فلیٹ چھوڑ کر میری کوٹھی میں رہو گے اور سنو تھم نے آئندہ کسی سے قرض مانگتا تو مجھ سے ٹراکوئی نہ ہو گا۔ تمہاری جو ضرورت ہو مجھ سے مانگ لیا کر دے سمجھے۔ ”سر رحمان نے ٹڑے فیاضانہ لیجے میں کہا۔ ان کی پدری شفقت اب پورے عروج پر پہنچ چکی تھی۔“ ”تو چھر عنایت کیجئے پانچ لاکھ روپے کا چیک۔ ہو سکتا ہے گھر جاتے جاتے آپ کا ارادہ ہی بدل جاتے۔“ عمران نے کہا۔ ”پانچ لاکھ کا کیا مطلب۔“ سر رحمان نے چھو نکھتے ہوئے کہا۔ ”مولے مولے قرض تو اثار دوں۔ ولد نہ آپ کے در دانے پر جب میرے قرض خواہ پہنچانا شروع ہو جائیں گے تو آپ کی بے عزقی ہو گی۔“ میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں۔ آپ کی بے عزقی برداشت نہیں کر سکتا۔“ عمران نے سمجھے ہوئے بیجے میں کہا۔ ”ہوں۔“ سر رحمان نے ہنکاراں بھرتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے جیب میں مانند ڈال کر چیک ٹکنی اور ایک چیک پر سائن کر کے وہ عمران کی طرف ٹھہراتے ہوئے کہا۔ ”لو اس میں جتنی رقم چاہیے بھر دینا۔“ سر رحمان نے کہا۔ ”شکر یہ شکر یہ۔ آج مجھے بھی تو پتہ چلا کہ آخر میں کس باب سے بیٹا ہوں۔“ عمران نے باقاعدہ تسلیمات کرتے ہوئے کہا اور

چیک کو تہہ کر کے تیزی سے جب میں ڈال لیا۔ سرسلطان کے چہرے پر مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

"فیاض ان مجرموں کو ہید کوارٹر لے چلو جلدی۔" سررحمان نے مڑکر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا اور فیاض کے ساتھ سامنہ انپکٹر منور بھی حرکت میں آگیا۔

"بس خجال رکھنا قیلہ دکعہ کہ ان کو راستے میں چکیاں نہ بھری جائیں۔ ورنہ آپ کو ایک اور بنک چیک دینا پڑ جائے گا۔" عمران نے کہا۔ اور سررحمان نے مڑکر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے سریا دیا۔

"یہ تم نے دعوت کا کیا کھڑا آگ پھیلا رکھا تھا۔" سرسلطان نے سررحمان کے جاتے ہی عمران سے پوچھا۔

"میں نے سوچا تھا کہ یا نکے مجرم ہیں۔ بیچاۓ خالی بیڑ جیل نہ جائیں کچھ کھاییں۔ لیکن آیا حضور نے میری بیحسرت بھی پوری نہ ہونے دی۔"

عمران نے سررحمان کے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا اگر تم میرے قرض دار ہو تو میرا قرضہ توادا کرو۔" سرسلطان نے سکراتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر ہیں۔ قلم میں موجود اصل ماں تو داشت منزل پنیچ چکا ہے۔ ابھی تو صرف خالی قلم ہی فروخت کیا ہے۔ اصل ماں کی تو قیمت لگے۔ آپ کا قرضہ۔ اے مگر گیسا قرضہ۔ ارے آپ سے تو میں نے قرضہ وصول کرنا ہے۔" عمران نے سکراتے ہوئے کہا۔

"تم واقعی شیدطان ہو۔ بیچارے رحمان کو اُلوٹا ہی دیا۔ آخر۔"

سلطان نے سکراتے ہوئے کہا اور چھروہ بھی باہر کی طرف مڑ گئے۔

## ختم شد